سفرنامہ روم و مصر و شام

جس مین علاوہ ان جزئی واقعات کے جو سلسلہ بیان مین آگئے ہین قسطنطنیہ
بیروت۔ بیت المقدس۔ قاہرہ وغیرہ کے متعلق واقعات ذیل یعنی شہر کی عام
اجمالی حالت۔ قابل دید مقامات۔ مشہور عمارات۔ سررشتہ تعلیم۔ دار العلوم اور
مدارس۔ بورڈنگ اور طلبا کی تربیت تعلیم نسوان مصنفین اور تصنیفات
کتبخانے۔ اخبارات اور رسالے۔ مشہور پاشاؤن اور ارباب کمال کی ملاقاتین
اور عربون کے اخلاق و عادات کو تفصیل کیساتھ لکھا ہے آخر مین ان الفاظ مولدہ کی
مختصر سی فرہنگ ہے جو آجکل مصر و شام مین مستعمل ہوگئے ہین اور جنکے نہ جاننے
کی وجہ سے لوگ عربی اخبارات سے فائدہ نہین اٹھا سکتے

مرتبہ

شبلی نعمانی

حسب اجازت مصنف۔ باہتمام سید ظہور الحسن۔ قومی پریس دہلی

مطبع تحفہ جنت دہلی مین چھپا

۵۰۰ جلد — بار چہارم — قیمت

فہرست مضامین

مضمون	صفحہ
تمہید	۲
سفر کا ارادہ اور آغاز	۷
بمبئی سے عدن تک	۹
عجیب و غریب جانور	۱۱
پورٹ سعید	۱۳
بیروت کی سرسری سیر	۱۵
پورٹ سعید سے حالت سفر میں ایک تغیر	//
ایرانی ٹوپی کی وجہ سے عربوں کی بے اعتنائی	۱۶
سائپرس	//
ازمیر یعنی سمرنا	۱۹
مچھلیوں کا جہاز کے ساتھ دوڑنا	۲۱
قسطنطنیہ پہونچنا اور اسوقت کی پریشانی	۲۲
قسطنطنیہ میں قیام کے طریقے۔ شیخ عبدالفتاح کی رفاقت اور انکا حال	۲۳
ایک تصنیف کے ذریعہ سے شیخ علی ظبیان کی ملاقات	۲۴
کھانے کا انتظام	//
قصیدہ سفریہ	۲۵
قسطنطنیہ کی اجمالی تاریخ اور مختصر حالات	۲۸

مضمون	صفحہ
قسطنطنیہ کی موجودہ حالت	۲۹
موقع اور منظر کی خوبی	۳۰
وسعت اور تمدن	۳۰
یورپین اور ایشیائی تمدن اور اختلاف حالت کا سبب	۳۱
لباس اور وضع	۳۳
عدالتیں	۳۴
تعلیم کی حالت	//
تعلیم جدید اور اُسکے مختلف درجے	۳۵
سلطان حال کے زمانہ میں تعلیم کی ترقی	۳۶
اور تعلیم کے مصارف سالانہ سلطان	//
کا طالب العلموں کی دعوت کرنا	//
خاص اہل عرب کی تعلیم کا اہتمام	۳۷
بڑے بڑے کالج اور اسکول	//
بورڈنگ کا طریقہ	۳۹
طالب العلموں کا لباس	۴۰
ترقی تعلیم نسواں کی	۴۱
فوجی کالج	۴۳
سلطانی کالج	۴۸

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
ملکیہ کالج	۵۱	مثنوی عیدیہ	۷۹
قدیم تعلیم اور مدارس قدیمہ		ترکون کے اخلاق وعادات وطرز	۸۲
ترکون کی علمی حالت	۵۴	معاشرت	۸۴
اخبارات اور رسالے	۵۶	عورتون کی تعلیم وتربیت وضع و لباس	۸۶
کتابون کے چھپنے میں اعتدال سے زیادہ احتیاط		قسطنطنیہ میں ہندوستانی	۸۸
چھاپے خانے	۵۹	قسطنطنیہ کے احباب	۸۹
کتب خانے	۶۰	غازی عثمان پاشا کی ملاقات مصنف کو	۹۱
زوایا یعنی ہر ملک اور ہر قوم کے لئے خیراتی مسافر خانے		تمغہ مجیدی ملنا اور تمغہ و فرمان سلطانی کی نقل	۹۴
جامع مسجدین	۶۷	قسطنطنیہ سے روانگی	۹۵
قابل دید مقامات	۶۹	جہاز پر ایک ناگوار واقعہ	۹۶
ترسخانہ یعنی جہان سرکاری جہاز تیار ہوتے ہیں۔		بیروت	۹۷
		بیروت کی علمی ترقی	۹۸
عجائب خانہ	۷۱	بیروت کی یونیورسٹی	۱۰۱
سیرگاہیں	۷۲	انجمنین اور اخبارات	۱۰۵
محرم	۷۴	علما اور اہل کمال کی ملاقات	۱۰۷
سلاملق یعنی سلطان المعظم کا جمعہ کی نماز میں آنا اور فوجون کا ملاخطہ سے گذرنا	۷۴	بیروت سے روانگی	۱۱۰
		بیت المقدس	۱۱۱
		مسجد اقصی	۱۱۲
عید کا جلوس	۷۸	قمامہ	۱۱۴

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
علما و فضلا کی ملاقاتیں بعض دیگر	۱۱۵	یورپ میں تعلیم پانے والے	۱۲۹
حالات		جامع ازہر	۱۳۱
بیت المقدس سے روانگی	۱۱۶	کتب خانے سرکاری	۱۳۴
قاہرہ	۱۱۸	قدیم یادگاریں	۱۳۷
مصر کی تعلیمی حالت	۱۱۹	مزارات	۱۴۱
کالجوں اور اسکولوں کی تعداد اور آنکے		مطابع اور اخبارات	۱۴۲
مصارف		تھیٹر	۱۴۳
دار العلوم	۱۲۲	کلب اور انجمنیں	۱۴۴
قانونی کالج	۱۲۵	مولد نبوی صلعم	۱۴۵
مدرسۃ الترجمہ	۱۲۶	اہل کمال اور مصنفین	۱۴۶
طبیہ کالج	۱۲۷	سفر کا خاتمہ اور اہل عرب کے فیاضانہ	۱۴۹
انجینیرنگ کالج و مدرسہ صنعت و	۱۲۸	اخلاق	
عام مدارس	″	حال کی عربی زبان	۱۵۲

سفرنامۂ روم

و

مصر و شام

جس میں علاوہ اُن جزئی دلچسپ واقعات کے جو سلسلۂ بیان میں آگئے ہیں قسطنطنیہ - بیروت - بیت المقدس - قاہرہ - وغیرہ کے متعلق واقعات ذیل یعنی شہر کی عام اجمالی حالت - قابل دید مقامات - مشہور عمارات - سررشتۂ تعلیم دارالعلوم اور مدارس بورڈنگ اور طلبا کی ترتیب - تعلیم نسواں - مصنفین اور تصنیفات - کتبخانے اخبارات - اور رسالے - مشہور پاشاؤں اور ارباب کمال کی ملاقات - ترکوں اور عربوں کے اخلاق و عادات - کو تفصیل کے ساتھ لکھا ہے - آخر میں اُن الفاظ مولدہ کی مختصر سی فرہنگ ہے جو آجکل مصر و شام میں مستعمل ہو گئے ہیں - اور جن کے نہ جاننے کی وجہ سے لوگ عربی اخبارات سے فائدہ نہیں اُٹھا سکتے -

مرتبہ

شبلی نعمانی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً و مصلیاً

در موسم گل گر بہ گلستاں نرسیدیم
از دست ندادیم تماشائے خزاں را

رمضان المبارک ۱۳۰۹ھ میں - میں نے قسطنطنیہ وغیرہ کا جو سفر کیا وہ محض ایک طالب العلمانہ سفر تھا - اور چونکہ نہ یہ کوئی غیر معمولی امر تھا - نہ واقعاتِ سفر میں چنداں ندرت تھی - سفرنامہ لکھنے کا اِرادہ نہ تھا - لیکن وہاں سے واپس آکر جن بزرگوں اور دوستوں سے ملنے کا اتفاق ہوا سب سفرنامہ کے متقاضی تھے - میں نے خیال کیا کہ چونکہ ایک مدت سے ہماری جماعت میں سیر و سیاحت کا طریقہ بند ہے - اور اس وجہ سے اسلامی ممالک کے صحیح حالات سے بالکل اطلاع نہیں حاصل ہوتی لوگوں کا یہ تقاضا کچھ بیجا نہیں - مجکو خود اپنی حالت یاد آئی کہ سفر سے پہلے - قسطنطنیہ وغیرہ کا کوئی سیاح ملجاتا تو میں گھنٹوں وہاں کے حالات پوچھا کرتا -

یہ اسباب تھے جنہوں نے مجکو ان اوراقِ پریشان کی ترتیب پر آمادہ کیا ورنہ ایسے عاجلانہ اور معمولی سفر کے حالات قلمبند کرنے اور انکو سفرنامہ یا کتاب الرحلۃ کا لقب دینا تنگ ظرفی سے خالی نہ تھا - سفرنامہ میں جس قسم کی اطلاعیں لازمی اور ضروری ہیں - یعنی ملک کی حالت - انتظام کا طریقہ - عدالت کے اصول تجارت کی کیفیت - عمارتوں کے نقشے - ان میں سے ایک چیز بھی اس سفرنامہ میں نہیں - البتہ معاشرت اور علمی حالت کے متعلق معتد بہ واقعات ہیں - اگرچہ وہ بھی اس تفصیل کیساتھ نہیں ہیں جس قدر ہونا چاہییں - غرض جو شخص سفرنامہ کو سفرنامہ کی حیثیت سے دیکھنا چاہتا ہو وہ اس کتاب سے پورا لطف نہیں اٹھا سکتا - البتہ جن لوگوں کو اسلامی ممالک کے معمولی واقعات میں بھی مزہ آتا ہو ان کی دعوت میں ماحضر پیش کیا جا سکتا ہے کہ مالا یدرک کلہ لا یترک کلہ -

یہ سچ ہے اگرچہ اس کتاب میں ترکوں کی تمدنی یا ملکی حالت سے کچھ بحث نہیں کی ہے اور نہ اس قسم [illegible] مناسب تھی - تاہم اس کتاب کو پڑھکر ناظرین کے دل میں

ترکوں کی تہذیب و شایستگی کا جو درجہ قائم ہو گا وہ اُس سے مختلف ہو گا جو یورپ کے عام لٹریچر سے ظاہر ہوتا ہی۔ یورپ نے کسی زمانہ میں مسلمانوں کے خلاف جو خیالات قائم کر لئے تھے ایک مدت تک وہ علانیہ اس طریقہ سے ظاہر کئے جاتے تھے کہ مذہبی تعصب کا رنگ صاف نظر آتا تھا اور اُس وقت قبول عام کا یہی بڑا عمدہ ذریعہ تھا۔ لیکن جب یورپ میں مذہب کا زور گھٹ گیا اور مذہبی ترانے بالکل بے اثر ہو گئے تو اس پالیسی نے دوسرا پہلو بدلا۔ اب یہ طریقہ چنداں مفید نہیں سمجھا جاتا کہ مسلمانوں کی نسبت صاف صاف متعصبانہ الفاظ لکھے جائیں۔ بلکہ بجائے اسکے یہ دانشمندانہ طریقہ اختیار کیا گیا ہی کہ اسلامی حکومتوں، اسلامی قوموں، اسلامی معاشرت کے عیوب تاریخی پیرایہ میں ظاہر کئے جاتے ہیں اور عام تصنیفات قصوں، ناولوں، ضرب المثلوں کے ذریعہ سے وہ لٹریچر میں اس طرح جذب ہو گئے ہیں کہ تخیل کے مبادی سے بھی جدا نہیں ہو سکتے۔ اگرچہ یہ طریقہ کل اسلامی قوموں سے برتا جاتا ہی لیکن اسوقت مجکو خاص ترکوں سے بحث ہی یورپین لٹریچر پڑھکر ترکوں کی نسبت تحقیر کے خیالات نہ پیدا ہونے بعینہ ایسا ہی جیسا خواب آور دوا کھا کر نیند کا نہ آنا۔ یورپ میں مصنفین کا دائرہ بہت وسیع ہی۔ اور اس وجہ سے ان میں متعصب نیک دل ظاہر بین دقیق النظر ہر درجہ اور ہر طبقے کے لوگ ہیں۔ لیکن ترکوں کے ذکر میں وہ اختلاف مذاق بالکل زائل ہو جاتا ہے اور ہر ساز سے وہی ایک نکلتی ہے۔

مثلاً آجکل کے سچے سے سچے یورپین مصنف کی راست بیانی یہ ہی کہ وہ ترکی حکومت کے ذکر میں قرضہ کی گرانباری صنائع و فنون کا بقدر کافی موجود نہ ہونا۔ اضلاع میں تعلیم کی عدم وسعت۔ آلات و اسلحہ میں یورپ کی احتیاج۔ ان تمام امور کو بالکل راست راست لکھتا ہی لیکن جو اصلاحیں حال میں ہوئی ہیں اُنکے ذکر سے اسطرح دامن بچاتا ہی کہ گویا اصلاح کا سرے سے وجود ہی نہیں۔ خزانہ کا انتظام تمام اضلاع میں زراعتی بنکوں کا قائم ہونا۔ اور مدارس رشدیہ کی تعداد کا ۹۶ سے ۵۰۰ تک ترقی کر جانا بڑے بڑے کالجوں کا جاری ہونا۔ ریلوے کی وسعت ادائے قرضہ کے انتظامات۔ فوجی قوت کی ترقی ان واقعات کو بھولکر بھی نہیں لکھتا کسی قوم یا کسی شخص کے قابل ہجو یا ذم ثابت کرنیکا یہ نہایت آسان طریقہ ہی کہ اُسکے حالات اور واقعات کی یکرخی تصویر کھینچی جائے اور انصاف یہ ہی کہ یورپ نے اس فریب آمیز طریقے کو دنیا کی تمام قوموں سے زیادہ برتا ہی

ا؎ سلطان حال کے عہد میں جو علمی اور عملی ترقیاں ہوئی ہیں اُنکی تفصیل میں ایک مستقل کتاب لکھی گئی ہی جو قسطنطنیہ میں شائع ہوئی ہی اور خاص بحری ترقیوں کے ذکر میں راسم پاشا فندی کا رسالہ حال میں شائع ہوا ہی جسکا نام دور ترقی ہی۔

بے شبہہ یورپ میں ایسے فیاض دل بھی ہیں جنکو تعصب سے کچھہ واسطہ نہیں - لیکن بچپن سے جس قسم کے خیالات میں انھوں نے پرورش پائی ہی - اُنکے گرد و پیش معلومات کا جو سرمایہ ہی - جو آوازیں ہر طرف سے اُنکے کانوں میں آئی ہیں - اُن چیزوں کے مقابلے میں اُنکی بے تعصبی بھی کچھہ کام نہیں دیتی - ایک صاحب جو نہایت بے تعصب اور عالم شخص ہیں اور مجکو اُنکی خدمت میں نیاز حاصل ہے - قسطنطنیہ و مصر وغیرہ کا سفر کرکے واپس آئے تو میں نے اُنسے برسبیل تذکرہ پوچھا کہ آپ نے قاہرہ میں جامع ازہر کی سیر بھی کی؟ بولے مجکو اُسکی سیر کا بہت شوق تھا - لیکن میرے رہنما نے کہا کہ عیسائیوں کو وہاں جانیکی اجازت نہیں ہی اگرچہ واقعہ محض غلط ہے - میں خود جامع ازہر میں ایک مہینے سے زیادہ مقیم رہا اور میرے عیسائی احباب بے تکلف مسجد ہی میں مجھہ سے ملنے آتے تھے - لیکن چونکہ یوروپ میں مسلمانوں کا تعصب اور تنگ خیالی علوم متعارفہ کے قریب قریب ہے اُن صاحب کو اپنے رہنما کی بات کے یقین کرنے میں کیونکر تامل ہو سکتا تھا؟ -

طرہ یہ ہی کہ اگر کسی شخص نے عام شاہ راہ سے الگ ہوکر کچھہ کہا - یا لکھا تو یورپ کے نقار خانے میں اُسکی آواز طوطی کی آواز سمجھی جاتی ہی - ایک انگلش شہزادی نے پندرہ سولہ برس قسطنطنیہ میں رہکر دوازدہ سالہ حکومت عبد الحمید ثانی کے نام سے جو کتاب لکھی ہے - اگرچہ اُسکے اعتبار کے لئے مصنفہ کی علمی لیاقت پندرہ سولہ برس کا تجربہ - دریافت حالات کے صحیح وسائل یہ تمام قرائن موجود تھے - لیکن چونکہ ترکوں کی عیب گوئی میں یورپ کی ہمزبان نہ تھی - اُسکو استناد اور اعتماد کا درجہ نہ حاصل ہو سکا ہم نے تعلیم یافتہ اشخاص کو اُسکی نسبت یہ کہتے سنا ہی کہ عجب نہیں یہ کتاب فرضی مصنف کے نام سے خود ترکوں نے لکھی ہو یا اُس انگلش شہزادی کو سلطانی انعامات نے ایسی کتاب لکھنے پر مجبور کیا ہو - لیکن یہ کتاب اگر ترکوں کے معائب میں ہوتی تو اُن اشخاص کے نزدیک اُس کا ہر حرف قطعی یقینی ہوتا - پروفیسر ویمبری نے اپنے محققانہ تجربے سے ترکوں کی تہذیب و شائستگی پر جو مضامین لکھے وہ بھی اسی وجہ سے بے اثر رہے کہ پروفیسر مذکور نے ترکوں کی موجودہ علمی ترقی کا اعتراف کیا تھا -

ترکوں کی نسبت اگرچہ یورپ کے عام لٹریچر کی یہ حالت ہی لیکن ہمکو موقع کے لحاظ سے ترکی کے سفرناموں کا خاص طور پر ذکر کرنا چاہیے - کیونکہ یورپ کی تاریخی تصنیفات کا سرمایہ بھی بہت کچھہ انہیں سفرناموں سے لیا گیا ہے - سفرنامہ اگرچہ تاریخی سلسلہ کا ایک دلچسپ حصہ ہے لیکن جس قدر دلچسپ ہے

اسی قدر غلطیوں کے احتمالات سے مملو ہے۔

ایک بڑی غلطی جو عموماً سفرنامہ لکھنے والوں کو واقع ہوتی ہے جزئیات سے کلیات کا قائم کرنا ہے سفر میں انسان کو جن اشخاص سے سابقہ پڑتا ہے وہ اُنکے اخلاق عادات خیالات سے تمام قوم کی نسبت عام رائے قائم کر لیتا ہے۔ حالانکہ ممکن ہے کہ وہ امور انہیں چند اشخاص کے ساتھ مخصوص ہوں۔ اسی طرح ہر واقعہ سے وہ ایک عام نتیجہ نکالنا چاہتا ہے۔ اور واقعہ کے خاص اسباب کی جستجو میں نہ وہ اپنا وقت صرف کرنا چاہتا ہے نہ اُسکو اس قدر فرصت ملتی ہے۔

غلطی کا ایک بڑا سبب یہ ہے کہ جو شخص کسی ملک کا سفر کرتا ہے اُسکی نسبت پہلے سے اُسکے خیالات دوستانہ یا مخالفانہ ہوتے ہیں۔ وہاں پہنچکر اول اول جو کچھ وہ دیکھتا اور سنتا ہے وہ محض سرسری ہوتا ہے۔ اور چونکہ ایسی اجمالی واقفیت۔ استنباط نتائج کے لئے کافی نہیں ہوتی۔ اور وہ نتیجے قائم کرنے میں دیر تک انتظار نہیں کرسکتا۔ اسلئے وہ ہر واقعہ کے ساتھ قیاسات کو دخل دیتا جاتا ان قیاسات کے وقت وہ حسن ظن یا سوء ظن جو پہلے سے اُسکے دل میں موجود تھا چپکے چپکے اپنا کام کرتا ہے اور اُسکو خبر تک نہیں ہوتی۔ اس قسم کی غلطی کا احتمال اگرچہ دنیا کی تمام قوموں سے تعلق ہے لیکن یورپ والوں کو اسمیں خاص ترجیح حاصل ہے جسکی وجہ یہ ہے کہ استنباط نتائج میں یورپ والوں کو جو بے صبری ہے اور کسی قوم کو نہیں ہے۔ اسی کا اثر ہے کہ یورپ کا ایک عام سیاح یا پولیٹیشن اتفاق سے ہندوستان میں آنکلتا ہے تو صرف ہفتہ دو ہفتہ کے تجربے کی بنا پر یورپ کے اخباروں اور میگزینوں میں اس دعوے کے ساتھ بڑے بڑے آرٹکل شائع کرتا ہے کہ گویا ہندوستان کی معاشرت و تمدن کے تمام راز اُسپر کھل گئے ہیں۔

ایک اور بڑا سبب یہ ہے کہ سیاح کو چونکہ حالات کے دریافت کا نہایت شوق ہوتا ہے اس لئے وہ ہر شخص سے جو اُسکو ملجاتا ہے کچھ نہ کچھ معلومات کا سرمایہ حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اس تعجیل میں وہ ان تحقیقات کی کہ وہ شخص ثقہ ہے یا غیر ثقہ۔ روشن ضمیر ہے یا متعصب۔ دقیق النظر ہے یا ظاہر بین۔ کچھ پرواہ نہیں کرتا اور کرنا بھی چاہے تو کامیابی نہیں ہوسکتی۔ یورپ والے اس باب میں اور بھی بے احتیاط ہیں اکثر یورپین سیاح جو قسطنطنیہ کا سفر کرتے ہیں معمولاً بیوغلی اور غلطہ کے ہوٹلوں میں اُنکو ٹھہرنے کا اتفاق ہوتا ہے وہ جہاں کہیں جانا چاہتے ہیں۔ ایک گائڈ (رہنما) اُنکے ساتھ ہوتا ہے جو نہ صرف اُنکو عمارات و مقامات

کی سیر کراتا ہے بلکہ انکے تمام سوالات کا جو موقع بموقع وہ پوچھتے جاتے ہیں جواب دیتا جاتا ہے۔ یہ گائڈ عموماً عیسائی ہوتے ہیں۔ اور دو روپیہ روزانہ انکی اجرت ہوتی ہے۔ ان گائڈوں کی معلومات جس قسم کی ہو سکتی ہے ہر شخص خود اسکا اندازہ کر سکتا ہے۔

فاطمہ خانم نے اپنی کتاب کے دیباچہ میں لکھا ہے کہ یورپ کی معزز خاتونیں جن سے مجھکو ملنے کا اتفاق ہوا جب ترکی خاتونوں کے متعلق واقعات کے طور پر کچھ بیان کرتی تھیں تو مجھکو گمان ہوتا تھا کہ یہ کسی اور قوم کا تذکرہ ہے یا ناول کے قصے ہیں"۔ فاطمہ خانم نے اسپر لکھے دی ہے کہ ان بیچاریوں کا کچھ قصور نہیں۔ گائڈ جو کچھ سیاحوں سے کہدیتے ہیں انکو یقین کرنا پڑتا ہے"۔ ہمارے دوست جو جامع [illegible] کی سیر سے محروم رہ گئے تھے انکو بھی گائڈ ہی نے دھوکا دیا تھا۔

غرض یورپ کی تحریروں اور سفرناموں سے میرے سفرنامہ کا مختلف ہونا لازمی بات تھی اگرچہ اس اختلاف کے اسباب کے بیان کرنے میں اس قدر اطناب۔ کہ بجائے خود ایک مستقل مضمون بنجائے موزوں نہ تھا۔ ٹرکی کے سفر سے جو اثر میرے دل پر ہوا اسکا یہاں ظاہر کرنا چنداں ضروری نہیں۔ اس سفرنامہ کے پڑھنے سے خود اسکا پتہ لگ سکتا ہے۔ البتہ اس قدر کہنا ضروری ہے کہ سلطنت کی حیثیت سے اگر قطع نظر کیجائے تو مسلمانوں کی حالت وہاں بھی کچھ زیادہ مسرت اور اطمینان کے قابل نہیں ہے بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ بہت سی باتوں میں ہندوستان کے مسلمانوں کے قریب قریب ہے۔ صنعت سے انکو کچھ واسطہ نہیں تجارت میں انکا بہت کم حصہ ہے معمولی دکاندار تک یہودی یا عیسائی ہیں۔ پرانی تعلیم نہایت ابتر ہے اور جو نئی بنائی نئی تعلیم کے متعلق جو شکایت یہاں ہے وہاں بھی ہے پرانی تہذیب و نئی تہذیب میں ابھی تک کشاکش باقی ہے اور دونوں سے ملکر کوئی مرکب مزاج پیدا نہیں ہوا ہے۔ پرانے خیال والے ابھی تک زمانہ کی رفتار سے بیخبر ہیں۔ نئے مذاق کے لوگ جسقدر کہتے ہیں کرتے نہیں۔ ہمت، غیرت، جوش، عزم، استقلال کی بجائے کل قوم پر (من حیث الاغلب) افسردگی سی چھائی ہوئی ہے جو شخص حسب حال اپنے آپ پر قانع ہے۔ موجودہ حالت تو یہ ہے لعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا۔

۱؎ یہ ایک نہایت معزز اور تعلیم یافتہ خاتون ہیں۔ عربی و فارسی و ترکی کے علاوہ (جو اسکی مادری زبان ہے) فرنچ زبان بھی نہایت عمدہ جانتی ہیں۔ یورپ کو ترکی خاتونوں کی نسبت جس قسم کی غلط معلومات حاصل ہیں انکی اصلاح کیلئے انہوں نے ناول کے طور پر ایک کتاب لکھی ہے جسکا نام نساء المسلمین ہے۔ یہ کتاب عربی میں ترجمہ ہو گئی ہے۔ اور امریکہ کی نمائش میں پیش ہو کر وہاں کے اہتمام سے انگریزی میں بھی اسکا ترجمہ ہو گیا ہے۔ اردو میں بھی اسکا ترجمہ ہو گیا۔ اور محمڈن پریس علی گڈھ میں چھپا ہے۔ تمت بالخیر

سفر کا ارادہ اور آغاز

سفر کے ارادہ کا سبب

جس زمانہ میں مجھکو ہیروز آف اسلام کا خیال پیدا ہوا اُسی وقت یہ خیال بھی آیا کہ ہمارے ملک میں جسقدر تاریخی سرمایہ موجود ہے وہ اس مقصد کے لئے کسی طرح کافی نہیں ہو سکتا یہی خیال تھا جس نے اول اول اس سفر کی تحریک دل میں پیدا کی کیونکہ یقین تھا کہ مصر و روم میں اسلامی تصنیفات کا جو بقیہ رہ گیا ہے اُس سے ایک ایسا سلسلہ تالیف ضرور تیار ہو سکتا ہے۔

اگرچہ یہ عزم مستقل ہو چکا تھا لیکن چند در چند اسباب سے دیر ہوتی گئی۔ یہانتک کہ بظاہر اسکا نا امیدی سی پیدا ہو گئی۔ اور وہ عزم ایک ضعیف سا خیال رہ گیا۔ گذشتہ سال عجیب اتفاقی طور پر اس ارادہ کو تحریک اور تحریک کیساتھ تکمیل ہوئی پچھلے سال میں اکثر بیمار رہا یہانتک کہ علاج سے تنگ آکر تبدیل آب ہوا کا ارادہ کیا۔ چنانچہ مکان وغیرہ کے بندوبست کیلئے المورہ اور کشمیر میں دوستوں کو خط لکھے۔ اسی اثنا میں معلوم ہوا کہ مسٹر آرنلڈ۔ جو مدرسۃ العلوم کے پروفیسر فلاسفی اور میرے اوستاد ہیں (میں نے اُنسے فرنچ زبان سیکھی ہے) آج ہی کل ولایت جانیوالے ہیں۔ دفعۃً خیال آیا کہ مصر و روم کا سفر آب و ہوا کی تبدیل۔ مسٹر آرنلڈ کا ساتھ۔ اتفاق سے یہ سامان جمع ہو گئے ہیں۔ اس موقع کو ہرگز ہاتھ سے نہیں دینا چاہیئے چنانچہ اُسی وقت صاحب موصوف کے پاس گیا کہ میں بھی آپکے ساتھ چلتا ہوں انھوں نے نہایت خوشی ظاہر کی اور فرمایا کہ جہانتک ممکن ہے سفر کے ضروری کاموں میں تمکو کافی مدد دونگا۔

اُسوقت جہاز کی روانگی میں صرف تین چار روز باقی تھے۔ احباب اور اعزہ نے سنا تو سخت متعجب ہوئے اور اکثروں نے سمجھایا کہ اس جلدی اور بے سرو سامانی کے ساتھ اتنا بڑا لمبا سفر کونسی دانشمندی کی بات ہے۔ میں نے کہا ع ہرچہ بادا باد من کشتی در آب انداختم۔

کالج میں گرمیوں کی تعطیل معمولاً تین مہینے کی ہوا کرتی ہے۔ مدت ملازمت کے لحاظ سے مجھکو تین مہینے کی پریویلج رخصت کا حق تھا اس طرح دونوں کو ملا کر چھ مہینے کی رخصت ملگئی۔ اور ۲۱ اپریل ۱۸۹۲ء کو میں علی گڈہ سے چل کھڑا ہوا۔ مسٹر آرنلڈ۔ اپنے ایک دوست سے ملنے کیلئے ایک دو دن پہلے جھانسی روانہ ہو گئے تھے۔ جھانسی کے اسٹیشن سے اُنکا ساتھ ہوا اور تمام راہ بڑی خوشی سے سفر کٹی۔ مسٹر آرنلڈ نے حاجی رحمت اللہ ابن داؤد کو جو بمبئی کے ایک معزز اور روشن ضمیر تاجر ہیں خط

ذریعہ سے اپنے آنیکی اطلاع دیدی تھی جسمیں میری سعیت کا بھی ذکر تھا۔ چونکہ اتفاقاً ہمارے پہلے انتظام میں کسی قدر تبدیلی ہوگئی۔ ہم لوگ تاریخ معینہ سے دو دن بعد بمبئی پہونچے۔ مسٹر آرنلڈ ہیرا اور اپنا اسباب لیکر وسٹن ہوٹل کو گئے۔ میں بازار میں پھر رہا تھا کہ ایک لڑکے سے ملاقات ہوئی۔ میں نے اُس سے پوچھا کہ تم حاجی رحمت اللہ کو جانتے ہو۔ بولا کہ آپ مولوی شبلی تو نہیں ہیں میں اُسکے اس تفرس پر جو کشف سے کم نہ تھا حیرت زدہ ہوگیا۔ اُس نے کہا کہ ہم دو دن سے آپکے لئے حیران ہو رہے ہیں چلئے حاجی صاحب آپکا انتظار کر رہے ہیں۔ حاجی صاحب نے مسٹر آرنلڈ کو بھی ہوٹل سے بلا لیا اور ہم دونوں اُنکے باغ میں ٹھہرے +

جس روز ہم بمبئی پہونچے اُسکے دوسرے دن ہمارا جہاز روانہ ہونے کو تھا۔ اسلئے ہم نے اپنا تمام وقت سفر کے ضروری کاموں میں صرف کیا اور بمبئی میں جو اسلامی مدرسے اور انجمنیں ہیں اُنکی سیر نکر سکے کک کمپنی کی معرفت جہاز کا ٹکٹ لیا جس جہاز پر ہم جانیوالے تھے اُسکا کرایہ بمبئی سے پورٹ سعید تک سکنڈ کلاس کا [illegible] تھا میں نے یہ سخت غلطی کی کہ ریٹرن ٹکٹ نہیں لیا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ واپسی کیوقت پورٹ سعید سے بمبئی تک کے [illegible] پونڈ یعنی [illegible] دینے پڑے۔ پہلی مئی کو صبح ۹ بجے ہم جہاز پر سوار ہوئے۔ قریباً بارہ بجے جہاز نے لنگر اوٹھایا اور ہم نے بسم اللہ مجریہا ومرسٰہا پڑھکر ہندوستان کو خدا حافظ کہا۔ سیکنڈ کلاس میں صرف پانچ مسافر تھے اور یہ عجیب اتفاق کہ سب کے سب مختلف قوم اور مختلف نسل سے تھے۔ یعنی ایک مسلمان۔ ایک انگریز۔ ایک پارسی۔ ایک اسپینیر ایک سیاحی۔

جہاز کی حرکت اول اول تو چنداں ناگوار نہیں معلوم ہوئی۔ لیکن شام کے قریب طبیعت متغیر ہونی شروع ہوئی رات کا کھانا کھاکر سو رہے۔ صبح کو آنکھ کھلی تو عجیب کیفیت تھی۔ دوراں سر اور متلی کی ایسی سخت تکلیف تھی جو کسی طرح بیان میں نہیں آسکتی۔ دو دن تک غشی کی سی حالت رہی۔ جہاز کا ملازم کبھی کبھی چا بسکٹ۔ نارنگیاں لاتا تھا کہ کچھ کھالو۔ لیکن ان چیزون کے دیکھنے سے ابکائی آتی تھی مسٹر ارنلڈ چائے پی لیا کرتے تھے۔ اگرچہ ہضم نہیں ہوتی تھی۔ لیکن قے کرنے سے طبیعت ہلکی ہوجاتی تھی۔ ان کے اصرار سے میں نے بھی دو ایک بار چائے پیکر قے کی اور فائدہ محسوس ہوا۔ تیسرے دن ہم سب اُٹھ بیٹھے

سمندر کی ہوا

ہم سنا کرتے تھے کہ سمندر کی ہوا تندرستی کے لئے نہایت مفید ہے۔ درحقیقت جہاز کا سفر سو علاجوں کا ایک علاج ہے۔ میں جہاز پر سوار ہونے کے وقت تک ضعیف اور مضمحل تھا۔ لیکن روز بروز چاق و

دلچسپ ہوتا گیا۔ طبیعت کو ہر وقت نشاط رہتا تھا۔ اور بھوک خوب لگتی تھی ہم لوگوں کو پانچ دفعہ کھانا ملتا تھا۔ یعنی صبح کو آٹھ بجے چاے۔ دودھ۔ بسکٹ۔ گیارہ بجے معمولی کھانا جس میں متعدد قسم کے سالن ہوتے تھے۔ ایک بجے ٹفن۔ پانچ بجے ڈنر جس میں معمولی گوشت کے علاوہ مرغ۔ بط۔ کبوتر۔ ہر قسم کی پڈنگ۔ تر اور خشک میوے ہوتے تھے کبھی کبھی برف کی قفلیاں بھی ہوتی تھیں رات کو ۹ بجے چاے اور مکھن۔ ہر وقت کا کھانا پیٹ بھر کر کھاتے تھے اور سب ہضم ہو جاتا تھا۔

میں تمام دن دریا کے سیر و تماشے میں مشغول رہتا تھا۔ مسٹر آرنلڈ نے عربی پڑھنی شروع کر دی تھی ہمارے ساتھ جو اسپین کا عیسائی تھا۔ مسٹر آرنلڈ کے عربی پڑھنے سے بہت جلتا تھا۔ اکثر اُنکے پاس آتا اور تحقیر کے عربی حرفوں کو نہایت برے لہجہ سے ادا کرتا اور کہتا کہ یہ زبان اونٹوں کی زبان ہے اگرچہ مجکو اسکی ان حرکتوں سے رنج ہوتا تھا لیکن جو قوم ایک مدت تک ذلت کیساتھ عرب کے زیر دست رہ چکی تھی عرب اور عربی زبان کے ساتھ اُسکا یہ سلوک بیجا نہ تھا۔

پرند جانور جہاز پر ذبح کیے جاتے

چونکہ عام طور پر یہ مشہور ہے کہ جہاز پر پرند جانور ذبح نہیں کیے جاتے اور مولوی سمیع اللہ خانصاحب نے اپنے سفرنامہ میں تجربہ سے اسکی تصدیق بھی کی ہے۔ میں نے دو تین روز تک پرند کے گوشت کھانے سے پرہیز کیا۔ مسٹر آرنلڈ نے مجھسے اسکا سبب دریافت کیا۔ میں نے کہا کہ ہمارے مذہب میں منخنقہ حرام ہے۔ پوچھا کہ اس جہاز پر پرند جانور ذبح کیے جاتے ہیں۔ گردن مروڑ کر مارے نہیں جاتے۔ چونکہ شرعاً انکی تنہا شہادت کافی نہ تھی میں خود گیا اور اسکی تصدیق کی ذبح کرنے والا عیسائی تھا۔ وہ ذبح کرنے کے وقت کچھ پڑھتا نہ تھا صرف گردن پر چھری پھیر دیتا تھا۔ اگرچہ حنفیوں کے ہاں یہ ذبیحہ حلال نہیں لیکن اس مسئلہ میں چند دنوں کیلئے میں شافعی بن گیا تھا جنکے ہاں ہر طرح کا ذبیحہ جائز ہے۔

جہاز پر مسٹر آرنلڈ وہ آرنلڈ نہیں رہے تھے جو علی گڑھ میں تھے۔ نہ وہ متانت تھی نہ وہ کم آمیزی اکثر ہنسی مذاق کیا کرتے۔ بچوں سے کھیلتے اور جہاز کی چھت پر اچھلتے کودتے چلتے۔ میں نے حالات سفر کے متعلق ایک قصیدہ لکھنا شروع کر دیا تھا اور درحقیقت سمندر کی فضا کچھ ایسی دلچسپ اور نشاط انگیز ہے کہ موزوں طبع آدمی جہاز کے سفر میں خواہ مخواہ گنگنا اٹھتا ہے۔

۷ مئی ۱۸۹۲ء کو جہاز عدن پہنچا اور کنارہ سے کسی قدر فاصلہ پر لنگر انداز ہوا عدن میں بڑی دلچسپی یہ ہے کہ صومالی قوم کے بہت سے لڑکے ڈونگیوں پر سوار جہاز کے قریب آتے ہیں اور جہاز والوں

صومالی قوم کے مبتذل حرکات

سے انعام لینے کے لئے عجیب عجیب مبتذل حرکتیں کرتے ہیں - کچھ ناچتے ہیں گاتے ہیں کچھ الیسین ملکہ
چند بے معنی الفاظ کہتے ہیں اور تالیاں بجاتے ہیں بڑا کمال یہ ہے کہ لوگ دوانی چونی پیسے جو کچھ اُن کو
انعام دینا چاہتے ہیں سمندر میں پھینکدیتے ہیں - اور وہ غوطے مار کر نکال لاتے ہیں اکثر انگریز اس
تماشے میں مشغول تھے اور آرنلڈ کو بھی اس میں مزہ آتا تھا - لیکن میری کچھ اور حالت تھی - چونکہ غلطی
سے میرا یہ خیال تھا کہ یہاں عموماً عرب آباد ہیں اس لئے یہ طبعی بات تھی کہ میں انکو عزت اور محبت کی
نگاہ سے دیکھتا لیکن وہ انعام لینے کے لئے ایسی مبتذل ناموزون اور حقیر حرکات کرتے تھے کہ کسی
طرح طبیعت کو گوارا نہیں ہو سکتا تھا - حیرت ہوتی تھی کہ عرب کی یہ حالت ہو کہ غیر قوموں کے سامنے اس قسم
کی حرکات سے انکو شرم نہیں آتی - ان خیالات سے بے اختیار میرا دل بھر آتا تھا یہانتک کہ آنکھوں
سے آنسو جاری ہو گئے اور بے اختیار زبان سے نکلا کہ [illegible] آرنلڈ پاس تھے - میری تغیر حالت پر
انکو خیال ہوا - انہوں نے دل کی کیفیت اور اسکا سبب بیان کیا - ایک بار آنکھ اٹھا کر میری طرف دیکھا
اور چپ ہو رہے شہر میں جاکر جب میں نے تحقیق کی اور تمام باتوں سے ثابت ہو گیا کہ صومالی قوم
عرب نہیں ہے تو مجھکو کسی قدر تسکین ہوئی - یہی غصہ اور رنج تھا جسکی وجہ سے میں نے قصیدۂ سفریہ
میں اس کمبخت قوم کی سخت ہجو کی ہے اور درحقیقت وہ اسکے مستحق ہیں -

چونکہ وقت کم تھا اسلئے میں شہر کے اندرونی حصے کو نہ دیکھ سکا - ہندوستان کو خط روانہ کئے
ایک خط کے سرنامہ پر یہ اشعار لکھے جو اسی وقت موزوں ہوئے تھے

چون کمر بستیم بہر این سفر از روی عزم — دشمن و ہم دوست را در پیچ و تاب انداختم
ہر کسی را بس شگفت آمد کہ حال چیست این — تا چرا خود را بدین سان در عذاب انداختم
ہر یکے پندم ہمی داد و ہمے گفتے کہ من — زین سخن از عارض معنی نقاب انداختم
چون سماجت را ز حد بردند گفتم بس کنید — ہر چہ بادا باد من کشتی در آب انداختم

عدن کی زبان

عدن کی زبان عموماً عربی ہے - اور پارسی - ہندو - بنگالی - جو تجارت یا نوکری کے ذریعہ سے یہاں
رہتے ہیں بے تکلف عربی بولتے ہیں چونکہ میں نے کبھی کسی ہندو کی زبان سے اس مقدس زبان
کے الفاظ نہیں سنے تھے - بنیوں اور بقالوں کو ابن تردم ما ینبغی بولتے دیکھکر عجیب مزہ آتا تھا
یہاں کی زبان گو عربی ہے لیکن نہایت بیہودہ اور غیر فصیح ہے - اگرچہ آجکل تمام آن ملکوں میں

جہان عربی بولی جاتی ہو قدیم عربی نہیں - لیکن عدن کی زبان سب سے نرالی ہے دو چار معمولی الفاظ کے
سوا میں کچھ نہیں سمجھ سکا - غالباً یہان کی زبان ایک مدت سے اجنبیون کے اختلاط سے خراب
ہوتے ہوتے اس حالت کو پہونچی ہے علامہ مقدسی جو عرب کا ایک نامور سیاح گزرا ہی - اور جس نے
چوتھی صدی کے آغاز میں دنیا کا سفر کیا تھا اپنے جغرافیہ میں لکھتا ہے کہ عدن میں جو قومیں بستی ہیں
اُن میں زیادہ اہل فارس ہیں علامہ موصوف نے یہ بھی لکھا ہے کہ یہان عموماً جیم کے بجائے
کاف بولتے ہیں - اور رجلیہ کے بجائے رجلینہ - علی ہذا جب علامہ موصوف کے عہد میں یہ حال
تھا تو مرہٹون اور گجراتیون کے اختلاط کے بعد یہان کی زبان کی نسبت کیا شکایت ہو سکتی ہی -

عجیب غریب بندر

عدن میں ایک جرمنی ہمارے جہاز پر سوار ہوا جو جرمن کے مشہور عجائب خانہ کا ملازم ہی اور
مدت تک ان اطراف میں رہکر یورپ کو واپس جا رہا ہی - سیاحی و تجارت کی بدولت وہ متعدد
زبانون میں بے تکلف بات چیت کر سکتا ہی - جب وہ جہاز کے افسرون سے اٹالین میں آئرلنڈ
سے انگریزی میں - مجھ سے عربی میں گفتگو کرتا تھا تو مجھکو سخت تعجب اور رشک ہوتا تھا کبھی
میز پر جب ہم سب جمع ہوتے تھے تو یہی ایک شخص تھا جو سب کا ترجمان بنتا تھا - اُسنے عربیا
افریقہ کے جنگلون سے بہت سے عجیب غریب جانور بہم پہونچائے ہیں ایک بڑی [illegible]
کے بندر تھے - جن کی ہیئت معمولی بندرون سے کچھ الگ تھی ان میں زیادہ تر تعجب انگیز بات
یہ تھی کہ جب وہ کسی کو اپنی طرف آتا دیکھکر غل مچاتے تھے تو انکی آواز سے بعض حروف سمجھ میں آتے
تھے - میں نے اولاً خیال کیا کہ ہم لوگ جسطرح مثلاً بلی کی آواز کو میاؤں سے تعبیر کرتے ہیں یہ بھی انکی
قسم کے فرضی الفاظ ہیں - لیکن چند بار میں نے غور سے سنا تو صاف صاف ال اور یا کی آواز محسوس
ہوتی تھی - یہانتک کہ اگر کوئی شخص پردے سے سنتا تو ہرگز خیال نہ کر سکتا کہ بندر کی آواز ہے
مسٹر آرنلڈ سے اس کا ذکر کیا تو اُنھون نے بھی تصدیق کی غالباً اسی قسم کی مثالون سے یورپ میں
بعض لوگون کو خیال پیدا ہوا ہی کہ بندر بھی بول سکتے ہیں چنانچہ مشہور ہی کہ ایک صاحب نے مدت کی
تجربے اور تحقیق کے بعد اس زبان کے چند حروف دریافت کئے ہیں -

ایک ناگوار واقعہ

عدن سے چونکہ دلچسپی کے نئے سامان پیدا ہوگئے تھے اس لئے ہم بڑے لطف سے سفر کر رہے
تھے - لیکن دوسرے ہی دن ایک پرخطر واقعہ پیش آیا جس نے تھوڑی دیر تک مجھکو سخت

پریشان رکھا۔ ۱۰ مئی کی صبح کو میں سوتے سے اٹھا تو ایک ہم سفر نے کہا کہ جہاز کا انجن ٹوٹ گیا
میں نے دیکھا تو واقعی کپتان اور جہاز کے ملازم گھبرائے پھرتے تھے اور اسکی درستی کی تدبیرین کر رہے
تھے انجن بالکل بیکار ہو گیا تھا۔ اور جہاز نہایت آہستہ آہستہ ہوا کے سہارے چل رہا تھا میں سخت گھبرایا
اور نہایت ناگوار خیالات دل مین آنے لگے اس اضطراب میں اور کیا کر سکتا تھا دوڑا ہوا مسٹر آرنلڈ
کے پاس گیا۔ وہ اسوقت نہایت اطمینان کیساتھ کتاب کا مطالعہ کر رہے تھے میں نے ان سے
کہا کہ آپ کو کچھ خبر بھی ہی۔ بولے ہان انجن ٹوٹ گیا ہے۔ مین نے کہا کہ آپ کو کچھ اضطراب نہیں؟
بھلا یہ کتاب دیکھنے کا کیا موقع ہی؟ فرمایا کہ جہاز کو اگر برباد ہی ہونا ہی تو یہ تھوڑا سا وقت اور بھی قدر
کے قابل ہی اور ایسے قابل قدر وقت کو رائگان کرنا بالکل بے عقلی ہی انکے استقلال اور جرارت سے
مجکو بھی اطمینان رہا۔ آٹھ گھنٹے کے بعد انجن درست ہوا اور بدستور چلنے لگا۔

مسٹر آرنلڈ کا استقلال

۱۲ مئی کو جہاز سویز پہونچا اور تین چار گھنٹے کے لئے ٹھہرا مصری عرب۔ پنیر۔ کھجور روٹیان
بیچنے کے لئے لائے ان میں سے ایک نے مجکو ہندوستانی خیال کرکے اردو میں باتین کرنی شروع
کین مجکو تعجب ہوا اور جب دریافت سے معلوم ہوا کہ اسنے کبھی ہندوستان کی صورت نہیں دیکھی تو اردو
کی عالمگیری پر مجکو اور بھی تعجب ہوا۔ ۱۴ مئی کو ہم پورٹ سعید پہونچے اور نہایت افسوس کیساتھ مجکو
مسٹر آرنلڈ سے جدا ہونا پڑا۔ بمبئی سے مین نے برنڈزی تک کا ٹکٹ لیا تھا۔ پورٹ سعید پہونچکر یہ
خیال ہوا کہ برنڈزی تک تو آرنلڈ کا ساتھ ہی لیکن وہان سے قسطنطنیہ تک ایک ہفتہ کا سفر ہے
اتنی مدت تک محض اجنبیوں سے سابقہ اور زبان اور ملک کی اجنبیت کی وجہ سے ہر کام میں دقت
ہوگی اس خیال کی بنا پر مین نے پہلی اسکیم بالکل بدل دی اور ارادہ کر لیا کہ شام کے راستہ سے قسطنطنیہ
جاؤن گا۔

جہاز نے جس وقت لنگر کیا۔ کک کمپنی کا ایک ملازم اپنے مسافرون کی خبرگیری کے لئے جہاز پر آیا
جہاز کنارہ سے ذرا فاصلہ پر کھڑا ہوتا ہی۔ اس لئے مسافرون کے اتارنے کے لئے کک کمپنی کی طرف سے
ایک چھوٹی سی کشتی ہمیشہ تیار رہتی ہے۔ ان بندرگاہوں میں جہاز سے اترنے کے وقت ناتجربہ کار
آدمی کو سخت مصیبت پیش آتی ہی۔ جہاز کے لنگر کرنے کے ساتھ قلی اور ملاح ہر طرف سے ٹوٹ پڑتے
ہیں اور مسافرون کو سخت پریشان کرتے ہیں۔ انکے ہجوم۔ شور و غل اور اسباب کی چھینا جھپٹی میں مسافر

بالکل بدحواس ہوجاتا ہی۔ بہزار دقت کنارے پر پہونچا تو گھنٹوں کرایہ کی بحث اور تکرار رہتی ہی ان بلاؤں سے محفوظ رہنے کا عمدہ طریقہ یہ ہی کہ کک کمپنی کے ملازموں کے سوا۔ اور کسی سے کچھ واسطہ نہ رکھے۔

ہم کنارے پر پہونچے تو شیوبل نے جو پہلے سے ہمارے انتظار میں کھڑا تھا بڑھکر ہم سے ٹیک ہنڈکی یہ شخص قوم کا یہودی ہی اور کک کمپنی کی طرف سے مسافروں کی خبرگیری اور ہر قسم کی مدد دینے کے لئے متعین ہی۔ وہ متعدد زبانیں جانتا ہی اور بالخصوص عربی۔ انگریزی۔ فرنچ نہایت بے تکلفی سے بول سکتا ہی۔ لطف یہ ہی کہ اردو میں بھی نہایت آسانی سے بات چیت کر سکتا ہی جس کی وجہ یہ ہی کہ ایک مدت تک ہندوستان میں رہ چکا ہی۔ ہم اسکے ساتھ اسکے دفتر میں گئے۔ دفتر کا مکان لب دریا ہی اور میز کرسی سے اچھی طرح آراستہ ہی۔ میز پر ہمیشہ بہت سے اخبارات موجود رہتے ہیں جن میں زیادہ تر جہازوں کے متعلق خبریں اور اشتہارات ہوتے ہیں۔ سب سے پہلے ہم نے اس سے ٹکٹ بدلوانے کی بابت گفتگو کی یعنی یہ کہ اگر ہم یہاں اتر جائیں اور قسطنطنیہ کا نیا ٹکٹ لیں تو زاید کرایہ ہم برنڈزی تک کا دے چکے ہیں وہ مجرا مل سکتا ہی یا نہیں۔ چونکہ وہ خود اسکا جواب نہیں دے سکتا تھا کمپنی کے بڑے دفتر میں گیا اور وہاں سے واپس آکر کہا کہ تم اسی ٹکٹ سے قسطنطنیہ تک جا سکتے ہو صرف دو پونڈ یعنی ۳۲ روپے اور دینے ہونگے۔ میں بہت خوش ہوا اور اس کارگذاری کے صلے میں آٹھ روپے اسکے نذر کئے۔ یہ بھی حسن اتفاق تھا کہ قسطنطنیہ جانے والا جہاز اسوقت تیار تھا ورنہ پندرہ دن تک پورٹ سعید میں ٹھہرنا پڑتا۔

پورٹ سعید

پورٹ سعید ایک چھوٹا سا خوبصورت بندرگاہ ہی۔ آبادی کے دو حصے ہیں جو حصہ دریا سے متصل ہے اس میں عموماً یورپین سوداگر رہتے ہیں۔ اور بہت بڑے بڑے ہوٹل۔ قہوہ خانے اور تھیٹر وغیرہ ہیں۔ ایک قہوہ خانہ میں دریا کے کنارے پر ہے اور بہت ہی پر فضا ہے۔ نہایت ترتیب کے ساتھ سنگ مرمر کے تختے کی چھوٹی چھوٹی میزیں اور انکے گرد کرسیاں لگی ہوئی ہیں۔ قہوہ چائے توس۔ بسکٹ ہر وقت تیار رہتا ہی۔ اس حصے میں کثرت سے دکانیں ہیں اور نہایت شاندار اور آراستہ ہیں۔ دوسرے حصہ میں زیادہ تر یہاں کے اصلی باشندے سکونت رکھتے ہیں لیکن افسوس ہے کہ تمام چیزیں نہایت پست حالت میں ہیں۔ ہوٹل کے بجائے باورچیوں کی کثیف دکانیں ہیں۔

اول اول جب میں اس شہر کی سیر کو نکلا تو ہر چیز کو بڑی شوق اور استغراب کی نگاہ سے دیکھتا تھا

کیونکہ یہ پہلا موقع تھا کہ میں نے سلطنت اسلام کی آبادی دیکھی (حرمین شریفین کی زیارت سے گو
اس سے پہلے مشرف ہوچکا تھا لیکن وہ خدا کا ملک ہی اور میں دنیوی سلطنت اور حکومت کا ذکر کرتا
ہوں) جب کوئی بلند اور شاندار عمارت دیکھتا تو اس خیال سے خوش ہوتا کہ الحمدللہ ان ملکوں میں مسلمان
خوشحال اور دولتمند ہیں لیکن دریافت کرنیکے بعد معلوم ہوتا کہ کسی یورپین سوداگر کا مکان ہی سارے
شہر میں ایک بھی عمدہ دکان یا بلند عمارت کسی مسلمان کی نہ تھی - افسوس ہم بزمین کہ رسید ہم آسمان
پیداست - البتہ یورپین آبادی کے خاتمہ پر ایک شاہی مسجد ہی اور وہ بہت پر رفعت و شاندار ہی
تھوڑی دیر بازار میں پھر پھرا کر قسطنطنیہ جانے والے جہاز پر سوار ہوا - شیمپل اور مسٹر آرنلڈ
ساتھ تھے چونکہ یہ بیت المقدس کے حج کا زمانہ تھا اسلیے فرسٹ اور سکنڈ دونوں درجے عیسائی
حاجیوں سے بھرے ہوئے تھے - مسٹر آرنلڈ نے کہا مجکو ڈر ہے کہ تمکو تکلیف نہ پہونچے یہ لوگ مذہب کے
سخت پابند ہیں اور اس لیے ضرور ہی کہ ان میں تعصب ہو - تم غیر مذہب ہو غیر قوم ہو تمہاری
معیت انکو کیونکر گوارا ہوگی - لیکن مجکو تجربے کے بعد معلوم ہوا کہ مسٹر آرنلڈ کا خیال صحیح نہ تھا وہ
لوگ پابند مذہب تھے لیکن فرنچ اور اطالین تھے انگریز نہ تھے اس لیے کم آمیزی اور [illegible]
انگریز جو فاتح قوم کی مخصوص صفتیں ہیں انمیں بالکل نہ تھیں - مسٹر آرنلڈ تھوڑی دیر کے بعد رخصت
ہوگئے میں نے انکو خدا حافظ کہا - اور ساتھ ہی یہ فکر پیدا ہوئی کہ دیکھئے تنہائی میں اب کیونکر گذرتی ہی

۱۵ مئی کو جہاز یافہ پہونچا ہمارے اکثر یورپین ہمسفر یہاں اتر گئے - بیت المقدس یہاں سے
صرف رات بھر کا راستہ ہی - چونکہ وقت کم تھا اس لیے میں یہاں اتر نہ سکا -

۱۶ مئی کو بیروت پہونچے - یہاں جہاز عموماً دوپہر سے کم نہیں ٹھیرتا - چونکہ یہ ایک تاریخی مقام
اور نہایت قدیم شہر ہے اسلیے میں اسکے دیکھنے کا بہت شائق تھا کنارے پر پہونچکر بڑی دقت پیش
آئی کہ وہاں تذکرہ یعنی پروانہ راہداری کے بغیر کسی کو اترنے نہیں دیتے تھے - میں ہندوستان سے اس
عجلت میں چلا تھا کہ پاسپورٹ لینے کا موقع نہیں ملسکا تھا - پہلے تو میں بہت گھبرایا کہ افسوس
یہ سیر مفت میں رہی جاتی ہے - لیکن پھر خیال آیا - اور میں نے ان لوگوں سے کہا کہ میں یہاں ٹھیرنا نہیں
چاہتا صرف سیر کرنی مقصود ہی ان لوگوں میں [illegible] کیونکہ [illegible]
کا رہنے والا ہوں غریب الوطن سمجھکر مہربانی کی اور ایک آدمی ساتھ کردیا کہ یہ تمکو شہر کی سیر کرادیگا

بیروت کی سیر

چونکہ پہلے سے ارادہ تھا کہ قسطنطنیہ سے واپس آتے ہوئے یہاں دو ایک روز قیام کرونگا - اس لئے اس دفعہ صرف سرسری طور پر بازار وغیرہ کی سیر کی - کتابوں کی دکانیں دیکھیں - گذرگاہ عام پر ایک قہوہ خانہ تھا - تھوڑی دیر تک وہاں ٹھہرا - اور راہ چلتوں کا تماشا دیکھتا رہا جب کوئی شخص شان و شوکت کے ساتھ گاڑی یا گھوڑے پر سوار سامنے سے گذرتا تو میں اپنے رہنما سے پوچھتا کہ کون ہے اور اکثر وہ یہ جواب دیتا کہ "وہ عیسائی" ۔

یہاں سب سے زیادہ مجھکو یہ بات پسند آئی کہ تمام دکاندار و پیشہ والے حتی کہ قلی اور مزدور بھی نہایت وضع اور پاکیزہ لباس تھے - تین چار گھنٹے ادھر ادھر پھر کر واپس آیا - ایک اچھی رقم رہنما صاحب کی نذر کی اور انسے رخصت ہو کر جہاز پر پہونچا ۔

پورٹ سعید سے سفر کی حالت میں جو تجدد ہوا وہ یہ تھا کہ بمبئی سے پورٹ سعید تک جہاز پر کوئی مسلمان نہ تھا - یہاں پہنچکر دو ایک مسلمان نظر آئے - اور بیروت میں تو سارا جہاز شامی عربوں سے بھر گیا - بدقسمتی سے فرسٹ اور سکنڈ کلاس کو تو یہ عزت نصیب نہیں ہوئی لیکن تھرڈ کلاس اور نیچے درجے میں ہر طرف مسلمان ہی مسلمان تھے - میں شروع سفر سے مسلمانوں کی صورت کو ترس گیا تھا یہ مجمع دیکھکر حد سے زیادہ خوشی ہوئی فرسٹ کلاس کی چھت نہایت صاف اور پر فضا جگہ تھی اور میں اکثر وہیں بیٹھکر دریا کی سیر کیا کرتا تھا لیکن جب یہ صحبت نصیب ہوئی تو میں نے بھولکر بھی ادھر قدم نہیں رکھا ۔

اول اول مجھکو ان لوگوں سے میل جول پیدا کرنے میں سخت دقت پیش آئی - یہ لوگ چھت پر جا بجا پھیلے ہوئے تھے - اور دو دو چار چار آدمیوں کی الگ الگ جماعتیں تھیں - میں بڑے شوق سے ایک کے پاس گیا لیکن وہ مطلقاً متوجہ نہ ہوئے جس شخص کے پاس کھڑا ہوا اس نے ایک بار آنکھ اٹھا کر میری طرف دیکھا اور گردن نیچی کر لی - مجھکو اس بداخلاقی پر سخت تعجب ہوا - دل میں کہتا تھا کہ عربوں کی مہمان نوازی کی یہ کچھ تعریفیں سنی تھیں! انکو تو بات چیت میں بھی مضائقہ ہے - ان میں مدرسہ حمیدیہ کے چند طالب علم تھے جو رخصت لیکر وطن میں آئے تھے - اور اب قسطنطنیہ جا رہے تھے وہ کبھی دل بہلانے کے لئے عربی دیوان پڑھا کرتے تھے - میں نے خیال کیا کہ ہمفنی کے ذریعے سے تعارف پیدا کروں چنانچہ انکے پاس جا بیٹھا اور دخل در معقولات کے طور پر اپنی مولویت اور علمیت جتانی شروع کی وہ اسپر بھی متوجہ نہ ہوئے میں اپنا سا منہ لیکر چلا آیا - لیکن مجھکو یقین تھا کہ اس واقعہ کا ضرور کوئی خاص سبب ہے اتفاق سے ایک موقع پر ایک

شخص نے میرا مذہب پوچھا میں نے کہا دو اسلام " بولا لا واللہ ھذا طربوش المسلمون یعنی ہرگز نہیں
کہیں مسلمان بھی ایسی ٹوپی اوڑھتے ہیں " بدقسمتی سے میرے سر پر ایرانی ٹوپی تھی اور اس وجہ سے تمام
عرب مجکو مجوسی سمجھتے تھے - یہ معما جب حل ہوا تو ہم نے ان لوگوں کے دل سے اس بدگمانی کو رفع
کر دیا اور پھر وہ ایسے شیر و شکر ہوئے کہ ایک دم کو بھی ہم سے جدا ہونا نہیں چاہتے تھے ۔ مدرسہ حمیدیہ کے طلبا سے
زیادہ صحبت رہتی تھی - قسطنطنیہ کے متعلق میں نے بہت سی ضروری باتیں انسے دریافت کیں اور
درحقیقت ان معلومات سے مجکو بہت فائدہ ہوا -

اس بات کا اثر کہ اب ہم اسلامی دنیا میں ہیں جہاز پر بھی محسوس ہوتا تھا - بمبئی سے سویز تک
تھرڈ کلاس کے مسافروں کیساتھ قلیوں کی طرح برتاؤ کیا جاتا تھا لیکن ان ممالک میں یہ حالت
بالکل بدل گئی - جہاز کے افسر اور ملازم جو عموماً یورپین ہیں ان مسافروں کو دل میں جو کچھ سمجھتے ہوں
لیکن ظاہر میں ایسے کوئی برا برتاؤ نہیں کر سکتے تھے - متعدد موقعے پیش آئے جنمیں میں نے دیکھا کہ زیادتی
مسلمانوں ہی کی طرف سے ہوتی تھی لیکن افسران جہاز کو اغماض کرنا پڑتا تھا -

۲۵ اپریل کو جہاز سائپرس [1] پہنچا یہ ایک مختصر سا جزیرہ ہے جو بحر روم میں واقع ہے اور جسکو عربی میں قبرس
کہتے ہیں یہ جزیرہ اسلام کی قدیم فتوحات کی یادگار ہے - حضرت عثمان رض کے زمانے میں ۲۷ھ میں امیر معاویہ
نے اسپر حملہ کیا - شہر والوں نے اسپر صلح کی کہ جس طرح ہم سلطنت روم کو خراج دیتے ہیں تمکو بھی سات
ہزار دو سو دینار سالانہ دیا کرینگے - اور ہم میں اور رومیوں میں کبھی جنگ ہوگی تو ہمکو کسی سے واسطہ نہ ہوگا
امیر معاویہ نے یہ شرط قبول کر لی - لیکن ۳۲ھ میں ان لوگوں نے خلاف عہد مسلمانوں کے مقابلے میں
رومیوں کو مدد دی امیر موصوف نے پانسو کشتیوں کے بیڑے کے ساتھ دوبارہ چڑھائی کی اور نہایت
آسانی سے فتح کر لیا تاہم تعداد خراج اور صلح کی شرطیں وہی رہنے دیں - انکے حکم سے بارہ ہزار عرب
وہاں جا کر آباد ہوئے اور مکانات اور مسجدیں تعمیر کیں - ایک مدت کے بعد یہ جزیرہ مسلمانوں کے ہاتھ سے
جاتا رہا - اور کئی بار فتح ہو ہو کر پھر نکل گیا - سب سے اخیر ترکوں نے ۱۵۷۰ء میں عیسائیوں سے چھین
لیا اور اب تک انہی کے قبضہ میں تھا - روم و روس کی اخیر جنگ میں انگریزوں نے اس شہر پر لیا

سائپرس

[1] جغرافیہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ زمانہ قدیم میں اس جزیرہ میں لوصوبے بارہ شہر آٹھ سو پانچ گاؤں اور [illegible] تھے ترکوں نے ۱۵۷۰ء میں اسپر قبضہ کیا - اب باشندے ستر ہزار ہیں انگور کی شراب نہایت مشہور ہے اور حریر بھی عمدہ ہوتا ہے ۱۲

سالانہ خراج جو سلطان کو ملتا تھا اب بھی ملتا رہے گا چنانچہ اب وہان انگریزی حکومت اور انگریزی انتظام ہے -

اس جزیرہ مین لزمکہ اور لماسون دو بڑے بڑے شہر ہیں اور دونون جگہ تھوڑی دیر کیلئے جہاز لنگر کرتا ہے - مین نے لماسون کی سیر کی چونکہ یہاں انگریزی حکومت ہے اس لئے راہداری کے پروانہ کی چندن وجہ نہ تھی - میں شہر میں داخل ہوا تو میرے سر پر ایرانی ٹوپی اور بدن میں شیروانی اچکن تھی - غالباً وہان کے لوگون نے یہ وضع کبھی دیکھی نہ تھی - میں جدھر سے گذرتا لوگ تعجب سے دیکھتے اور کہیں کھڑا ہوتا تو تماشائیون کی بھیڑ لگ جاتی - سب سے پہلے میں جامع مسجد میں گیا مسجد کے متصل ایک مکتب ہے - وہان ایک مولوی صاحب جو نہایت باوقار اور خوش لباس تھے ابتدائی صفونکو درس دے رہے تھے - میں نے سلام علیک کی وہ کھڑے ہو گئے اور نہایت مہربانی سے سلام کا جواب دیکر بیٹھنے کا اشارہ کیا - لڑکے تپائیون پر بیٹھے ہوئے تھے - مین بھی انکے برابر بیٹھ گیا مولوی صاحب کے اشارہ سے ایک لڑکے نے قرآن مجید کی چند آیتین پڑھین - میرے دل پر عجیب اثر ہوا خیال آتا تھا کہان وہ حجاز کا ریگستان! کہان بحر روم کے دور دراز جزیرے! اس مقدس کلام (قرآن) میں کیا تاثیر تھی کہ مشرق سے مغرب تک برقی قوت بن کر دوڑ گئی - اور آجتک باقی ہے وہ معصوم لڑکا خوش لحن بھی تھا اور اصول قرات کے مطابق پڑھتا تھا - اتفاق سے آیتین بھی موثر تھین - ان باتون نے مجھکو بالکل مدہوش کر دیا اور دیر تک ایک عجیب حالت طاری رہی -

اگرچہ پندرہ سولہ برس سے انگریز یہاں حکومت کر رہے ہیں لیکن حکمت عملی کے لحاظ سے طرز انتظام میں بہت سی قدیم باتین قائم رکھی ہیں - محکمہ قضا بالکل الگ ہے اور شرعی مقدمات سے حکومت انگریزی کو کچھ واسطہ نہیں - اتفاق سے مجھکو قاضی صاحب سے بھی نیاز حاصل ہوا بہت خلیق اور باوقار آدمی ہیں - تعلیم کا طریقہ بالکل ترکی انتظام کے مطابق ہے - تمام مکتبون اور مدرسون میں ترکی سررشتہ تعلیم کی کتابین پڑھائی جاتی ہیں جن مکتب کا مین نے ابھی ذکر کیا اسمین قرآن مجید فقہ کا ابتدائی رسالہ - تاریخ - جغرافیہ درس میں داخل ہے اور تعلیم نہایت خوبی سے ہوتی ہے قسطنطنیہ سے واپسی کے وقت بھی میں اس مکتب میں گیا تھا - صبح کا وقت تھا اور مدرس صاحب اس وقت تک تشریف نہیں لا چکے تھے - دو تین لڑکے موجود تھے وہ نہایت ادب اور خوش اخلاقی سے پیش آئے

مجھ سے پوچھا کہ آپکا وطن کہان ہے۔ مین نے کہا ہندوستان۔ بولا "ہندوستان ایک وسیع ملک ہے
خاص شہر کا نام بتلایئے" مین نے علی گڈہ کا نام لیا۔ کہنے لگا مین نقشہ مین دیکھتا ہون کہان واقع
ہے ہندوستان کا نقشہ سامنے آویزان تھا۔ اُس نے ایک سرسری نگاہ ڈالی اور فوراً علی گڈہ پر انگلی
رکھکر کہا "وہ یہان ہے" اسکی عمر نو دس برس سے زیادہ نہ تھی اس لیے مجھکو اسکی اس تیزی اور یادداشت
پر تعجب ہوا۔ مین نے پوچھا تمہارا بادشاہ کون ہے "وہ آفندم" آفندی ترکی زبان مین جناب مخدوم کے
معنی ہین۔ اور جب میم متکلم کے ساتھ استعمال کیا جاتا ہے تو عموماً اس سے سلطان مراد ہوتے ہین۔ مین نے
کہا وہ یہان تو انگریزی حکومت ہے" بولا کہ وہ یہان مستاجری کے طور پر لیا ہے۔ اور سالانہ خراج
ادا کرتے ہین" انگریزون کی حکمت عملی نہایت دانشمندانہ ہے کہ کسی ملک پر قبضہ کرتے ہین تو اس تدریج اور
آہستگی سے کہ ملک والون کو انقلاب حکومت کی خبر بھی نہیں ہوتی۔

یہان کی زبان ترکی ہے۔ اور یہان سے قسطنطنیہ تک ہر شہر اور قصبہ کی یہی زبان ہے اس سے
ترکون کی حکومت کی سطوت کا اندازہ ہوتا ہے کہ اُنھون نے ممالک مفتوحہ کی زبان تک بدل دی ایشیائے
کوچک اتنا بڑا وسیع ملک ہے اور کثرت سے عیسائی آبادی ہے جنکی زبان کسی زمانہ مین یونانی یا لاٹینی
تھی۔ لیکن اب تمام ملک مین ترکی بولی جاتی ہے۔ سپرس کے مولوی صاحب اور قاضی صاحب جنکا
مین نے ذکر کیا۔ اگرچہ عربی بخوبی جانتے تھے۔ لیکن بول نہیں سکتے تھے۔ البتہ معمولی جملے سمجھ لیتے
تھے۔ اور اسی سہارے پر مین نے اُن سے بات چیت کی تھی۔

مجھکو اس قدر قلیل زمانہ مین یہان کے مسلمانون کی حالت کا صحیح اندازہ تو کیا ہو سکتا تھا لیکن ظاہر
طور سے قیاس ہوتا تھا کہ اچھی نہیں جس قدر بلند مکانات یا عمدہ دکانین نظر آئین دریافت سے معلوم
ہوا کہ کل عیسائیون کی ہین۔

۱۸ مئی کو جہاز رودس پہونچا اور تین چار گھنٹے ٹھیرا۔ یہ چھوٹا سا جزیرہ ہے جسکی وسعت ہمارے
قدیم مورخون نے ساٹھ میل بیان کی ہے۔ اور جغرافیہ مترجمہ سوسائٹی علی گڈہ مین طول چالیس میل
اور عرض پندرہ میل لکھا ہے یہ بھی قدیم فتوحات مین سے ہے امیر معاویہ کے عہد مین ۵۲ھ مین فتح ہوا
اور اسی وقت بہت سے مسلمان وہان جاکر آباد ہو گئے۔ قدامت کے لحاظ سے مجھکو اسکی سیر کا اشتیاق تھا
لیکن بدقسمتی سے رات کا وقت تھا اور جہاز والون مین سے اور کسی نے میرا ساتھ نہ دیا تنہا جانا بدقسمتی

یہ کہ واپسی کے وقت بھی اتفاق سے یہی اسباب پیش آئے اور اُسکی سیر سے بالکل محروم رہ گیا۔

۲۰ مئی صبح کے وقت ازمیر پہونچے - چونکہ یہ ایک بہت بڑا بندرگاہ ہی - جہاز دو روز تک یہاں مقیم رہا - مین اپنے شامی دوستون کے ساتھ جہاز سے اوترا - کنارہ پر وہی تذکرہ پروانہ راہداری کی بازپرس تھی - لیکن ساتھیون کی بدولت مجکو چندان زحمت نہین ہوئی - یہ شہر جسکو انگریزی مین سمرنا کہتے ہیں ایشیائے کوچک کا صدر مقام ہے - اور اس صوبے میں اس سے زیادہ وسیع اور آباد شہر نہیں ہی قدامت اور تاریخی واقعات کے لحاظ سے بھی ایک یادگار مقام ہی - ہومر جو یونان کا مشہور شاعر گزرا ہی - اور جسکی نسبت یورپ کا خیال ہی کہ دنیا کا سب سے بڑا شاعر تھا اُسکی قبر یہین ہی سات مقدس گرجے جنکا ذکر انجیل کے سفر رویا میں ہی اُن میں سے ایک یہی شہر میں تھا - زمانہ کے انقلابات نے اسکو دس دفعہ تباہ و برباد کیا تاہم اُسکی موجودہ آبادی ایک لاکھ سے زائد ہی - اطراف کی زمین نہایت عمدہ قابل کاشت ہی اور خود شہر تجارت کا بہت بڑا مرکز ہی - ہمیشہ بیسیون دخانی جہاز اور بادبانی بندرگاہ میں موجود رہتے ہیں - ریل بھی یہاں جاری ہے - اور دو وقت یہاں سے ٹرین روانہ ہوتی ہے۔

اسلامی آثار بھی بکثرت ہیں - لوگون نے مجھ سے بیان کیا کہ مسجدونکی تعداد تین سو سے کم نہیں جن مین بعض بڑی شان و شوکت کی ہیں۔

جہاز سے ہم اُترے تو نہایت بلند اور شاندار عمارتون کا سلسلہ نظر آیا جو دور تک بخط مستقیم دریا کنارے کنارے چلا گیا ہے - یہ عمارتین ہوٹل - قہوہ خانے - تھیٹر - ناچ گھر اور عیسائی تاجرون کی دوکانین ہیں اور نہایت خوش منظر اور پرفضا ہیں رات کے وقت ہمیشہ یہ معلوم ہوتا ہی کہ کوئی میلہ یا شادی کی تقریب ہی - قہوہ خانون اور ناچ گھرون کے علاوہ سڑک پر کثرت سے مجمع رہتا ہی - اور جدھر جاؤ نغمہ و سرود کی آواز آتی ہی - اس سلسلہ عمارات کے عقب میں عیسائیون کا محلہ ہی اور اس قدر بلند اور عالیشان عمارتین ہیں کہ مین نے ابتک کہیں نہیں دیکھین اس محلہ کے تمام گلی کوچے نہایت صاف اور ہموار ہیں اس محلہ کی سیر سے فارغ ہو کر مین نے شہر کا رُخ کیا - شہر اگرچہ نہایت پر رونق ہی اور آدمیونکی کثرت سے ہر وقت ایک میلہ سا معلوم ہوتا ہی لیکن تمام سڑکین ناہموار و ناصاف ہیں اور گلی کوچون میں تو نجاست اور کیچڑ کی وجہ سے رستہ چلنا مشکل ہی حقیقت یہ ہی کہ ان تمام ممالک میں میونسپلٹی کا انتظام نہایت خراب ہی اور حکومت ترک کیلئے یہ ایک نہایت قابل لحاظ امر ہی - چلتے چلتے ہمارے شامی دوستونکو بھوک

لگی اور ایک نان بائی کی دوکان پر جا بیٹھے۔ مجکو اگرچہ اشتہا نہ تھی لیکن اُنکے اصرار سے شریک ہوا نان بائی
کے رذیلہ سے ہمارے ناظرین کو ہندوستان کے نان بائیون اور اُنکی ذلیل دکانون کا خیال آیا ہوگا لیکن
یہ قیاس صحیح نہیں۔ یہان معمولی سے معمولی دکان کی آراستگی کی یہ صورت ہے کہ متعدد چھوٹی چھوٹی میزین
اور اُنکے گرد کرسیان لگی ہین۔ میزون پر نہایت صاف چادر بچھی ہوئی ہے۔ دیوار کے ایک گوشہ مین تونٹی
لگی ہے اور اُسکے نیچے طشت اور داہنی طرف صابون اور تولیہ رکھا ہے یہ نہایت معمولی دکانون کی
کیفیت ہے اور بڑی بڑی دکانین جنکو ہوٹل کہا جا سکتا ہے نہایت پر تکلف اور پرشان ہین لیکن
اس قسم کے جس قدر ہوٹل ہین عموماً عیسائیون کے ہین۔

مین نے مدرسون کی سیر کرنی چاہی۔ لیکن چونکہ جمعہ کا دن تھا تمام مدرسے بند تھے۔ نماز جمعہ جامع
حصار مین پڑھی یہ مسجد پر تکلف اور آراستہ ہے چھت پر طلائی نقش و نگار ہین۔ بڑی خوبی یہ ہے کہ
صحن کے دونون طرف دو بڑے بڑے ستونون پر گھنٹے لگے ہین جنسے اوقات نماز معلوم ہونیکے سا
مسجد کی زیبائش بھی ہے۔ ہمارے ہندوستان مین اسکی تقلید کیجاتی تو اچھا ہوتا خطبہ نماز مین یہان
بعض جدتین ہین۔ مگر نہ شریعت مین انکی کچھ اصل ہے نہ بجائے خود وہ موزون ہین خطیب جب
خطبہ پڑھتا ہے تو بیچ بیچ مین رکتا جاتا ہے اسوقت چند اشخاص آواز ملا کر کچھ پڑھتے ہین جب یہ چپ ہو رہتے ہین تو
خطیب پھر شروع کرتا ہے۔ اور اس طرح کئی بار اتفاق ہوتا ہے۔ نماز مین عموماً چھوٹی سورتین پڑھتے ہین جو تین چار
آیتون سے زیادہ نہین ہوتین حالانکہ تمام دنیا مین جمعہ کی نماز مین بڑی سورتون کے پڑھنے کا دستور ہے۔
نماز سے فارغ ہونے کے بعد مین کتب خانہ مین گیا یہ کوئی بڑا کتب خانہ نہین ہے مسجد کے کونے مین ایک
چھوٹا سا حجرہ ہے اور کتابون کی تین چار چھوٹی چھوٹی الماریان ہین۔ نماز کے بعد اکثر علما اور ارباب تصانیف
یہان آ بیٹھتے ہین جسوقت مین پہونچا صاحب ذیل تشریف فرما تھے۔ مولانا مصطفی آفندی امام جامع مسجد و مدرس
مدرسہ صبری آفندی مدرس مکتب اعدادی۔ مولانا سعید شکری بک حسنی آفندی سابق مہتمم تعلیمات
سلام علیک اور مزاج پرسی کے بعد ایک صاحب نے فرمایا کہ ہم لوگ ابھی ایک مسئلہ کے متعلق گفتگو کر رہے
تھے اگر آپ پسند کرین تو وہ مسئلہ پھر چھیڑا جائے۔ مین نے خوشی سے منظور کیا۔ متعہ کے متعلق بحث تھی
اور یہی مشہور شبہ پیش تھا کہ خود حضرت عمرؓ کے قول سے ثابت ہوتا ہے کہ متعہ کا طریقہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے زمان حیات تک جاری تھا۔ مین نے کسی قدر تفصیل سے گفتگو کی اور تمام حاضرین

اس سے اتفاق کیا یہ لوگ عربی نہیں سمجھتے تھے۔ اسلئے میں فارسی زبان میں گفتگو کرتا تھا۔ ان ملکوں میں بحث و مذاکرہ کا یہ طریقہ عموماً رائج ہے اور نہایت شائستہ طریقہ پر ہے۔ اجنبی شخص کو علما کے گروہ سے ملنے اور انسے ربط و اختلاط پیدا کرنیکا اس سے زیادہ آسان اور مفید کوئی ذریعہ نہیں بڑی خوبی یہ ہے کہ مناظرہ نفسانیت اور ترفع کے لحاظ سے نہیں ہوتا بلکہ اثنائے تقریر میں اگر انکو انداز سے معلوم ہو جاتا ہے کہ مخاطب اعتراض سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتا تو قصداً دوسرا تذکرہ چھیڑ دیتے ہیں۔ اس قسم کی علمی مجلسیں اس سفر میں میری کامیابی کا بڑا ذریعہ تھیں اور بعض جگہ تو انہیں کی بدولت مجھکو ایسی مصیبتوں سے نجات ملی جنسے رہائی کی کوئی اور تدبیر نہ تھی۔

۲۱ مئی کو شام کے قریب جہاز نے لنگر اٹھایا۔ یہاں سے قسطنطنیہ تک کوئی بڑا اسٹیشن نہیں ہے بعض بعض مقامات پر جہاز تھوڑی دیر کے لئے ٹھرا لیکن ہم اتر نہ سکے یہ مقامات زیادہ تر جنگ کی ضرورتوں کے لئے ہیں اور ہر جگہ کثرت سے جنگی آلات فراہم ہیں چناق قلعہ ایک مقام ہے جہاں نہایت مضبوط قلعہ ہے۔ لوگوں نے مجھسے بیان کیا کہ محمد فاتح نے جب قسطنطنیہ کے فتح کرنیکا عزم کیا تو اسوقت توپ اور گولے کا عام رواج نہ تھا۔ محمد نے خود توپیں ڈھالیں اور مٹی کا گولہ بنوایا جن میں سے چند یادگار کے طور پر اب بھی محفوظ ہیں۔ یہ گولے پختہ اور نہایت مضبوط ہیں اور بیان کیا جاتا ہے کہ لوہے کے گولوں سے کم نہیں۔ ازمیر سے قسطنطنیہ تک دریا کے دونوں طرف ایسے محفوظ قلعے اور دمدمے تیار کئے گئے ہیں اور اس کثرت سے سامان جنگ موجود ہے کہ قوی سے قوی سلطنت بھی اس راستے سے دار السلطنت پر حملہ کرنے کا قصد نہیں کر سکتی۔ یہ تمام قلعے اور دمدمے محمد فاتح کے عہد کے عہد کے ہیں۔ یہ نامور شہنشاہ جب قسطنطنیہ کی تسخیر کے ارادہ سے بڑھا تو راہ میں جا بجا جنگی جہاز بنوائیں اور قلعے اور دمدمے تیار کرائے لیکن یہ تمام تفصیل لوگوں کی زبانی روایتیں ہیں تاریخ سے اسکی تصدیق نہیں کی۔

چناق قلعہ سے آگے بڑھکر ہم نے ایک عجیب تماشا دیکھا۔ جہاز تیزی سے جا رہا تھا کہ دور پانی میں ایک فوارہ سا چھوٹتا نظر آیا۔ تھوڑی دیر کے بعد معلوم ہوا کہ سامنے سے چار پانچ مچھلیاں جہاز کی طرف دوڑی آرہی ہیں قریب آگئیں تو جہاز کے ساتھ ہو لیں۔ انکا جسم پانی کی سطح سے صاف نظر آتا تھا۔ جہاز اگرچہ نہایت تیزی سے جا رہا تھا۔ لیکن وہ برابر ساتھ ساتھ آتی تھیں۔ کبھی کبھی جب سانس چڑھ جاتی تھی تو بڑے زور سے پھنکارا مارتی تھیں اسوقت پانی میں فوارہ سا چھوٹتا نظر آتا تھا۔ قریباً دو تین میل تک جہاز

ساتھ ساتھ دوڑیں۔ تمام لوگ حیرت سے تماشا دیکھتے تھے۔ بعضوں کو خیال ہوا کہ ان مچھلیوں نے کبھی جہاز کی صورت نہیں دیکھی تھی۔ اسلئے اسکو کوئی جانور سمجھیں اور مقابلے کے جوش میں چاہتی تھیں کہ جہاز انسے بڑھنے نہ پائے۔ واپسی کے وقت بھی ایسا ہی اتفاق ہوا اور اسوقت دریافت سے معلوم ہوا کہ اس مقام پر ایک دفعہ اتفاق سے یہ مچھلیاں آگئی تھیں اور جہاز کے ملاحوں نے انکے لئے کھانے کی کوئی چیز دریا میں ڈال دی تھی۔ اسی کی طمع پر جب کوئی جہاز ادھر سے گزرتا ہے تو اکثر یہ مچھلیاں آجاتی ہیں اور دور تک جہاز کے ساتھ ساتھ دوڑتی ہیں۔

٢٣۔ مئی صبح کے وقت قسطنطنیہ پہونچے۔ جہاز نے لنگر کیا۔ یہ ایسا وقت تھا کہ مجکو منزل مقصود پر پہونچنے کی نہایت خوشی ہونی چاہیے تھی۔ لیکن قلیوں اور ملاحوں کے ہنگامے اور شور و غل میں میرے حواس جاتے رہے۔ ملاحوں نے تمام جہاز گھیر لیا۔ انکے شور و غل اور کشاکش سے ایک عجیب ہنگامہ برپا تھا۔ میں نے پہلے سے کچھ طے نہیں کیا تھا۔ اور نہ کرسکتا تھا کہ جہاز سے اتر کر کہاں جاؤں۔ ہوٹل میرے مناسب حال نہ تھا (اسکی وجہ آگے چلکر معلوم ہوگی) اور مطلق ناواقفیت کی وجہ سے اطمینان نہیں ہوسکتا تھا۔ سخت مصیبت یہ ہوئی کہ شامی احباب جن سے ہر قسم کی مدد کی توقع ہوسکتی تھی انکو کالج میں پہونچنے کی جلدی تھی۔ اس لئے وہ میرا انتظار نہ کرسکے۔ مجکو اکیلا پاکر ملاحوں اور قلیوں نے اور بھی حدق کرنا شروع کیا۔ میرا اضطراب اس خیال سے اور بڑھتا جاتا تھا کہ جہاز پر زبان کی اجنبیت کی وجہ سے یہ دقت ہے تو شہر میں کیا حال ہوگا؟ اس لیت و لعل میں زیادہ دیر ہوتی جاتی تھی۔ اکثر مسافر جہاز سے اتر گئے اور اترتے جاتے تھے۔ آخر خانساماں کو اسباب سپرد کیا اور اس سے کہا کہ میں شہر کی سیر کرکے واپس آتا ہوں۔ مقصد یہ تھا کہ پہلے شہر میں جاکر قیام کا کچھ انتظام کراؤں تب اسباب جہاز سے اتاروں۔ شام کے چند عربوں نے ایک کشتی کرایہ کی تھی۔ میں بھی انکے ساتھ ہولیا۔ کنارے پر تذکرہ کی پرسش و جوتھی۔ میں نے انگریزی چٹھیاں دکھائیں۔ لیکن وہ پاسپورٹ مانگتے تھے۔ غرض بہزار دقت رہائی ہوئی۔ اب حیران تھا کہ کہاں جاؤں ایک شامی عرب سے جن کا نام عبد الفتاح تھا، کشتی میں تعارف ہوگیا تھا میں نے انسے اپنی پریشانی بیان کی اور کہا کہ آپ مجکو کوئی معقول طریقہ بتائیں انھوں نے کہا کہ میری حالت بھی تمہاری سے قریب قریب ہے اس لئے بہتر یہ ہے کہ ہم دونوں ساتھ ساتھ چلیں۔ یہ طریقہ اگرچہ احتیاط کے مخالف تھا۔ لیکن ناواقفیت اور اجنبیت زبان کی وجہ سے مجبوراً

اختیار کرنا پڑا اور سچ پوچھیے تو یہی اتفاقی معیت میری تمام کامیابیوں کا دیباچہ تھی۔

یہاں مسافروں کے ٹہیرنے کے چند طریقہ ہیں سب سے زیادہ اطمینان اور آرام تو ہوٹلوں میں ہی لیکن اول تو انکا کرایہ ایک پونڈ یعنی عـہ روپے روزانہ سے کم نہیں۔ دوسرے اکثر بلکہ قریبا تمام عمدہ ہوٹل یورپین آبادی میں ہیں جو استنبول سے دور ہے۔ اور جامع مسجدیں کتب خانے مدرسے مکاتب جس قدر ہیں سب استنبول میں ہیں۔

ہوٹل کے بعد خانات یعنی سرائیں ہیں۔ لیکن یہ سرائیں ہندوستان سے کچھ نسبت نہیں رکھتیں یہاں بڑی بڑی سراؤں میں جس قدر کمرے ہوتے ہیں۔ عموماً وسیع اور پر فضا ہوتے ہیں اور ان میں ہر وقت لوازم کا پلنگ۔ توشک۔ چادر۔ لحاف۔ اور اور ضروری چیزیں مہیا رہتی ہیں ایک ایک کمرے میں کئی کئی پلنگ ہوتے ہیں۔ اور فی پلنگ آٹھ دس آنے کرایہ ہوتا ہے۔

تیسرا طریقہ کرایہ کے مکانات ہیں۔ یہ مکانات اکثر دو منزلے سہ منزلے ہوتے ہیں۔ ہر درجہ میں متعدد کمرے اور ہر کمرے میں میز کرسی۔ کوچ۔ لمپ۔ فرش۔ پلنگ۔ توشک۔ لحاف تکیہ مہیا رہتا ہے۔ کرایہ فی کمرہ دس روپیہ ماہوار سے بیس تیس تک ہوتا ہے ان مکانوں کے مالک یا اجارہ دار اکثر عیسائی ہیں۔ وہ خود بھی انہیں مکانوں میں رہتے ہیں اور انکی وجہ سے مسافروں کو بہت کچھ آرام ملتا ہے اگرچہ جیسا میں نے ابھی بیان کیا۔ کرایہ کا مکان لینا زیادہ آرام کا طریقہ تھا لیکن میں اور میرے شامی دوست دونوں اس طریقہ سے ناواقف تھے اس لیے ایک خوان یعنی سرا میں جاکر ٹہیرے اس انتظام کی طرف سے اطمینان ہوا تو جہاز پر جاکر اپنا اسباب اٹھوا لایا۔ چھ سات دن تک ہم اس خان میں رہے پھر باب عالی کے پاس ایک عمدہ مکان کرایہ پر لے لیا۔

خوش قسمتی سے شیخ عبد الفتاح جن کے ساتھ میں نے زبردستی دوستی پیدا کی تھی بڑے معزز خاندان کے آدمی نکلے۔ دمشق میں حضرت خالد نقشبندی ایک بزرگ گزرے ہیں جن کے ساتھ یہاں کے لوگوں کو اس قدر ارادت ہے کہ انکا نام نہیں لیتے بلکہ حضرت کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں۔ یہ بزرگ ہمارے ہندوستان کے [illegible] نقشبندی حضرت میرزا جان جانان دہلوی کے مرید تھے۔ شیخ عبد الفتاح انہیں کے بھتیجے ہیں۔ اور اس تعلق سے لوگ ان کی قدر و منزلت کرتے ہیں۔ چونکہ قسطنطنیہ میں شامیوں کا ایک بڑا گروہ رہتا ہے [illegible] شیخ عبد الفتاح کی اکثر لوگوں سے شناسائی ہوگئی

اور اُنکے ذریعہ سے مجکو بھی اُن لوگون سے تعارف ہوتا گیا۔

ایکدن شیخ علی ظبیان جنکے والد ایک مشہور صوفی ہیں۔ شیخ عبدالفتاح سے ملنے آئے مین بھی اُسوقت موجود تھا اور اتفاق سے رسالہ اسکات المتعدی جو میری قدیم تصنیف ہے اور عربی زبان میں ہے۔ سامنے رکھا ہوا تھا اُنھون نے اُٹھاکر دیکھا اور کہاکہ آہا یہ رسالہ مدت ہوئی میں نے دمشق میں اپنے شیخ کے پاس دیکھا تھا اور اُنھون نے اُسکے مصنف کی نسبت کہا تھا "شکر اللہ مساعیہ"۔ شیخ علی ظبیان کو جب معلوم ہوا کہ وہ رسالہ میری ہی تصنیف ہے تو اُٹھکر بڑی گرمجوشی سے ملے اور نہایت لطف و مہربانی سے پیش آئے۔ مجکو اسبات سے کہ میری ناچیز تصنیف یہان تک پہونچی۔ اور لوگون نے اسکو نگاہ قبول سے دیکھا نہایت مسرت ہوئی اور سفر کی کسمپرسی میں اتنا ذریعہ تعارف بہت غنیمت معلوم ہوا۔ شیخ علی ظبیان نوجوان آدمی ہیں فقہ کی تحصیل شیخ عبدالرحمن سے کی ہے جو مصنف ردالمختار (مشہور بہ شامی) کے نواسے اور شاگرد تھے اگرچہ انکو اکثر علوم متداولہ میں دخل ہی لیکن ادب مین زیادہ مہارت ہے ایک غیر منقوطہ قصیدہ سلطان کی مدح میں پیش کیا تھا جسپر انکو صلہ و انعام بھی عطا ہوا۔ مدت سے درویش پاشا کے ہان ہیں اور پاشائے موصوف اُنکے ساتھ عزیزانہ برتاو رکھتے ہیں جسکے سے انکا تعلق روز بروز بڑھتا گیا۔ یہانتک کہ باوجود بُعد مسافت قریباً ہر روز میرے مکان پر تشریف لاتے اور کبھی کبھی تمام دن میرے پاس رہتے۔ شیخ عبدالفتاح چند روز کے بعد دمشق کو واپس چلے گئے۔ اس وقت تنہائی میں شاید مجکو تکلیف پہونچتی لیکن شیخ علی ظبیان کی غمگساریون نے تمام تردداتدل سے دور کردیئے۔

مکان جو ہم نے کرایہ پر لیا تھا اگرچہ نہایت خوش فضا اور موزون تھا لیکن چونکہ مکان کا مالک (عارضی) نہایت بدمعاملہ اور آوارہ مزاج تھا۔ چند روز کے بعد میں نے دوسرا مکان کرایہ پر لیا اور اخیر تک وہیں رہا۔ یہان مکان کی خوبی کے ساتھ بڑا آرام یہ تھا کہ مالک مکان ایک نیک مزاج عورت تھی اگرچہ اُسکا مذہب عیسائی تھا اور قوم کی اٹالین تھی تاہم بقدر ضرورت عربی بول لیتی تھی۔ اور مسلمانون سے ایک خاص انس رکھتی تھی۔

کھانے پینے کے انتظام کی ہمکو کچھ ضرورت نہ تھی۔ ہوٹل اور دکانین کثرت سے ہیں اور نہایت صاف اور پرتکلف ہیں۔ بازار میں کھانا یہان مطلق عیب نہیں مین نے اکثر معزز عہدہ دارون کو ہوٹلون

ہیں کھاتے دیکھا - یہ ہوٹل عموماً عیسائیوں کے ہیں - مسلمانوں کی دکانیں بجز اسکے کہ میز کرسی وہاں بھی ہوتی ہے - باقی اور باتوں میں ہندوستان کی دوکانوں سے مشابہ ہیں -

جہاز میں جو میں نے قصیدہ لکھنا شروع کیا تھا قسطنطنیہ پہنچکر تمام ہوا - اس میں سفر کے حالات کا اجمالی خاکہ ہے - اور چونکہ ناظرین تمام حالات کی تفصیل سے واقف ہوکر قصیدہ کے قصد طلب حوالے بخوبی سمجھ لیں گے اور اُنکو زیادہ لطف و مزہ آئیگا میں اس قصیدہ کو بتمامہ یہان نقل کرتا ہون

قصیده

بهر تکمیل فن و هم پئے تحصیل هنر
روزگاریست که میداشتم آهنگ سفر

فارغ از حج و زیارت چو مرا کرد خدائے
خواستم تا بسوئے روم شوم راه سپر

گرچه من گرم طلب بودم و بس مستعجل
لیک تاخیر همی رفت بفرمان قدر

دیر آن مایه شد آخر که حسودان گفتند
که فلان جز هوس خام ندارد در سر

روم گوئی دو سه گامست که این خام طمع
بے تکلف بسفر چیست ببست ست کمر

ره چنین دور و دراز و سفر این مایه خطیر
چون میسّر شود آن را که نه زورست و نه زر

من درین غصّه و غم خون جگر مے خوردم
ناگهان شاہد مقصود در آمد از در

اتفاقے عجبے گشت مرا عقده کشائے
که از و وهم و گمان نیز نمے داشت خبر

یک دو مه بیشتر ک زانکه زنم کوس رحیل
بودم از زحمت تپ خسته دل و تفته جگر

چون ستوه آمدم از تپ بدل آمد که مرا
چاره جز نقل مکان هیچ نباشد ایدر

عزم دیرینه بیاد آمد و گفتم چه خوش ست
که بیک حیله دو تا کار برآرد داور

آرنلڈ آنکه رفیق ست و هم استاد مرا
هم درین عرصه بانگلنڈ همی خواست سفر

گفتم این صحبت و این واقعه نادر افتد
پس بعزم سفر از جائے بجستم مضطر

چون ازین واقعه مردم همه آگاه گشتند
همه رامهر بجنبید و بدرد آمد دل

هم بیان را و عزیزان وطن رفت خبر
جمله گفتند که این زحمت بیهوده مبر

دل بهجران منه و رسم وفا را مگذار
ورنه خواهی که کشی پائے ازین راه گذر

روزکی چند مهیا سازی و پیش ساز بده
باخود از نقد و هم از امتعه آن مایه بگیر
مصلحت نیست که این راه تو تنها سپری
گفتم این جمله که گفتید بود عین صلاح
مرد این مرحله گاهی که قدم پیش نهاد
الغرض از رمضان بست و ششم بود که من
اوفتادم به ره کوه و بیابان یک چند
زحمتی صعب کشیدیم بکشتی دو سه دہ
کس نیارست سرش باز گرفت از بالین
نبود مایهٔ آزار به کشتی چیزی
نان خورش بود ز هر گونه مهیا ما را
گرچه من زان می پالوده نیالودم لب
هفتم ماه مئی چون برسیدیم عدن
تن فرود آمدم و روی بشهر آوردم
کوهسار است که هرچند بلند است فراخ
هر کجا میگذری ریگ روانست و خزف
گبر و ترسا که نزیل اند درین بقعه همه ؟
مردم شهر که خود را به سمالی نامند
خوار و بدبخت و تبه کار و سیه چرده و زشت
خویشتن را بعرب بسته و حاشا که عرب
چون زبان همه تازی بود و همچو عرب
عامیان جمله غلط فتند و گمان باز برند
تخم و هم ریشهٔ ایشان نخل عرب خاک حبش است

ساز و برگ سفر آن گونه که باشد درخور
که اگر دیر بمانی نبود هیچ خطر
لاجرم خادمکی نیز همراه ببر
لیک طالب نبود در گرو نفع و ضرر
باز پس می نکشد گرچه همه مرگ آرد بر
گرم برخاستم از جای و شدم راه سپر
پس بکشتی بنشستیم من و یاران دگر
بسکه از موج بهر لحظه شدی زیر و زبر
کس نیارست جدا کرد تنش از بستر
غیر ازین محنت سه روزه کز و نیست مفر
از کباب بره مرغ و می و نقل شکر
دیگران لیک علی الرغم زدندی ساغر
کشتی آسود و بینداخت زمانی لنگر
تا خبر جوییم ازین مملکت از بد و خیر
لیک از سبزه و گل نیست درو هیچ اثر
هر طرف می نگری خاره سیاه است و حجر
بزبان عربی حرف زدندی یکسر
حیوان اند نه بل از حیوان هم بدتر
سفله و ممتهن و کج روش و بدگوهر ؟
این چنین خوار و زبون شان بپندارد اگر
نام شان بسته بود بالقب جد و پدر
که مگر در نسب و نسل ز معد اند و مضر
که درین جای ببار آمد و افشاند ثمر

من سوی شهر روان گشتم و یک یک دیدم ‏— مسجد و مکتب و بازار و رہ کوچہ و در
فرض ادینہ ادا کردم و از بعد نماز — در کتب خانۂ سلطانیم افتاد گذر
مجلسے از فقہا بود دران جا و بجسم — بحث اند شعر ہمیرفت و ہم از قول عمرؓ
زان یکے رو بمن آورد کہ چونی چہ کسے — تا چرا بر زدہ دامن صحبت بکمر
گفتم از ہندم و از خوان ادب ذلہ ربائے — طرفہ برم از ہر جہت و ہر کشور
گفت حالا سخن از شعر ہمیرفت و تو ہم — گر توانی سخنے گوئے و ثنائے آور
من بپاسخ در معنے زدم و مستمعان — لب بتحسین بکشادند پس از بحث و نظر
پس ز امیر روان گشتم و در عرض دو روز — طے شد این راہ و بیابان برسید این دفتر
مختصر گفتہ ام این حرف و تو ہم میدانی — کہ درین بادیہ بس تنگ بود راہ گذر

ہر کہ جویا بود از حال من و رحلہ من
بایدش گفت کہ این نظم بخواند یکسر

قسطنطنیہ کی اجمالی تاریخ اور مختصر حالات

قبل اسکے کہ میں یہان کے تفصیلی حالات جدا جدا عنوان سے بیان کرون ضرور ہے کہ نہایت مختصر طور پر اسکی قدیم تاریخ اور اسکے ساتھہ اسکی عام موجودہ حالت اجمال کیساتھہ بیان کرون۔ اس شہر کی ابتدائی تاریخ (یعنی جب وہ بزنطاین کے نام سے پکارا جاتا تھا) نہایت قدیم ہے لیکن جس زمانے سے اس کا نام قسطنطنیہ ہے اُسکو بھی کچھہ کم عرصہ نہیں گذرا ۳۳۰ء میں قسطنطین اعظم نے اسکی بنیاد ڈالی اور اُس وقت سے محمد فاتح کے زمانے تک وہ قیصران روم کا پایۂ تخت رہا۔ انگریزی اور حال کے اسلامی جغرافیون میں اسکے حالات نہایت تفصیل سے ملتے ہیں۔ قدیم اسلامی جغرافیون میں بھی اسکا ذکر ہے۔ لیکن ابن بطوطہ کے سوا آجتک کوئی اسلامی مصنف معلوم نہیں جسنے اُس زمانے کے واقعات چشم دید لکھے ہوں ابن بطوطہ نے ۷۳۳ھ میں اس شہر کو دیکھا۔ اُسوقت یہان عیسائی حکومت تھی وہ لکھتا ہے کہ وہ بہت عظیم الشان شہر ہے اور ایک نہر کے حائل ہونیکی وجہ سے دو حصوں میں منقسم ہو گیا ہے ایک حصہ جو نہر کے

شرقی کنارے پر ہی استنبول کہلاتا ہے۔ اور قیصر روم اور ارکان دولت و امرا۔ اسی حصہ میں رہتے ہیں دوسرا حصہ غلطہ کے نام سے موسوم ہے اس میں عموماً یورپ کے بڑے بڑے تاجر رہتے ہیں جنکو قیصر بزور اپنی اطاعت میں رکھتا ہے،، ابن بطوطہ نے ان سوداگرون کی وسعت تجارت کی تعریف اور انکے نچلے پن کی ہجو کی ہے وہ لکھتا ہے کہ جب میں اس شہر میں داخل ہوا تو چھوٹی چھوٹی کشتیون کے علاوہ قریباً سو بڑے بڑے جہاز موجود تھے لیکن تمام بازار نہایت بخس اور کثیف ہیں اور گرجے تک اس سے مستثنے نہیں[1] ،،

مسلمانون نے قرن اول ہی میں اسکو تسخیر کی نگاہ سے دیکھا تھا چنانچہ سب سے اول جس نے اسکی شہر پناہ کے آہنی دروازے پر تلوار ماری وہ عبد اللہ بن المطلب۔ خلیفہ ولید بن عبد الملک کا سپہ سالار تھا اسکے بعد اور خلفا۔ و سلاطین نے بھی اسپر حملے کئے لیکن قیصران روم کا خاتمہ محمد فاتح کے ہاتھ سے ہونے والا تھا جس نے ۸۵۷ھ میں اس عظیم الشان دار السلطنت پر صلیب کے بجائے علم اسلام بلند کیا۔ اس حیرت انگیز معرکہ کی یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ چونکہ عیسائیوں نے بندرگاہ کا راستہ دریا کی طرف سے روک رکھا تھا۔ ترکوں نے باسفورس اور گولڈن ہارن کے درمیان جو سنگلاخ زمین ہے اسپر پانچ تک لکڑی کے تختے بچھا دئے اور جہازون کو جن میں پہیے لگائے تھے اسپر چلا کر تمام فوجین گولڈن ہارن میں اتار دین۔ اسوقت اس نامور فاتح کی عمر کل ۲۳ برس کی تھی۔ اس فتح کا مادہ تاریخ "بلدۃ طیبۃ" ہے۔

موجودہ حالت یہ ہے کہ انبائے باسفورس کی شاخ جو دور تک چلی گئی ہے یہ شہر اس کے دونون کنارون پر آباد ہے اور اس وجہ سے اسکے دو حصے بن گئے ہیں ایک حصہ استنبول کہلاتا ہے اور تمام بڑی بڑی مسجدین۔ کتب خانے۔ سلاطین کے مقبرے اسی حصہ میں ہیں مسلمانون کی آبادی بھی کثرت سے یہیں ہے۔ دوسرا حصہ پیرہ سے شروع ہوتا ہے اور اسکے انتہائی جانب بیشکطاش وغیرہ واقع ہیں جہان سلطان کا ایوان شاہی اور قصر عدالت ہے پیرہ کے دوسری طرف غلطہ ہے اور چونکہ تمام بڑے بڑے یورپین سوداگر اور سفرائے سلطنت یہیں سکونت رکھتے ہیں اسکو یورپین آبادی کہنا زیادہ مناسب ہے۔

---

[1] ابن بطوطہ کے بیان کو بعینہ اس لحاظ سے نقل کیا ہے کہ موجودہ حالت سے موازنہ کر سکیں۔

موقع اور منظر کی خوبیاں

کہتے ہیں کہ دنیا کا کوئی شہر قسطنطنیہ کی برابر خوش منظر نہیں ہے اور حقیقت یہ ہے کہ منظر کے لحاظ سے اس سے زیادہ خوشنما ہونا خیال میں بھی نہیں آتا - اسی لحاظ سے اسکی بندرگاہ کو انگریزی میں گولڈن ہارن یعنی شاخ زرین کہتے ہیں - کہیں کہیں عین دریا کے کنارے پر عمارتوں کا سلسلہ دور تک چلا گیا ہے - عمارتوں کے آگے جو زمین ہے وہ نہایت ہموار اور صاف ہے اس کی سطح سمندر کی سطح کے بالکل برابر ہے اور وہاں عجیب خوشنما منظر پیدا ہو گیا ہے -

وسعت اور تمدن

شہر کی وسعت اور تمدن کا اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ خاص استنبول میں ۵۰۰ جامع مسجدیں - ۱۷۱ حمام - ۴۴۲ سرائیں - ۱۶۴ مدارس قدیم ۵۰۰ مدارس جدید ۱۲ کالج ۴۵ کتب خانہ ۳۰۵ خانقاہیں - ۸۴ چھاپے خانے ہیں کاروبار اور کثرت آمد و رفت کی یہ کیفیت ہے کہ متعدد ٹرمبوے گاڑیاں - بارہ دخانی جہاز - زمین کے اندر کی ریل - معمولی ریلیں (جو ہر آدہ گھنٹے کے بعد چھوٹتی ہیں) ہر وقت چلتی رہتی ہیں اور باوجود اسکے سڑکوں پر پیادہ پا چلنے والوں کا اسقدر ہجوم رہتا ہے کہ ہر وقت میلہ سا معلوم ہوتا ہے - غلطہ اور استنبول کے درمیان جو پل ہے اسپر سے گزرنیکا محصول فی شخص ایک پیسہ ہے اسکی روزانہ آمدنی پانچ چھ ہزار روپے سے کم نہیں ہے

قہوہ خانے

قہوہ خانے نہایت کثرت سے ہیں - میرے تخمینہ میں چار پانچ ہزار سے کم نہ ہونگے بعض بعض نہایت عظیم الشان ہیں جنکی عمارتیں شاہی محل معلوم ہوتی ہیں - قہوہ خانوں میں ہمیشہ ہر قسم کے شربت اور چائے و قہوہ وغیرہ مہیا رہتا ہے - اکثر قہوہ خانے دریا کے ساحل پر اور بعض عین دریا میں ہیں جنکے لئے لکڑی کا پل بنا ہوا ہے - قہوہ خانوں میں روزانہ اخبارات بھی موجود رہتے ہیں - لوگ قہوہ پیتے جاتے ہیں اور اخبارات دیکھتے جاتے ہیں - قسطنطنیہ بلکہ ان تمام ممالک میں قہوہ خانے ضروریات زندگی میں محسوب ہیں - میرے عرب احباب جب مجھ سے سنتے تھے کہ ہندوستان میں اسکا رواج نہیں تو تعجب سے کہتے تھے بابش یلسلون یعنی وہاں کے لوگ جی کیونکر بہلاتے ہیں ان ملکوں میں دوستوں کے ملنے جلنے اور گرمی صحبت کے موقعے یہی قہوہ خانے ہیں

افسوس ہے کہ ہندوستان کو ان باتوں کا ذوق نہیں - وہ جانتے ہی نہیں کہ اس قسم کی عام صحبتیں زندگی کی دلچسپی کیلئے کس قدر ضروری ہیں - اور طبیعت کی شگفتگی پر انکا کیا اثر پڑتا ہے دوستانہ مجلسیں ہمارے ہاں بھی ہیں - جسکا طریقہ یہ ہے کہ کسی دوست کے مکان پر دو چار احباب کبھی کبھی

مل بیٹھتے ہیں۔ لیکن اس طریقے میں دو بڑے نقص ہیں۔ اولاً تو تفریح کے جلسے پر فضا مقامات
میں ہونے چاہئیں کہ تازہ اور لطیف ہوا کی وجہ سے صحت بدنی کو فائدہ پہونچے۔ دوسرے سخت
خرابی یہ ہے کہ چونکہ یہ جلسے پرویٹ جلسے ہوتے ہیں اس لئے اُن میں غیبت شکایت اور اس
قسم کی لغویات کے سوا اور کوئی تذکرہ نہیں ہوتا۔ بخلاف قہوہ خانوں کے جہاں مجمع عام کی
وجہ سے اس قسم کی باتوں کا موقع نہیں ملسکتا۔ قسطنطنیہ اور مصر میں ہمیشہ شام کے وقت
دوستوں کے ساتھ قہوہ خانوں میں بیٹھا کرتا تھا۔ لیکن ہم نے کبھی اس قسم کے تذکرے نہیں سنے
تفریح اور بذلہ سنجی کے سوا وہاں کوئی ذکر نہیں ہوتا تھا۔ اور نہ ہو سکتا تھا۔

قسطنطنیہ کی ایک بڑی خصوصیت یہ ہے۔ کہ اگر کسی کو یوروپین اور ایشیائی تمدن کی تصویر
ایک مرقع میں دیکھنی ہو تو یہاں دیکھ سکتا ہے۔ کتب فروشوں کی دکانوں کی سیر کرو تو ایک طرف
ایک نہایت وسیع دکان ہے۔ سنگ رخام کا فرش ہے۔ شیشہ کی نہایت خوبصورت الماریاں ہیں کتابیں
جس قدر ہیں مجلد ہیں۔ اور جلدیں بھی معمولی نہیں بلکہ عموماً مطلا و مذہب مالک دوکان میز کرسی
لگائے بیٹھا ہے۔ دو تین کمسن خوش لباس لڑکے ادھر اُدھر کام میں لگے ہیں۔ تم نے دوکان میں قدم رکھا
ایک لڑکے نے کرسی لاکر سامنے رکھدی اور کتابوں کی فہرست حوالہ کی۔ قیمت فہرست میں مذکور ہے اور
اُس میں کمی بیشی کا احتمال نہیں۔

دوسری طرف سڑک کے کنارے چبوتروں پر کتابوں کا بے قاعدہ ڈھیر لگا ہے زمین کا فرش اور وہ
بھی اسقدر مختصر کہ تین چار آدمی سے زیادہ کی گنجائش نہیں قیمت چکانے میں گھنٹوں کا عرصہ درکار ہے

اسی طرح ہر پیشہ و صنعت کی دکانیں دونوں نمونہ کی موجود ہیں۔ عام صفائی اور زیب و زینت
کا بھی یہی حال ہے غلطہ کو دیکھو تو یورپ کا ٹکڑا معلوم ہوتا ہے۔ دکانیں بلند اور آراستہ سڑکیں صاف
اور ہموار کیچڑ اور نجاست کا کہیں نام نہیں۔ بخلاف اسکے استنبول میں جہاں زیادہ تر مسلمانوں کی
آبادی ہے اکثر سڑکیں ناصاف اور بعض بعض جگہ اس قدر ناہموار کہ چلنا مشکل۔

اس شہر میں آکر ایک سیاح کے دل میں غالباً جو خیال سب سے پہلے آتا ہوگا وہ یہ ہوگا کہ اس
عظیم الشان دار السلطنت کے دو حصوں میں اسقدر اختلاف حالت کیوں ہے چنانچہ مجھ کو بھی سب سے
پہلے یہی خیال آیا۔ میں نے اسکے متعلق بہت کچھ بحث و تفتیش کی۔ باشندوں کے اختلاف حالت

کا سبب تو ہمنے آسانی سے معلوم کر لیا یعنی مسلمانون کا افلاس اور دوسری قوموں کا
تمول لیکن سڑکوں اور گذرگاہوں کی ناہمواری و غلاظت کا بظاہر یہ سبب قرار نہیں پا سکتا تھا
اسلیے میں نے ایک معزز ترکی افسر حسین حسیب آفندی پولیس کمشنر سے دریافت کیا انھوں نے کہا کہ ہماری
مینوسپلٹی کے ٹیکس بہت کم ہیں۔ بہت سی چیزیں محصول سے معاف ہیں لیکن غلطہ میں یورپین
سوداگر خود اپنی خواہش سے بڑی بڑی ٹیکس ادا کرتے ہیں اس لیے مینوسپلٹی ان قوموں کو فیاضی سے
صرف کر سکتی ہے۔ مجھے خیال ہوا کہ یہ وہی غلطہ ہے جسکی نسبت ابن بطوطہ نے نجاست اور میلے پن
کی سخت شکایت کی ہے۔ یا اب انکو صفائی اور پاکیزگی کا یہ اہتمام ہے کہ اسکے لیے بڑے بڑے
ٹیکس ادا کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ صفائی اور خوش سلیقگی آج کل یورپ کا خمیر بن گیا ہے۔

عمارتوں کی وضع

یہاں کی عمارتیں ہندوستان کی عمارتوں سے بالکل جدا وضع کی ہیں۔ مکانات عموماً سہ منزلہ
چو منزلہ ہیں۔ صحن مطلق نہیں ہوتا۔ عمارتیں تمام لکڑی کی ہیں۔ بڑے بڑے امرا۔ اور پاشاؤں
کے محل بھی لکڑی ہی کے ہیں اور یہی سبب ہے کہ یہاں اکثر آگ لگتی ہے کوئی مہینہ بلکہ ہفتہ خالی نہیں
جاتا کہ دو چار گھر آگ سے جلکر تباہ نہ ہوں اور کبھی کبھی تو محلے کے محلے جلکر خاک سیاہ ہو جاتے ہیں
آگ بجھانیکے لیے سلطنت کی طرف سے نہایت اہتمام ہے کئی سو آدمی خاص اس کام پر مقرر ہیں ایک
نہایت بلند منارہ بنا ہوا ہے۔ جسپر چند ملازم ہر وقت موجود رہتے ہیں کہ جس وقت کہیں آگ
لگتی دیکھیں فوراً خبر کریں۔ اس قسم کے اور بھی چھوٹے چھوٹے منارے جابجا بنے ہوئے ہیں
جس وقت کہیں آگ لگتی ہے فوراً توپیں سر ہوتی ہیں۔ اور شہر کے ہر حصے سے آگ بجھانے والے
ملازم تمام آلات کے ساتھ موقع پر پہنچ جاتے ہیں انکو حکم ہے کہ بے تحاشا دوڑتے جائیں یہانتک
کہ اگر کوئی راہ چلتا انکی جھپٹ میں آکر پس جائے تو کچھ الزام نہیں۔ میں نے لوگوں سے دریافت
کیا کہ پتھر کی عمارتیں کیوں نہیں بنتیں۔ معلوم ہوا کہ سردی کے موسم میں سخت تکلیف ہوتی
ہے اور تندرستی کو نقصان پہنچتا ہے۔

آب و ہوا یہاں کی نہایت عمدہ ہے جاڑوں میں سخت سردی پڑتی ہے اور کبھی کبھی برف بھی
گرتی ہے۔ گرمیوں کا موسم جسکا مجھکو خود تجربہ ہوا اس قدر خوشگوار ہے کہ بیان نہیں ہو سکتا
تعجب ہے کہ ہمارے یہاں کے امرا شملہ اور نینی تال کے بجائے قسطنطنیہ کا سفر کیوں نہیں کرتے

پانی پہاڑ سے آتا ہے اور نہایت ہاضم اور خوشگوار ہے۔

میوہ جات

ہر قسم کے میوے کثرت سے ہیں اور خصوصاً انگور اور خربزہ بے مثل ہوتا ہے لکھنؤ کے خربزے لطافت میں تو شاید بڑھکر ہوں لیکن شیرینی میں یہاں کے خربزوں کی برابری نہیں کر سکتے۔ امرود جسکو اہل عرب انجاص کہتے ہیں عجیب مخروطی شکل کے ہوتے ہیں۔ رنگ میں تو نہیں لیکن صورت میں گاجروں سے مشابہ۔ مگر نہایت شیریں اور لذیذ۔ سیب کابل کے سیب سے بڑے اور زیادہ شیریں ایک میوہ یہاں ہوتا ہے جسکو شمش کہتے ہیں۔ وہ ہمارے یہاں کی جامن سے کچھ مشابہ ہے ہر قسم کے میوے نہایت ارزاں ہیں۔ انگور ۲ سیر تک آتے ہیں۔ سیب عمدہ سے عمدہ پیسے کے دو دو۔ وعلی ہذا۔

لباس و وضع

لباس اور وضع بالکل یورپین ہے۔ ظاہری ہیئت سے کسی شخص کا مسلمان یا عیسائی ہونا معلوم نہیں ہو سکتا۔ لال ٹوپی جو ترکوں کا امتیازی لباس ہو سکتا تھا۔ عیسائی اور یہودی سب ہی استعمال کرتے ہیں اور اس وجہ سے دونوں قوموں میں امتیاز کا کوئی ذریعہ نہیں یہ طریقہ ایک اعتبار سے تو اچھا ہے کیونکہ دنیا کی مختلف قوموں میں اختلاف کے آثار جس قدر مٹتے جائیں تمدن کے لئے مفید ہے۔ لیکن سوشیل ضرورتوں میں اس سے سخت ہرج ہوتا ہے مجکو اسکی وجہ سے اکثر دشواریاں پیش آئیں اور ہمیشہ خیال آتا تھا کہ حضرت عمرؓ نے اگر عیسائیوں کو قومی لباس کی پابندی کا حکم دیا تو بہت بجا کیا۔ تعجب یہ ہے کہ یہاں مذہبی گروہ یعنی علماء اور مدرسین بھی یورپ کے اثر سے نہیں بچ سکے ان کے پاجاموں میں پتلونوں کی طرح بٹن ہوتے ہیں صرف یہ فرق ہے کہ اوپر گھیر ہوتا ہے اور خوبصورتی کے ساتھ چنٹیں ہوتی ہیں۔ کرتہ یا اچکن کی بجائے صرف واسکوٹ ہوتا ہے واسکوٹ کے اوپر عبا پہنتے ہیں اور یہی امتیازی علامت ہے جو انکو اور گروہ کے آدمیوں سے الگ کرتی ہے۔ اس میں بھی یورپ کا یہ اثر ہے کہ عبا کے بٹن نہیں لگاتے اور سامنے سے واسکوٹ کھلا رہتا ہے۔ ترکی ٹوپی عموماً یہ لوگ بھی استعمال کرتے ہیں لیکن اسپر سفید کپڑے کی ایک دھجی لپٹی ہوتی ہے جسکو عربی میں لفہ کہتے ہیں اور وہ اہل علم کی خاص علامت خیال کیجاتی ہے عورتوں کے لباس کی تفصیل میں عورتوں کی تہذیب معاشرت کے ذکر میں لکھونگا

جامع اور شاہی ایوانات

یہاں کی عمدہ اور یادگار عمارتیں جامع مسجدیں اور شاہی ایوانات ہیں جامع مسجدوں کا ذکر کسی قدر تفصیل کیساتھ جداگانہ عنوان سے آگے آئیگا۔ شاہی ایوانات کو یہاں سرائے کہتے ہیں انکی تعداد بیس بائیس ہے اور سب سمندر و دریا کے کنارے پر واقع ہیں یہ عمارتیں مختلف سلاطین کے عہد کی [illegible]

عظمت و شان کی عمارتیں ہیں۔ ایک ایوان عین لب دریا ہی جو سرتاپا سنگ رخام کا ہی اور نہایت وسیع
بلند خوشنما ہی۔ حال میں شہنشاہ جرمن۔ سلطان کا مہمان ہوا تھا تو اسی ایوان میں ٹھیرا تھا۔

کوئی ٹاؤن ہال نہیں

یہ بات نہایت تعجب کی ہی کہ تمام شہر میں کوئی ٹاؤن ہال نہیں پبلک گارڈن یعنی باغ عام بھی
ایسا مختصر ہی کہ اس عظیم الشان دار السلطنت کے لئے کسی طرح موزون نہیں۔

عدالتیں

عدالتیں (بجز دو تین کے) سب یکجا واقع ہیں اور اس مجموعی عمارت کو باب عالی کہتے ہیں وزیر اعظم
کا محکمہ بھی یہیں ہی۔ یہ عمارتیں چنداں شاندار نہیں ہیں۔ ہائی کورٹ جسکو یہاں محکمۃ التمیز کہتے ہیں
باب عالی سے فاصلہ پر ہی۔ میں اسکے اندر تو نہیں گیا لیکن باہر سے بڑی شاندار عمارت معلوم ہوتی ہے
پولیس کمشنر کی عدالت غلطہ میں ہی۔ میں نے اسکی اچھی طرح سیر کی عمارت چنداں قابل ذکر نہیں ہی۔
لیکن نہایت مرتب اور آراستہ ہی۔ اجلاس کے کمرہ میں بیش قیمت ترکی قالین بچھا ہوا ہے کرسیاں بھی
نہایت خوبصورت اور موزوں ہیں معارف یعنی سررشتہ تعلیم کا محکمہ بھی میں نے دیکھا معمولی عمارت
ہی لیکن صفائی اور خوش سلیقگی کی وجہ سے خوشنما معلوم ہوتی ہے۔

ترقی تعلیم کالج اور اسکول

ترقی تعلیم

اس دور دراز سفر سے کتب خانوں کی سیر کے علاوہ اگر میرا کچھ اور مقصد ہو سکتا تھا تو یہاں کی طرز
تعلیم اور ترقی تعلیم کا اندازہ کرنا تھا چنانچہ میں نے اسپر بہ نسبت اور تمام باتوں کے زیادہ توجہ کی اور
جہانتک ہو سکا کوشش اور محنت کا کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ لیکن ناظرین کو یہ امید نہ کرنی چاہیے
کہ میں اپنے مقاصد میں پورا کامیاب بھی ہوا اور یہ کہ میری تعلیمی رپورٹ کوئی مکمل رپورٹ ہوگی۔
تحقیقات کیلئے میں جو کوششیں کر سکتا تھا وہ یہ تھیں کہ چند بار سررشتہ تعلیم کے دفتر میں گیا افسران
تعلیم سے تحقیق طلب باتیں دریافت کیں بڑے بڑے کالج اور اسکول خود جاکر دیکھے۔ ٹیچروں پروفیسروں
سے ملا۔ کالجوں کی سالانہ رپورٹیں حاصل کیں۔ لیکن یہاں ان تمام کوششوں پر بھی پوری کامیابی
حاصل نہیں ہو سکتی ترکوں میں یہ عجیب دستور ہے کہ وہ ہر ایک بات کو پالٹیکس کی نگاہ سے دیکھتے ہیں
اور اس وجہ سے کسی معاملہ کا منظر عام میں آنا پسند نہیں کرتے سررشتہ تعلیم کی رپورٹ جو سالانہ چھپتا ہے
شائع ہوتی ہی نہایت مختصر اور محض مجمل ہوتی ہی یہانتک کہ مصارف تعلیم اور پروفیسروں اور ٹیچروں کی

تنخواہوں کا ذکر تک نہیں ہوتا۔ بعض بعض کالجوں شلاً مکتب حربیہ و مکتب سلطانی کی جداگانہ رپورٹیں شائع ہوتی ہیں۔ لیکن ان میں نتائج امتحان اور نصاب تعلیم کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا۔

اول اول مجکو خیال ہوا کہ چونکہ میری رسائی کے وسیلے کم تھے اس لئے یہ حالات کم معلوم ہوسکے لیکن جب میں نے خیر الدین پاشا وزیر ٹونس کی کتاب پڑھی تو تسکین ہو گئی۔ اُس نے جہاں ترکی کا ذکر کیا ہے اور اس کی تمدنی و تعلیمی ترقیوں کا حال لکھا ہے نہایت اجمال سے کام لیا ہے اور یہ معذرت کی ہے کہ میں نے ترکی کے جو حالات لکھے وہ انگریزی کتابوں کے ذریعہ سے لکھے ہیں اور اس وجہ سے مفصل نہ لکھ سکا۔ لیکن مسلمانوں کی تحریرات میں اس قدر بھی نہیں ملسکتا۔ اس تمہید اور معذرت کے بعد میں اصل مطلب شروع کرتا ہوں۔

تعلیم کے مختلف طریقے

تعلیم قدیم

قسطنطنیہ بلکہ تمام ممالک اسلامیہ میں تعلیم کے دو طریقے ہیں قدیم و جدید۔ قدیم تعلیم ترکی حکومت کے ساتھ ساتھ شروع ہوئی۔ چنانچہ آرخان المتوفی سنہ ۷۶۱ھ نے جو اس سلسلہ کا دوسرا بادشاہ تھا ازنیق میں ایک مدرسہ قائم کیا اور یہ پہلا مدرسہ تھا جو ممالک عثمانیہ میں قائم ہوا۔ آرخان کے بعد اور سلاطین نے حوصلہ شاہانہ سے تعلیم پر توجہ کی اور سینکڑوں دار العلوم اور مدرسے قائم کئے۔ چنانچہ ہمارے رسالے "مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم" میں اُسکی پوری تفصیل موجود ہے۔ نئی تعلیم کی تاریخ اُس وقت سے شروع ہوتی ہے جب ترکی حکومت ایشیائی قالب چھوڑ کر یورپین قالب میں آئی۔ اس انقلاب کا بانی سلطان محمود تھا جسنے اول اول یورپین وضع اختیار کی اور فوج کو یورپ کے طرز پر آراستہ کیا۔ اسی مجدد نے سنہ ۱۲۵۰ھ میں مکتب حربیہ کی بنیاد ڈالی جو تعلیم جدید کا پہلا کالج تھا۔ یہ کالج اب بھی موجود ہے اور تمام حربی مدارس کا مرکز ہے۔ سلطان محمود کے بعد سلطان عبد المجید نے سنہ ۱۲۶۱ھ میں جدید تعلیم کو زیادہ وسعت دی اور مکاتب رشدیہ قائم کئے۔ اس عہد سے اب تک یہ تعلیم نہایت وسعت کے ساتھ جاری ہے اور روز افزوں ترقی کر رہی ہے۔ تعلیم جدید کے چار درجے قرار دیئے گئے ہیں۔

- ابتدائیہ۔ اسکی مدت تعلیم زیادہ سے زیادہ پانچ برس ہے لیکن ذہین اور ہوشیار طالب العلم دو تین برس بلکہ برس دو برس میں ہی اسکو ختم کر کے اوپر ترقی کر سکتا ہے۔ اس میں قرآن مجید ترکی زبان عربی کلام حساب تقسیم تک سکھایا جاتا ہے۔

رشدیہ

- رشدیہ۔ مدت تعلیم تین برس۔ اس میں ترکی املا۔ مفردات زبان ترکی۔ نحو ترکی۔ عقائد اسلام

زبان ترکی۔ حساب چارون حصے۔ فرنچ زبان۔ عربی۔ جغرافیہ۔ اقلیدس۔ کاغذات۔ تجارت کے اصول
نقشہ کشی کی تعلیم ہوتی ہے۔ یہ درجہ تقریباً ہمارے یہاں کے مڈل کے برابر یا اس سے کچھہ بڑھکر ہے
رشدیہ کے بعد اعدادیہ ہے جسکو انٹرنس کہا جاسکتا ہے۔ اس کلاس کے طالبعلموں کی مجموعی تعداد
۱۸۹۲ء میں ۵۲۱۵ تھی۔ اس میں تمام اضلاع اور خود پایہ تخت کے مدارس شامل ہیں۔

اعدادیہ اور اسکے طلبا کی تعداد

اعدادیہ کے بعد خاص خاص کالج ہیں مثلاً مکتب ملکیہ۔ مکتب الحقوق وغیرہ جن کا مفصل بیان
آگے آئیگا ہر قسم کے عام و خاص مدرسے جو قسطنطنیہ میں ہیں انکی تعداد پانسو ہے جنمیں تیرہ بڑی بڑی کالج
ہیں۔ یہ امر عموماً تسلیم کیا جاتا ہے کہ سلطان حال کے عہد میں تعلیم نے نہایت ترقی کی ہے اور روز بروز
کرتی جاتی ہے سلطان کی تخت نشینی کیوقت مدارس رشدیہ کی تعداد ۹۶ تھی لیکن اب ۴۰۵ ہے ہر قسم
کے نئے مدارس جو سلطان کی شانزدہ سالہ حکومت میں قائم ہوئے انکی تعداد دو ہزار ہے اسکے ساتھ
اسکولوں اور کالجوں میں طالبعلموں کی تعداد اس کثرت سے بڑھتی جاتی ہے کہ ترقی تعلیم کی سال ماقبل
کی رپورٹ سال مابعد سے کچھہ نسبت نہیں رکھتی پروفیسر ویمبری نے اب سے چند برس پہلے ترکوں
کی عام ترقی پر جو لکچر دیا اس میں مکتب الحقوق (قانونی کالج) کے طالبعلمون کی تعداد تین سو بیان
کی ہے۔ لیکن میں جب قسطنطنیہ میں تھا تو اس کالج میں بارہ سو طالبعلم موجود تھے۔ میں نے زمانہ

سلطان حال کے زمانہ میں تعلیم کی ترقی

قیام مصر میں قاہرہ کے مشہور اخبار المؤید میں پڑھا تھا کہ سلطان حال نے جب عنان حکومت
اپنے ہاتھہ میں لی تو مصارف تعلیم تین لاکھہ پونڈ سالانہ تھے۔ لیکن اب آٹھہ لاکھہ پونڈ سالانہ ہیں
یہ رقم ہمارے ہاں کے ایک کڑور بیس لاکھہ کے مساوی ہے۔ حقیقت میں سلطان کو تعلیم کے ساتھہ
عجیب دلچسپی ہے مکتب ملکیہ اور مکتب الحقوق جو قسطنطنیہ کے نامور کالج ہیں خاص سلطان کے
قائم کردہ ہیں حضرت ممدوح کو ان کالجون کی طرف یہ التفات ہے کہ چند بار بنفس نفیس انکے معائنہ
کو تشریف لاچکے ہیں۔

تعلیم کے مصارف

جس زمانہ میں میں قسطنطنیہ میں تھا۔ حضرت ممدوح نے بڑی بڑی کالجون کے طالبعلمون کی
شاہانہ دعوت کی۔ قسطنطنیہ میں کاغذخانہ ایک مشہور سیرگاہ ہے جہان ہفتہ میں ایک بار تماشائیون
کا مجمع ہوتا ہے یہ مقام دعوت کیلئے تجویز کیا گیا۔ اور حکم ہوا کہ ہر کالج کے لڑکے باری باری وہاں بلائے
جائیں سب سے پہلے مکتب حربیہ۔ پھر مکتب ملکی (سول سروس کالج) اور دوسرے کالجون کے طلبا

ہوا کرتے ہیں۔ طالبعلم کالج سے چلتے تھے تو سلطان کے حکم کے موافق شاہی بینڈ انکے آگے آگے بجتا جاتا تھا چونکہ مصالح ملکی کی وجہ سے سلطان خود ان جلسوں میں شریک نہیں ہو سکتے تھے ہمیشہ انکی طرف سے ایک وزیر شریک دعوت ہوتا تھا اور طالب العلموں کو سلطان کا سلام پہنچاتا تھا اسوقت تمام طالب العلم بڑے جوش اور اخلاص سے بادشاہم چوق یشا کا نعرہ بلند کرتے تھے (یعنی ہمارا بادشاہ بہت زندہ رہے)

مکتب العشائر

تعلیم کے صیغہ میں ایک نہایت مفید ایجاد جو حال میں سلطان کی خاص تجویز سے ہوئی وہ مکتب العشائر کا قائم ہونا ہے۔ اگرچہ اسوقت تمام ممالک عثمانیہ میں تعلیم کو ترقی ہے لیکن اہل عرب کے قبائل اس فیض سے قریبًا بالکل محروم تھے جسکی وجہ خود انکی بے پروائی اور بدویت تھی اس ضرورت سے سلطان نے خاص قبائل عرب کی تعلیم کے لئے ایک کالج۔ اور اسکے ساتھ ایک وسیع اور مرتب بورڈنگ قائم کرنیکا حکم دیا۔ میرے زمانہ قیام ہی میں حکام اور عمال کے نام فرامین صادر ہوئے تھے کہ حجاز۔ یمن۔ دیار بکر۔ بصرہ۔ بغداد۔ طرابلس الغرب۔ حلب۔ موصل۔ شام میں عرب کے جو معزز قبائل ہیں انکے لڑکے انتخاب کر کے بھیجے جائیں۔ سلطان نے انکے ہر قسم کے مصارف حکومت کی طرف سے دینے منظور کئے۔ ۱۲۔ ربیع الاول سنہ ۱۳۱۱ کو یہ کالج بڑی شوکت و شان کے ساتھ کھولا گیا۔ اور افتتاحی رسمیں ادا کی گئیں۔ عربوں کی تہذیب و تربیت کیلئے ایسی عمدہ کوشش کی نظیر تمام اسلامی تاریخ میں نہیں مل سکتی۔

اس سے بھی زیادہ شاہانہ فیاضی کا ثبوت دار الشفقت سے ملتا ہے جو خاص یتیموں کے لئے قائم ہوا ہے اس مدرسے میں ایک ہزار یتیم تعلیم پاتے ہیں اور سب کے سب بورڈر ہیں اس گروہ کثیر کی خوراک لباس اور تمام دوسرے ضروری مصارف کا بار سررشتہ تعلیم پر نہیں بلکہ سلطان المعظم کی ذات خاص پر ہے۔

کالجوں اور اسکولوں میں سے جو زیادہ تر قابل ذکر ہیں وہ یہ ہیں

مکتب حربیہ شاہانہ مکتب سلطانیہ مکتب ملکیہ	چونکہ میں نے ان کالجوں کو خود دیکھا ہے اور ان کے طریقہ تعلیم وغیرہ کے متعلق تفصیلی بیان جو دریافت کئے ہیں اس لئے آگے چلکر انکو جداگانہ عنوان سے لکھوں گا

مکتب الحقوق یعنی قانون کالج	اس کالج میں مضامین ذیل پڑھائے جاتے ہیں۔ فقہ۔ اصول فقہ۔ رومن لا۔ قانون تجارت۔ اصول محاکمہ۔ تعزیرات۔ قانون بحری۔ پولیٹکل اکانومی۔ یعنی سیاست مدن۔ قوانین سلطنتہائے یورپ۔ مختصر طور پر قانون کی ایجاد کی تاریخ اور اسکی عہد بعہد کی ترقیاں طالبعلموں کی کل تعداد بارہ سو ہے جن میں چھ سو بورڈر ہیں۔ یہاں کے تعلیم یافتہ منصف اور صدر الصدور وغیرہ ہو سکتے ہیں مدت تعلیم چار برس ہے۔
مکتب المہندسین	مدت تعلیم چھ برس۔ یہ رڑکی کالج کے مشابہ ہے۔
مکتب الالسان	اس میں جرمن۔ فرنچ۔ یونانی۔ ارمنی۔ لاٹین۔ اٹالین۔ روسی زبانیں سکھائی جاتی ہیں۔
مکتب الصناعۃ یعنی ٹیکنیکل اسکول	اس کا سالانہ خرچ ۲۳۵۰ پونڈ یعنی ۲۳۵۰۰ روپیہ ہیں طالبعلموں کی تعداد ۲۴۰ ہے اور یہ کل یتیم لڑکے ہیں انکے مصارف خود مدرسہ کے فنڈ سے ادا ہوتے ہیں۔ اسمیں ایک عرصہ تک تجارتی وغیرہ سکھائی جاتی تھی لیکن سال گذشتہ میں مہتمم مدرسہ توفیق بک آفندی نے درخواست کی کہ کلون کا کام سکھایا جاوے۔
مکتب النواب	یہ کالج نہایت عمدہ اصول پر قائم کیا گیا ہے زمانہ ماقبل میں قاضی و مفتی جو مقرر ہوا کرتے تھے انکے لئے کسی قسم کی خاص تعلیم میں امتحان دینا شرط نہ تھا۔ اب یہ قاعدہ قرار دیا گیا ہے کہ جو شخص اس کالج کا تعلیم یافتہ ہو وہ شرعی مناصب پر مقرر نہیں ہو سکتا۔ اس طریقے نے سعی سفارشوں کی [illegible] کا راستہ بالکل مسدود کر دیا ہے اس کالج میں فقہ کی نہایت

مکتب بحریہ	اعلیٰ درجہ کی تعلیم ہوتی ہے۔ تعلیم جدید کی بعض چیزیں بھی اضافہ کی گئی ہیں۔ تاکہ موجودہ زمانہ کی ضروریات پر واقفیت ہو۔
مکتب الزراعۃ	اس میں فن جہاز رانی کی تعلیم ہوتی ہے۔

طریقۂ تعلیم کے متعلق چند باتیں زیادہ قابل لحاظ ہیں۔

طریقہ تعلیم کے متعلق قابل لحاظ امور

(۱) یہ کہ قریباً تمام کالجوں اور اسکولوں میں فرنچ زبان لازمی ہے جسکا یہ نتیجہ ہے کہ تعلیم جدید کا معمولی تعلیم یافتہ بھی فرنچ زبان سے ناآشنا نہیں ملسکتا۔

فرنچ زبان کا لازمی ہونا

(۲) تمام بڑے بڑے کالجوں میں۔ فزکس کیمسٹری جیالوجی وغیرہ کی تعلیم لازمی ہے اور ان علوم کی عملی مشق کرائی جاتی ہے۔ اس غرض سے ہر کالج میں کثرت سے ان فنون کے آلات مہیا ہیں۔

سائنس و فنون کی تعلیم

(۳) تاریخ کی تعلیم نہایت اعلیٰ درجے کی ہوتی ہے۔ مکتب ملکیہ کا کورس میں نے دیکھا تھا۔ اچھے ضخیم جلدوں میں ہے جس میں علاوہ اور ملکوں کے یورپ کی مفصل تاریخ ہے۔ اسکے ساتھ بڑی خوبی یہ ہے کہ اسلامی تاریخ کے متعلق یورپ کے اکثر مصنفین نے جو غلطیاں کی ہیں انسے بحث اور اسپر رد و قدح ہوئی ہے۔

تاریخ کی اعلیٰ درجہ کی تعلیم

(۴) بجز مکتب سلطانیہ کے جس میں عیسائی طالب علم کثرت سے ہیں۔ باقی اور تمام مدارس میں تمام علوم و فنون ملکی زبان یعنی ترکی میں پڑھائے جاتے ہیں۔ تمام علوم جدیدہ کا ترکی زبان میں ترجمہ ہو گیا ہے اور وقتاً فوقتاً ہوتا رہتا ہے۔ اگرچہ یہ امر بحث طلب ہے کہ ترجمہ تعلیم کا عمدہ ذریعہ ہے یا نہیں اور ہندوستان کے بڑے بڑے نامور ارباب الرائے نے اس بحث میں نفی کا پہلو اختیار کیا ہے لیکن غالباً وہ بحث ہندوستان کیساتھ مخصوص ہے جہاں کی ملکی زبان گورنمنٹ کی زبان نہیں ہے۔ ترکی زبان سلطنت کی زبان ہے اور اسکی مثال تمام دنیا میں نہیں ملسکتی کہ کسی سلطنت نے غیر قوم کی زبان میں علوم و فنون حاصل کیکے ترقی کی ہو۔ انگلستان کی نشو و نما اس وقت شروع ہوئی جب علوم و فنون لیٹن سے انگریزی زبان میں منتقل ہو گئے اور کچھ شبہ نہیں کہ ترکی کی ترقی بھی اگر ہو سکتی ہے تو ملکی ہی زبان کے ذریعہ سے ہو سکتی ہے۔

علوم جدیدہ کی تعلیم ترکی زبان کے ذریعہ سے ہوتی ہے

(۵) تعلیم و تربیت کے معاملہ میں جو چیز سب سے زیادہ قابل قدر اور قابل عزت ہے وہ بورڈنگ ہاؤس ہے حقیقت یہ ہے کہ ترکی نہایت فخر سے اس بات کا دعویٰ کر سکتی ہے کہ اپنے بورڈنگ ہاؤس کا جو طریقہ اختیار کیا ہے اس سے بہتر نہیں ہو سکتا۔ تمام بڑے بڑے کالجوں کے ساتھ بورڈنگ ہاؤس ہیں اور ان میں نہایت کثرت سے

طلبا رہتے ہیں۔ لیکن یہ التزام ہے کہ جملہ لباس۔ وضع۔ مکان۔ فرنیچر۔ تمام چیزیں ایک ہی ہوں اور طالبعلموں کی حالتوں میں فرق مراتب کا کوئی شائبہ نہو۔ بورڈنگ کا کرایہ اور خوراک کی جو فیس لیجاتی ہے اسکے ساتھ کپڑوں کے دام بھی لئے جاتے ہیں اور طالب علموں کے کپڑے خود کالج کے اہتمام سے تیار ہوتے ہیں تمام لڑکے میز اور کرسیوں پر کھاتے ہیں اور ہر چیز میں تکلف اور صفائی خوش سلیقگی کا نہایت اہتمام کیا جاتا ہے فیس کی تعداد کسی کالج میں ۱۵ پونڈ سالانہ سے کم نہیں ہے اور مکتب سلطانیہ میں ۴۰ پونڈ یعنی چھ سو روپیہ سالانہ ہے۔

ترکوں کی یہ عجیب قابل قدر فیاضی ہے کہ باوجود زیادتی فیس کے غربا ان کالجوں کے فیض سے محروم نہیں ہیں۔ ہر کالج میں غریب طالب علموں کی معتدبہ تعداد ہے اور دولتمند ترکوں کی طرف سے انکو اسقدر امداد دیجاتی ہے کہ وہ کالج کے تمام مصارف ادا کر سکتے ہیں مکتب سلطانی جسکی فیس چالیس پونڈ سالانہ ہے اس میں ۲۰۰ طالب علم غریب اور کم مقدور ہیں انمیں سے ڈیڑھ سو طالب علموں کی فیس امرا اور ارکان حکومت ادا کرتے ہیں اور پچاس کی سلطان اپنی جیب خاص سے عطا فرماتے ہیں۔ اس کا یہ اثر ہے کہ کوئی کالج کے احاطہ میں جاکر کوئی شخص کسی طرح تمیز نہیں کر سکتا کہ فلاں طالبعلم غریب اور کم مقدور ہے کل طالبعلموں کی یکساں حالت۔ ان میں اتحاد اور قومیت کا نہایت قوی خیال پیدا کرتی ہے۔ اور غربا کو اعلیٰ درجے کی معاشرت کا حاصل ہونا۔ ان میں حوصلہ مندی اور بلند نظری کا مادہ پیدا کرتا ہے یورپ کے بڑے بڑے کالجوں میں یہ بڑی کمی ہے کہ کم مقدور لوگوں کو انکی فیاضی سے چنداں فائدہ نہیں پہونچتا۔ ترکوں نے اسی نقصان کا تدارک کیا ہے اور نہایت خوبی سے کیا ہے۔

بورڈنگ کا یہ طریقہ دیکھکر مجکو اپنا مدرستہ العلوم یاد آتا تھا۔ اور میں اس کے بورڈنگ کے اختلاف مراتب پر افسوس کرتا تھا۔ لیکن میرا افسوس درحقیقت مدرستہ العلوم کی حالت پر نہ تھا بلکہ قوم کے اُن بزرگوں پر تھا جنکو خدا نے دولت اور مقدور دیا ہے۔ لیکن یہ توفیق نہیں دی کہ اپنی فیاضی سے اس بات کی کوشش کریں کہ ہماری تعلیم گاہ میں غربا اور اہل مقدرت ایک ہی بلند سطح پر نظر آئیں میں علانیہ کہتا ہوں کہ ہمارے قومی کالج میں جو چیز سب سے زیادہ ضروری اور نہایت ضروری ہے وہ یہ کہ تمام طالب علموں کا لباس۔ وضع خوراک۔ مکان۔ فرنیچر۔ کلیتہً ایک کر دیا جائے اور جو تخصیص کہ آج کالج میں قائم ہیں بالکل مٹا دی جائیں اگر یہ نہیں تو کالج میں قومیت کی روح نہیں آ

طالب علموں کا لباس

یہاں کالجوں اور اسکولوں میں ایک اور جدت ہی اور نہایت مفید اور کارآمد ہی وہ یہ کہ ہر طالب علم کے کوٹ کے گریبان پر سنہری کلابتون میں اُس کالج یا اسکول کا نام کڑھا ہوا ہوتا ہی جس میں وہ تعلیم پاتا ہی۔ کلابتون کے حرف ابھرے ہوئے اور اعلی درجے کے خط نسخ کے مطابق ہوتے ہیں۔ چار بجے کے قریب کالجوں اور اسکولوں کی گذرگاہوں پر جاؤ تو عجیب پر تفریح سیر نظر آتی ہے غول کے غول لڑکے مدرسوں سے نکلکر متعدد صفوں میں تقسیم ہو جاتے ہیں اور اس ترتیب و انتظام سے چلتے ہیں کہ گویا باقاعدہ فوج جا رہی ہی لڑکوں کا سرخ و سفید رنگ اسپر سیاہ کوٹ اور کوٹوں کے گریبانوں پر کلابتوں کا زریں طغرا اس قدر خوشنما معلوم ہوتا ہے کہ بیان سے باہر ہے۔

اس طریقے سے علاوہ زیب و زینت اور شان و شوکت کے ایک بڑا فائدہ یہ ہی کہ طالب علم شہر تماشے کی غرض سے بازار میں نکلتے ہیں تو کوئی نامناسب حرکت نہیں کر سکتے۔ کالج کا لباس جس کا ہر وقت پہننا لازمی ہی پہچنوا دیتا ہی کہ وہ طالب علم ہیں۔ اسلئے خواہ مخواہ انکو کالج کے ناموس کا لحاظ کرنا پڑتا ہی اسپر بھی اگر کوئی لڑکا کسی ناروا صحبت میں شریک یا کسی بیہودگی کا مرتکب ہو تو پولس میں پکڑ کر اُسکو اس کالج یا اسکول میں پہنچا آئے گا جہاں وہ تعلیم پاتا ہے۔

ایک ایک کمرہ میں بہت سے طالب علموں کا رہنا

یہاں کے بورڈنگ سسٹم میں بظاہر ایک نقصان معلوم ہوتا ہی۔ وہ یہ کہ الگ الگ کمرے نہیں ہوتے بلکہ پچاس پچاس ساٹھ ساٹھ لڑکوں کے لئے ایک بڑا حال ہوتا ہے جسمیں اُن کی تعداد کے موافق پلنگ بچھے ہوتے ہیں۔ ہر پلنگ کے سرہانے ایک چھوٹی سی الماری ہوتی ہی جس میں معمولی کپڑے اور کتابیں آجاتی ہیں۔ میں نے اول اول یہاں کے بورڈنگ دیکھے تو فی الجملہ ان کی حقارت کا خیال پیدا ہوا خصوصاً اس وجہ سے کہ مدرستہ العلوم کے پرتکلف اور آراستہ کمرے میری آنکھوں کے سامنے تھے۔ لیکن زیادہ تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ طریقہ فائدے سے خالی نہیں اگرچہ اس میں شبہہ نہیں کہ اس کمی کی اصلی وجہ کثرت آبادی اور کافی زمین کا نہ میسر آنا ہی۔ لیکن اُن فوائد کے لحاظ سے جو بغیر اس خاص طریقے کے حاصل نہیں ہوسکتے اگر یہ دعوے کیا جائے کہ قصداً ایسا کیا گیا ہے اور ایسا ہی مناسب تھا تو کچھ بیجا نہ ہوگا۔

تمام بورڈروں کی یکساں معاشرت

اس طریقے سے جو نہایت مفید کام لیا گیا ہی وہ یہ ہی کہ تمام بورڈروں کی روزانہ زندگی یکساں اصول پر قائم کی گئی ہی۔ مثلاً صبح ہوئی اور چوکیداروں نے جو تمام رات سونیکے کمرے میں ٹہلا کرتے ہیں تمام

بورڈوں کو جگا دیا - دیوار میں لڑکوں کی تعداد کے موافق ٹونٹیاں لگی ہیں اور انکے نیچے پکی نالی بنی ہے
تمام لڑکے وہاں جاکر ایک ساتھ بیٹھ گئے - لڑکوں کے ایک ساتھ آنے جانے کا اس قدر التزام
ہو کہ بعض بعض کالجوں میں ایک کل ہو جسکے پھیرنے سے تمام ٹونٹیوں کا منہ ایک ساتھ کھل جاتا
ہو جب تمام لڑکے آجاتے ہیں تو نوکر اس کل کو پھیرتا ہو اور وقت مقررہ کے گذرنے پر بند کردیتا ہو
اگر کوئی لڑکا دیر کرکے آئے تو اسکو واپس جانا ہوگا کیونکہ صرف ایک شخص کیلئے بہت سا پانی ضائع
نہیں کیا جا سکتا - ہاتھ منہ دھو کر تمام لڑکے ریڈنگ روم میں (جو کتب بینی کے لئے مخصوص ہے
اور جہاں ایک نگراں معلم موجود رہتا ہے) جاکر بنچوں پر بیٹھ گئے اور سبق کے یاد کرنے - یا مطالعہ کے
کے دیکھنے میں مصروف ہوئے تمام طالبعلم ایک ساتھ اٹھکر کھانے کے کمرے میں گئے - کھانیکے بعد
کالج کی گھنٹی ہوئی اور سب کالج کے کمروں میں جا بیٹھے - رات کو بھی تمام طالبعلم ایک ہی کمرے
(ریڈنگ روم) میں پڑھتے ہیں اور جب سونیکا وقت آتا ہو تو سب ساتھ اٹھکر سونیکے کمرے میں
چلے جاتے ہیں - غرض سو کر اٹھنا - ہاتھ منہ دھونا - سبق مطالعہ کرنا - کھانا کھانا کھیلنا نماز پڑھنا
اور رات کے دس بجے اپنے اپنے پلنگ پر جاکر پڑ رہنا یہ سارے کام تمام طالب علموں کو ایک ساتھ
کرنے پڑتے ہیں - اس طریقے سے حفظ اوقات کی عادت ہو جاتی ہے اور رفتہ رفتہ وہ طبیعت ثانیہ
بن جاتی ہے - اس طریقے کیلئے ضرور ہے کہ ایک ایک کمرے میں پچاس پچاس ساٹھ ساٹھ طالب علم کے
رہنے کا انتظام کیا جائے - ورنہ الگ الگ کمروں میں تمام کاموں کے ایک ساتھ انجام پانیکا کسیطرح
انتظام نہیں ہو سکتا ہمارے کالج میں ظہور حسین وارڈ جو ابھی قائم ہوا ہے اسی اصول پر قائم ہوا ہے -

تعلیم کی وسعت اور ترقی کے متعلق اگرچہ یہ کچھ اہتمام ہے تاہم چونکہ طریقہ تعلیم نے حال
میں رواج پایا ہے اس لئے ابھی بہت سی باتوں کی کمی ہے جسکی نسبت امید ہے کہ رفتہ رفتہ پوری
ہو جائے گی - ان میں سے ایک یہ ہے کہ کسی کالج بلکہ تمام شہر میں کوئی ڈبیٹنگ کلب اور علمی انجمن نہیں
ہے اسلئے طالب علموں کو تقریر کا ملکہ بہم پہنچانے کا کوئی موقع نہیں ملتا اسکا نتیجہ یہ ہے کہ ان کالجوں
کے ڈگری یافتہ مجمع عام میں کسی مضمون پر لکچر یا اسپیچ نہیں دیسکتے اسی کا یہ بھی اثر ہے کہ تعلیم یافتہ
گروہ میں ابھی تک وہ زندہ دلی - آزاد خیالی - حوصلہ مندی - بلند نظری - نہیں پیدا ہوئی ہے جو
نئی تعلیم کا لازمہ ہے

نئی تعلیم میں بعض باتوں کی ابھی تک کمی ہے

ایک بہت بڑا نقص یہ ہے کہ کالجوں اور بڑے بڑے اسکولوں کا وجود دار الخلافہ کی شہر پناہ تک محدود ہے۔ بڑے بڑے شہروں میں اگرچہ کثرت سے مدرسے قائم ہو گئے ہیں لیکن وہ عموماً ابتدائیہ اور رشدیہ یعنی اوسط درجے کے مدارس ہیں۔ جہاں تک میری واقفیت ہے بیروت دمشق حلب۔ بیت المقدس میں ایک بھی ایسا علمی مدرسہ نہیں جس پر کالج کا لفظ صادق آسکے۔

اس سے بڑھکر یہ افسوس ہے کہ قسطنطنیہ کے تمام کالج اور دار العلوم جن کا ہم نے ذکر کیا حکومت کی طرف سے ہیں۔ قوم نے ابھی تک اس طرف کچھ توجہ نہیں کی ہے۔ یعنی اتنے بڑے دار السلطنت میں ایک بھی قومی کالج نہیں۔ کوئی گورنمنٹ گو کتنی ہی مقتدر اور دولتمند ہو لیکن تمام ملک کی علمی ضرورتوں کی کفیل نہیں ہو سکتی۔ اگر ہو بھی تو چنداں مفید نہیں جس قوم کی تمام ضرورتیں گورنمنٹ انجام دیا کرتی ہے۔ اسکی دماغی اور روحانی قوتیں مردہ اور بیکار ہو جاتی ہیں یورپ میں جو عظیم الشان علمی کارخانے پھیلے ہوئے ہیں انہیں زیادہ تر قوم کا حصہ ہے انگلستان کی مشہور یونیورسٹیاں کیمبرج اور اکسفورڈ۔ قومی ہی کوششوں سے قائم ہوئی ہیں اور اس وقت تک انھوں نے گورنمنٹ کا زیر بار احسان ہونا منظور نہیں کیا ہے۔

اس اجمالی رپورٹ کے بعد ہم بعض بعض کالجوں کا تفصیلی حال لکھتے ہیں۔

مکتب حربیہ

یہ بہت بڑا کالج بلکہ بہت بڑی یونیورسٹی ہے جس پر ترکوں کو فخر ہے اور درحقیقت وہ اس فخر کا مستحق ہے۔ اگرچہ حربی تعلیم اصطلاحی تعلیم کے مفہوم سے کسی قدر الگ ہے اور اس لحاظ سے ترقی تعلیم کے ذیل میں مکتب حربیہ کا ذکر کرنا بظاہر موزوں نہ تھا۔ لیکن اس کالج میں حربی علوم کے علاوہ طبیعات۔ کیمیا۔ ریاضی اور بالخصوص طب کی تمام شاخوں کی تعلیم اس حد تک ترقی ہے کہ ہم اسکو اصطلاحی تعلیم کے دائرے سے باہر نہیں کہہ سکتے۔ یہ کالج ۱۲۵۰ھ میں سلطان محمود نے قائم کیا تھا۔ اُس زمانے کی بہ نسبت عمارت میں بہت کچھ ترقی ہوئی ہے اور نصاب تعلیم تو اس قدر وسیع اور اعلیٰ ہو گیا ہے کہ گویا وہ کالج ہی نہیں رہا۔

اس کالج کے ماتحت جس قدر حربی مدارس ہیں اُنکی تعداد (۴۶) ہے جن میں (۱۹) اعدادیہ ہیں اور (۲۷) رشدیہ جن میں کل ۹۲۲۴ طالب علم تعلیم پاتے ہیں۔

تفصیل نقشہ ذیل سے معلوم ہوگی۔

قسم مدرسہ	مدارس پایۂ تخت		مدارس اضلاع	
	بورڈ	غیر بورڈ	بورڈ	غیر بورڈ
اعدادی	۱۰۹۶	۰	۴۴۵	۰
رشدیہ	۱۵۵	۲۴۲۵	۱۲۸	۲۲۲۵

یہ کالج (مکتب عربیہ) بڑی عظمت وشان کا کالج ہے۔ اگرچہ قسطنطنیہ میں عام دستور ہے کہ
سکرٹری مدرسہ کی اجازت کے بغیر کوئی شخص کسی مدرسہ کے احاطہ میں داخل نہیں ہو سکتا لیکن
اس کالج میں اور بھی زیادہ اہتمام اور روک ٹوک ہے جب میں نے اسکی سیر کا قصد کیا تو لوگوں نے کہا کہ اسکے
لئے ارادہ سنیہ یعنی خود سلطان کی اجازت درکار ہے۔ اگرچہ ممکن تھا کہ عثمان پاشا جنکے اس [illegible]
میں مجکو شرف ملازمت حاصل ہو چکا تھا مجکو باسانی اجازت دلاتے۔ لیکن میں نے اس کام کیلئے انکو
تکلیف دینا مناسب نہ سمجھا حسین حسیب آفندی پولیس کمشنر سے [illegible]
تذکرہ کیا بولے کہ مدرسہ عربیہ مأذون نیستم یعنی مجبوراً مجکو ذاتی کوشش پر بھروسہ کرنا پڑا۔ اتنا تو معلوم
ہو چکا تھا کہ مکتب عربیہ کے سکرٹری ذکی پاشا ہیں جو نہایت لائق اور اعلیٰ درجہ کے تعلیم یافتہ ہیں [illegible]
خیال کیا کہ بغیر کسی واسطے کے خود انسے ملنا چاہیے۔ شیخ علی ظبیان نے بھی یہی رائے دی [illegible]
ہم دونوں پاشائے موصوف کے مکان پر گئے۔

اتفاق سے وہ باہر جا چکے تھے۔ آدمی نے کہا کہ ذرا ٹھیر جایئے شاید جلد آجائیں اسی اثنا میں
وہ آپہنچے۔ گاڑی سے اُترنے کے ساتھ اُنھوں نے ہماری طرف رخ کیا۔ شیخ علی ظبیان اور میں دونوں
عربی لباس میں تھے۔ اگرچہ میرے سر پر ریشمی عمامہ اور کمر میں سنہری پٹی تھی لیکن قفطان اور عبا
کی وجہ سے مجموعی صورت عرب سے معلوم ہوتا تھا۔ پاشائے موصوف کو اسوقت نہایت جلدی تھی
سلام علیک کے ساتھ ہی جیب میں ہاتھ ڈالا اور کچھ مجیدیاں (ترکی سکہ) نکالیں پہلے تو مجکو
سخت تعجب ہوا پھر خیال آیا کہ نعوذ باللہ انھوں نے ہمکو عام عربوں کیطرح گداگر سمجھا۔ اس خیال کے
ساتھ مجکو نہایت رنج اور رنج کے ساتھ غصہ آیا۔ میں نے چلا کر کہا شو هذا ما جئنا لهذا لسنا من
الفقراء یعنی یہ کیا ہے ہم اسلئے نہیں آئے۔ ہم محتاج نہیں ہیں۔ پاشائے موصوف اگرچہ عربی نہیں سمجھتے تھے پر

مکتب عربیہ سے پہلے ذکی پاشا کی ملاقات

چہرے کی ہیئت اور لہجہ کلام سے سمجھے کہ یہ امر اسکو ناگوار گذرا۔ شیخ علی ظبیان کی طرف متوجہ ہوکے یہ غیظ میں کیوں ہیں؟ اور چاہتے کیا؟ شیخ علی ظبیان ٹوٹی پھوٹی ترکی بول لیتے تھے۔ میرے آنے کی غرض و غایت بیان کی۔ پاشائے موصوف نہایت شرمندہ ہوئے۔ معذرت کے ساتھ کہا کہ آپ بالاخانے پر چلیے میں تھوڑی دیر میں آتا ہوں بالاخانے پر چند معزز عہدہ دار جمع تھے۔ انھوں نے نہایت احترام کے ساتھ ہمارا استقبال کیا۔ معمول کے موافق قہوہ آیا۔ ایک ایک سے مزاج پرسی ہوئی اُن لوگوں کو جب معلوم ہوا کہ میں ہندوستان کا باشندہ ہوں اور تحقیقات علمی کی غرض سے یہاں آیا ہوں تو اس قدر گرویدہ ہوئے کہ ہر لفظ اور ہر ادا سے شوق اور محبت کا اظہار ہوتا تھا۔ نہایت افسوس تھا کہ میں نہ ترکی سمجھتا تھا نہ فرنچ اور وہ ان دو زبانوں کے سوا اور کسی زبان میں گفتگو نہ کر سکتے تھے۔ اُٹھ اُٹھ کر میرے پاس آ بیٹھتے تھے اور اظہار محبت کے ساتھ افسوس ظاہر کرتے تھے کہ ہم آپکی زبان نہیں سمجھتے۔ تھوڑی دیر کے بعد کی پاشا نے معذرت کیساتھ کہلا بھیجا کہ مجھکو ضروری کام درپیش ہے۔ اس لئے میں خود نہیں آسکتا۔ لیکن میں نے ایک افسر کو حکم دیدیا ہے وہ آپ کو اچھی طرح کالج کی سیر کرادیگا۔ ان صاحب کا نام رضا بک تھا اور بڑے بڑے اعلیٰ کار تہبر رکھتے تھے۔ پاشائے موصوف کی معذرت اگرچہ بہانہ پر محمول نہیں ہو سکتی تھی واقعی انکو بہت سے محکمے سپرد ہیں اور تمام تمام دن انکو دورے میں گذر جاتا ہے لیکن اس میں شبہ نہیں کہ انکو اپنی حرکت پر سخت ندامت ہوئی تھی اور یہ بھی اُنکے نہ آنیکا ایک سبب تھا۔

مجکو اس بات کے معلوم ہونے سے کہ یہاں علما اور متصوفین جب کسی امیر یا عہدہ دار سے ملتے ہیں تو اسی غرض سے ملتے ہیں کہ ابیض نورانی ہاتھ آئے ذکی پاشا کی بدگمانی کا رنج تو جاتا رہا لیکن اس فرقے کے حال پر بہت افسوس ہوا۔ نذر و نیاز کے طریقے کو میں ہندوستان کے ساتھ مخصوص سمجھتا تھا لیکن افسوس یہاں بھی اس سے نجات نہیں پائی۔

قصہ مختصر رضا بک کے ساتھ ہم مکتب حربیہ کو گئے۔ دروازہ پر پہرہ تھا۔ سپاہیوں نے فوجی قاعدے سے سلام کیا۔ اندر داخل ہوئے تو کالج کیا ایک مستقل آبادی تھی رضا بک پہلے اپنے خاص کمرے میں لے گئے۔ وہاں کے اور چند عہدہ دار موجود تھے اُنسے تعارف ہوا۔ معمول کے موافق قہوہ آیا تھوڑی دیر کے بعد رضا بک نے کہا کہ کھانے کی گھنٹی ہو چکی ہے۔ آیئے سب سے پہلے آپ کو کھانے کے کمرے کی سیر کرائیں۔ چونکہ اس وقت ڈرائینگ روم (کھانے کا کمرہ) اور اسکے متعلق جو عمارتیں ہاکر نئی سرے سے

افسروں کا کھانے کے کمرے کو جانا

تعمیر ہو رہی تھیں - اِس نئے کالج کے سلسلہ عمارت سے کسی قدر فاصلہ پر ایک مکان عارضی طور پر بنایا گیا تھا اور کالج سے اِس عمارت تک صاف اور ہموار سڑک تیار کی گئی تھی - لڑکے اپنے اپنے کمروں سے نکلکر ڈائننگ ہال چلے تو عجیب دلفریب سما نظر آیا - پانچ چھ چھ لڑکوں کی تیس چالیس صفیں تھین اور اِس ترتیب و انتظام کے ساتھ جا رہی تھین کہ گویا باقاعدہ فوج مارچ کر رہی ہو - وضع اور لباس بالکل ایک سا تھا اور چونکہ تمام لڑکے ترک یا شامی عرب تھے رنگ و روپ مین بھی چندان فرق نہ تھا - تعجب یہ ہے کہ اِس گروہ کے ساتھ نہ کوئی افسر تھا نہ اُنکو ہمارا آنا معلوم تھا تاہم اُنکی کوئی کوئی حرکت ترتیب انتظام کے خلاف نہ تھی اور شور و غل کا مطلق نام نہ تھا - جب ہم کمرے کے اندر داخل ہوئے تو تمام لڑکے میز پر بیٹھ چکے تھے ہال نہایت وسیع اور خوبصورت اور چھت پر طلائی کام تھا - دو تین قسم کے کھانے تھے اور ترکی طریقے کے موافق چار چار لڑکوں کے بیچ میں ایک ایک قاب تھی - چھری کانٹے نہ تھے - صرف چمچے تھے - لیکن لڑکے کھاتے اس خوش سلیقگی سے تھے کہ نہ کسی کا ہاتھ بھرتا تھا نہ میز کی چادر پر کہیں دھبہ پڑ سکتا تھا - غالباً لڑکوں پر صفائی و پاکیزگی کی سخت تاکید ہے - چار پانچ سو لڑکے جو ہال میں موجود تھے یہ معلوم ہوتا تھا کہ ابھی کپڑے بدل کر آئے ہیں - ہم جدھر گذرتے بعض بعض لڑکے کھڑے ہو جاتے اور کہتے تفضل یا مولانا اُنکے اصرار سے ہمنے دو ایک لقمے کھائے کھانا بُرا نہ تھا - لیکن ہم ہندوستانی تو مسٹر ڈھونڈھتے تھے وہ یہان کہان - ؟ کھانے کے کمرے سے نکلکر تھوڑی دیر تک ہم اِدھر اُدھر پھرتے رہے یہان تک کہ کالج کی گھنٹی ہوئی اور لڑکے لکچر روم کو چلے گئے -

لکچر روم

لکچر روم (تعلیم کے کمرے) ہمارے ہندوستانی قطع کے نہیں ہیں - دور تک سیدھی قطار میں بہت سے کمرے ہیں جنکی قطع عام مکانات کی سی ہے پروفیسر ایک بلند چبوترے پر بیٹھتا ہے بعض بعض چبوترونکے گرد لکڑی کا کٹہرا بھی تھا رضا بک اور اُنکے ساتھ ہم جس کمرے میں چلے ایک لڑکا اُٹھکر دوڑا ،، اور بلند آواز سے کہتا اِس آواز کیساتھ تمام لڑکے کھڑے ہو جاتے اور ہاتھ کے اشارے سے سلام کرتے معلوم ہوا کہ کالج کا جب کوئی افسر آتا ہے تو لڑکے اسی طرح اُسکی تعظیم بجا لاتے ہیں - رضا بک ہمکو تمام پروفیسر لوگوں سے انٹروڈیوس کراتے تھے لیکن افسوس تھا کہ ہم کسی کی زبان نہین سمجھ سکتے حمام - چھاپہ خانہ - نقاش خانہ اور اِس قسم کی بہت سی عمارتین جو کالج کے احاطہ میں ہیں ہمنے سب کی سیر کی یہ عمارتین اِس کثرت سے ہیں کہ قریباً دو گھنٹے تک ہم برابر پھرے تب کہین جا کر ختم ہوئین

تشریح کی تعلیم کا کمرہ نہایت وسیع ہے اور اعمال تشریحی کے سامان کثرت سے جمع ہیں ۔ نقشہ کشی اور مصوری کے جو نمونے میں نے یہاں دیکھے کبھی نہیں دیکھے تھے ۔ چھاپہ خانہ میں ایک ایجاد یہ دیکھی کہ بجز اقلیم کا نقشہ بجائے کاغذ کے پتھر پر بنا کر چھاپا جاتا تھا ۔ جو نقشہ اُس وقت تیار ہو رہا تھا نہایت گنجان اور باریک تھا اور درحقیقت بڑی دیدہ ریزی کا کام تھا ۔

طالب علموں کی تفریح کیلئے ایک خوبصورت حوض بنا ہے جسمیں مختلف رنگ کی مچھلیاں پڑی ہیں اور جا بجا بنچیں اور کرسیاں بچھی ہیں ۔ پروفیسروں اور ٹیچروں کیلئے ذرا فاصلے پر الگ حوض ہے چونکہ چلتے چلتے تھک گئے تھے ہم نے وہاں دم لیا اور دیر تک صحبت رہی ۔ رجب آفندی جو ترکی زبان کی انشا سکھانے پر مامور ہیں اور فارسی زبان جانتے ہیں آخری دور میں ہمارے ساتھ ہو لئے تھے ان کے ذریعہ سے کالج کے معزز افسروں سے بے تکلف بات چیت ہو سکتی تھی ۔ پروفیسروں اور طالب علموں نے مجھ سے جس خوش اخلاقی اور اسلامی محبت کا برتاؤ کیا میں اُسکی کیفیت بیان نہیں کر سکتا ۔ اس بات کا نہایت افسوس رہا کہ جس دن ہم نے کالج کو دیکھا وہ عملی تعلیم کا دن نہ تھا اس وجہ سے فوجی مشقیں یعنی قواعد نشانہ بازی ۔ شہسواری ۔ مورچہ بنانا ۔ دمدمے طیار کرنے اور اس قسم کی کوئی چیز نہ دیکھ سکے ممکن تھا کہ کسی اور دن جا کر دیکھتے لیکن ہماری قیام گاہ سے کالج اس قدر دور تھا کہ پھر ہمت نہ ہوئی

پروفیسروں کا اخلاق

اس کالج میں تعلیم کی متعدد شاخیں ہیں ۔

تعلیم کی متعدد شاخیں

(۱) ارکان حربیہ یہ سب سے اعلیٰ درجہ ہے اور اسکی مدت تعلیم تین برس ہے ۔ اسکی دو شاخیں ہیں فنی و عسکری ۔ فنی میں مضامین ذیل پڑھائے جاتے ہیں ۔ تقسیم اراضی و ہیئت ۔ نظریات جر ثقیل ۔ معماری ۔ زبانہائے فرنچ و جرمن و روس ۔ قلعوں کا محاصرہ اور اسکے اصول جنگ ۔ فوجی ٹیلیگراف وظائف ارکان حرب ۔ فوجی ایجادیں ۔ عملیات ۔ اشکال معماری ۔ سفر بینا ۔ ممالک عثمانیہ کی سٹرکیں اور کل ممالک یورپ کی ریلوے لائینیں ۔ فن اسلحہ ثقیلہ علم طبقات الارض ۔ یورپ کی فوجوں کی ترتیب اور اصول ۔ دنیا کی مشہور لڑائیاں اور فوجی اصول کے لحاظ سے انکی کیفیت وقوع اور فتح و شکست کے اسباب کی تحقیق ۔ اقلیدس ۔ جبر مقابلہ ۔ پلوغرافیا ۔ فن اسلحہ خفیفہ کتابت تاریخ فن حرب ۔ تصویر کشی ۔

ارکان حربیہ

عسکری میں بھی اکثر یہی مضامین ہیں اسکے ساتھ ساتھ بعض جدید مضامین بھی ہیں جو

مضامین ان دونوں درجون میں پڑھائے جاتے ہیں ان میں سے اکثر کی ابتدائی تعلیم رشدیہ اور اعدادیہ میں ہو چکتی ہی۔ ان درجون میں صرف انکی تکمیل ہوتی ہی اور یہی وجہ ہے کہ تین برس میں اس قدر مختلف مضامین کی تحصیل ہو سکتی ہی۔ رشدیہ سے اس درجے تک کی تعلیم کی کل مدت دس برس ہی۔

سواری

(۲) سواری کی تعلیم۔ اسکی مدت تعلیم تین برس ہے اور علاوہ علمی مشقون کے مضامین ذیل کی تعلیم ہوتی ہی۔ ہندسہ رسمیہ۔ پلوغرافیا نظری و عملی۔ زبانہائے فرنچ و جرمن و روس۔ کیمیا۔ فن اسلحہ۔ فوجی ایجادات۔ جغرافیہ لب عسکری۔

پیادہ

(۳) پیادہ۔ مدت تعلیم تین برس۔ اس مین علاوہ عملی مشقون کے جغرافیہ فوجی۔ فن اسلحہ۔ جرمن و فرنچ و روسی زبانیں۔ فوجی ایجادات۔ استحکامات حفیفہ۔ حفظ الصحۃ کی تعلیم ہوتی ہے۔

بیطاری یعنی جانورونکا علاج

(۴) بیطر یعنے طب حیوانات۔ مدت تعلیم چار برس۔ مضامین درسیہ یہ ہیں۔ عام امراض فن ولادت۔ فن فروسیت۔ امراض داخلیہ۔ امراض متولیہ۔ فن جراحی۔ امراض خارجیہ۔ فرنچ زبان کتابت۔ کیمیائے عضوی۔ مفردات طب۔ تشریح۔ منافع الاعضا۔ نباتات۔ علم الحیوانات۔ کیمیائے غیر عضوی۔ علم الارض والمعادن۔ ان چارون صیغوں میں قریباً چھ سو لڑکے زیر تعلیم ہیں اور انکو سند حاصل کرنے کے بعد حسب مراتب۔ افسری کے عہدے ملتے ہیں انکے نیچے۔ اعدادیہ اور رشدیہ کی کلاسین ہیں جنکی مدت تعلیم سات برس ہے۔ اور تاریخ۔ جغرافیہ۔ حساب اقلیدس طبیعات۔ کلوں کا کام اور اس قسم کے مضامین کی تعلیم ہوتی ہی کل طالب علم جو کالج کی مختلف شاخون میں تعلیم پاتے ہیں۔ تعداد میں پندرہ سو ہیں جن مین سے ایک ہزار بورڈر ہیں پروفیسر و اسسٹنٹ پروفیسر و ٹیچر ۸۷ ہیں جن میں سے اکثر کالج ہی کے احاطہ میں سکونت رکھتے ہیں۔ اکثر

پروفیسرون اور ٹیچرون کی تعداد

پروفیسر اعلی درجے کے تعلیم یافتہ اور معزز عہدہ دار ہیں ان میں سے چھ شخص پاشا کا منصب رکھتے ہیں جنکے نام یہ ہیں۔ ثروت پاشا۔ سکرٹری۔ فائق پاشا پروفیسر کیمیا عضوی۔ ہنر پاشا پروفیسر تعلیم سواری۔ تفوق پاشا۔ پروفیسر طبقات الارض شاکر پاشا پروفیسر ارکان حرب عثمان پاشا پروفیسر زبان جرمن۔ نو پروفیسرون کو میر الائی کا رتبہ حاصل ہے۔

مکتب سلطانی

یہ بھی قدیم کالج ہے اور مکتب حربیہ کے سوا تمام کالجون سے ممتاز ہے یہ غلطہ سرائے میں واقع ہے

جہان یورپین تاجر زیادہ آباد ہیں اور اس وجہ سے تمام اور کالجون کی نسبت عیسائی لڑکے اسمین زیادہ ہیں
مجکو افسوس ہی کہ جسوقت میں نے اس کالج کو دیکھا تعطیل کا زمانہ تھا اور بجز دو تین عہدہ دارون یعنے سکرٹری اور نائب سکرٹری وغیرہ کے اور کوئی افسر موجود نہ تھا کالج کی عمارت دو منزلہ ہی بورڈ روم اور لکچر روم سب اوپر کے درجے میں ہیں - علم الحیوانات کی تعلیم کیلئے نہایت وسیع کمرہ ہی جس میں کثرت سے ہر قسم کے مردہ جانور اور بڑے بڑے مردہ جانورون کے ڈھانچے ہیں - دہیل مچھلی کا ڈھانچہ میں نے اس سے پہلے کہیں نہیں دیکھا تھا کیمیا اور الکٹرسٹی کے تجربون کے لئے کثرت سے بیش قیمت آلات مرتب اور مہیا کئے گئے ہیں -

یہ بات مجکو نہایت پسند آئی کہ بیمار بورڈرون کیلئے ایک نہایت وسیع ہال آراستہ ہی جسمین کثرت سے پلنگ وغیرہ موجود ہیں اور متعدد خدمتگار ہر وقت حاضر رہتے ہیں اس طریقے سے ڈاکٹر کو لڑکون کے علاج اور تیمارداری میں آسانی ہوتی ہی - وہ ایک ہی وقت میں تمام بیمارون کو دیکھ سکتا ہے ورنہ الگ الگ کمرے ہون تو ایک ایک بیمار کے پاس پہنچنا - اور کافی طور سے انکی پرداخت اور خبرگیری کرنی سخت مشکل ہو -

اس کالج کا صرف ۱۸ ہزار پونڈ یعنی دو لاکھ ستر ہزار روپیہ سالانہ ہی لیکن اس میں غریب طالب علمونکی اسکالرشپ کی رقم بھی شامل ہی - طالب علمون کی مجموعی تعداد آٹھ سو ہی جنمین زیادہ تر بورڈر ہیں - بورڈرون کی خوابگاہ کا کمرہ نہایت وسیع وشاندار اور خوش فضا ہی - بورڈنگ کا جو دستور العمل ہے اسکے چند دفعات کا خلاصہ ذیل میں درج ہے -

(۱) تمام بورڈرون کی خوراک - کپڑے - بچھونے - کتاب - کاغذ قلم وغیرہ کالج کیطرف سے مہیا کیا جائیگا

(۲) بورڈر سے ۴۰ پونڈ سالانہ (چھ سو روپیہ) فیس لیجائے گی -

(۳) ایسے طالب علم بھی داخل ہو سکتے ہیں جو دو ثلث یا ایک ثلث فیس ادا کر سکتے ہیں یا بالکل نہیں ادا کر سکتے لیکن انکی تعداد معین ہوگی جو ہر سال کے شروع میں ڈائرکٹر آف پبلک انسٹرکشن کے محکمہ سے استفسار کر کے قرار دیجائیگی (یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اس قسم کے طلبہ کی بقیہ فیس سلطان و امرائے شہر ادا کرتے ہیں اور اس وجہ سے خوراک - لباس - فرنیچر وغیرہ کے لحاظ سے انمین اور ذی مقدور طالبعلمون مین کسی قسم کا فرق محسوس نہیں ہو سکتا ۔

(۴) داخلے کیوقت ہر طالبعلم سے کپڑوں کی بابت ۱۵ پونڈ یعنی دو سو پچیس روپیہ لئے جائیں گے۔

(۵) وہ طالب علم جو رات کو بورڈنگ میں نہیں رہتے انکی فیس ۲۰ پونڈ سالانہ ہے اور کسی حالت میں وہ گھٹ نہیں سکتی۔

(۶) غیر بورڈروں کی فیس ۱۰ پونڈ سالانہ ہے اور کسی حالت میں وہ کم نہیں ہو سکتی ہے۔

(۷) بورڈروں کو ہفتہ میں صرف ایک مرتبہ اپنے گھر جانے کی اجازت ملیگی جانے اور آنے کیوقت ایک معتبر ملازم کالج انکے ساتھ ہونا ضرور ہے۔

(۸) کوئی بورڈر ایک ہفتہ میں دس قرش (سوا روپیہ) سے زیادہ اپنے پاس نہیں رکھ سکتا تعلیمی حیثیت سے اس کالج میں جو خصوصیت ہے وہ یہ ہے کہ تمام علوم و فنون فرنچ زبان میں پڑھائے جاتے ہیں۔ اور اس وجہ سے اکثر پروفیسر فرنچ یا جرمن ہیں۔ اسکے ساتھ ترکی زبان کی تعلیم نہایت اعلیٰ درجے کی ہوتی ہے۔ عربی و فارسی کی تعلیم بھی لازمی ہے۔ گو اعلیٰ درجے کی نہیں۔ باقی زبانیں۔ یونانی ارمنی انگریزی۔ جرمنی۔ اٹالین لیٹن نصاب میں داخل ہیں اور بہت سے لڑکے پڑھتے بھی ہیں۔ لیکن ان کی تعلیم اختیاری ہے لازمی نہیں۔

ترکی و عربی و فارسی میں علاوہ علم ادب اور قرآن مجید کے جن مضامین کی تعلیم ہوتی ہے وہ یہ ہیں عقائد۔ فقہ۔ اخلاق۔ تاریخ۔ دولت عثمانیہ۔ قرات۔ تجوید۔ [illegible] و تفسیر کی تعلیم چوتھے درجے سے شروع ہوتی ہے اور ہفتہ میں صرف ایک بار ہوتی ہے۔ فرنچ زبان شروع ہی سے پڑھائی جاتی ہے اور اختتام تعلیم یعنی سات برس تک برابر جاری رہتی ہے۔ نحو صرف ادب کے ساتھ اصول انشا نگاری و فن بلاغت اعلیٰ درجہ تک پڑھایا جاتا ہے اور مضامین ذیل کی تعلیم بھی اسی زبان کے ذریعہ سے ہوتی ہے۔ حساب۔ جبر مقابلہ۔ جغرافیہ۔ ہندسہ۔ کیمسٹری۔ علم الحیوانات۔ طبیعیات۔ علم النباتات۔ الکٹرسٹی۔ علم الاصوات۔ علم طبقات الارض۔ رسم ہندسی رسم اقلیدی۔

پروفیسروں اور ٹیچروں کی مجموعی تعداد ۴۳ ہے جن میں ۲۴ جرمنی اور فرنچ اور باقی ترک ہیں حقیقت یہ ہے کہ وسعت عمارت۔ شان آلات علمی۔ وسعت تعلیم۔ اور عمدگی انتظام کے لحاظ سے تمام قسطنطنیہ میں اس سے عمدہ تر کوئی کالج نہیں ہے۔ البتہ افسوس ہے کہ ابھی اعلیٰ کلاسیں

تعلیم پانے والے زیادہ تر عیسائی ہیں۔ مسلمانوں کی تعداد بہت کم ہے۔ شیخ عبد الفتاح آفندی سے مجکو یہاں رسالہ کی رپورٹ نتیجہ امتحان عنایت کی تھی اس میں جس قدر اعلیٰ درجہ کے امتحانات پاس کرنے والے ہیں اکثر عیسائی ہیں مجکو خدانخواستہ عیسائیوں کی ترقی پر حسد نہیں ہے لیکن مسلمانوں کے تنزل کا رنج ضرور ہے۔

مکتب ملکیہ

مکتب ملکیہ

یہ کالج جو یہاں کا سول سروس کالج ہے خاص سلطان کا قائم کردہ ہے اور حضرت ممدوح کو اسکی طرف التفات خاص ہے چنانچہ دو بار بنفس نفیس اسکے ملاحظہ کو تشریف لاچکے ہیں۔

پہلے اس میں پانچ درجے تھے۔ تین ادنے اور دو اعلیٰ اس لحاظ سے کل مدت تعلیم پانچ برس تھی لیکن تعلیم کی ہائی اسٹینڈرڈ کے قائم کرنیکے لیے دو درجے اور بڑھا دیے گئے ہیں اور کل مدت تعلیم سات برس قرار دی گئی ہے۔ اس کالج میں فرنچ کے ساتھ یونانی اور ارمنی زبان کی تعلیم بھی لازمی ہے عربی اور فارسی بھی نصاب تعلیم میں داخل ہے لیکن لازمی نہیں۔ مضامین جنکی تعلیم ہوتی ہے یہ ہیں۔ تاریخ جغرافیہ۔ الکٹرسٹی وغیرہ طبیعات۔ پولیٹکل اکونمی۔ اصول قانون۔ یورپ کے قوانین۔ ان تمام مضامین کی تعلیم نہایت اعلیٰ درجے پر ہوتی ہے تاریخ کا کورس میں نے خود دیکھا تھا چھ ضخیم جلدوں میں تھا اس کالج کے تعلیم یافتہ بڑے بڑے ملکی عہدوں پر مقرر کیے جاتے ہیں چنانچہ دو سو سے زیادہ اسوقت تک ملکی عہدوں پر مقرر ہو چکے ہیں جن میں سے بعض بعض نہایت بلند رتبہ کے عہدہ دار ہیں طلبا جو اس وقت کالج میں تعلیم پارہے ہیں انکی تعداد ۲۰۰ سے زائد ہے۔

طالب علموں کی تعداد

میں نے اس کالج کی اچھی طرح سیر کی۔ کالج کے منیجر جو ایک معزز ترک ہیں۔ اگرچہ عربی نہیں سمجھتے تھے لیکن چونکہ ترجمان میرے ساتھ تھا بے تکلف گفتگو ہو سکتی تھی۔ یہاں کے کالجوں میں میں نے یہ بات عموماً دیکھی اور مجکو بہت پسند آئی کہ منیجر معزز رتبہ کا آدمی ہوتا ہے۔ اور اسکی طرز معاشرت سے عزت و شان ظاہر ہوتی ہے۔ ان منیجر صاحب کا کمرہ بھی حسب معمولی مرتب اور آراستہ تھا۔ میں جسوقت کالج میں پہنچا چھٹی کا گھنٹہ تھا۔ اور لڑکے کرکٹ کھیلنے میں مصروف تھے تھوڑی دیر کے بعد جب لڑکے کلاسوں میں گئے تو منیجر صاحب نے مجکو کالج کے تمام کمروں کی سیر کرائی۔ کھانے کا کمرہ نہایت خوش سلیقگی سے مرتب تھا میز پر نہایت صاف چادر بچھی تھی۔ اور کھانے کے پرتکلف برتن جو چینی کے تھے ساتھ چنے تھے صراحیاں جو

کھانے کے کمرے کی صفائی اور آراستگی

طالب علموں کی تعداد کے موافق تھیں عموماً شیشے کی تھیں اور گویا ہنر کی آرائش کا کام دیتی تھیں کیمسٹری
وغیرہ کی تعلیم کے کمرہ میں اعلیٰ درجے کے آلات تھے اور کثرت سے تھے۔ اسی سلسلۂ عمارت میں ایک چھوٹی
سی مسجد بھی ہے اسکی عمارت چنداں قابل ذکر نہیں۔ لیکن چونکہ اندر باہر نہایت اعلیٰ درجے کا ترکی قالین
بچھا ہوا تھا خوبصورت اور مزین معلوم ہوتی تھی۔ ایک طرف دیوار پر خط نسخ کا ایک عمدہ قطعہ آویزاں تھا
دریافت سے معلوم کہ سلطان عبدالعزیز خان مرحوم کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ نہایت عمدہ خط ہے۔

نماز کی تیاری

اسی اثنا میں ظہر کا وقت آگیا مسلمان لڑکوں نے (عیسائی طالب علم بھی یہاں کچھ کم نہیں ہیں)
نماز کی تیاری کی وہ عموماً کوٹ پتلون پہنے ہوئے تھے۔ اور اس لباس میں انکا ادب و متانت کے
ساتھ وضو کرنا اور وقار و احترام کے ساتھ قطار در قطار مسجد کو جانا میرے دل پر عجیب اثر کرتا تھا
حقیقت یہ ہے کہ مسلمان اگر مذہبی اثر سے آزاد ہو کر ترقی کریں تو ایسی ترقی سے تنزل ہزار درجے
بہتر ہے۔ نماز کے بعد تھوڑی دیر تک وعظ بھی ہوتا رہا لیکن بہت کم لڑکے اس میں شریک تھے

قدیم تعلیم اور مدارس قدیمہ

قدیم تعلیم اور مدارس قدیمہ

جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہیں ترکوں میں تعلیم کا آغاز سلطنت کے ساتھ ساتھ ہوا۔ یہ وہی تعلیم
تھی جسکو ہم آج قدیم تعلیم کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ بے شبہ وہ کسی زمانے میں اعلیٰ درجہ [illegible]
افضل الدین خونجی۔ علامہ قوشجی چلپی خواجہ زادہ۔ حاجی خلیفہ وغیرہ کی تصنیفات آج تک [illegible]
ہیں لیکن موجودہ تعلیم پستی کی اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ اسکے مقابلہ میں ہمارے ہندوستان کی تعلیم
غنیمت ہے اس سفر میں جس چیز کا تصور ہی تمام مسرتوں اور خوشیوں کو برباد کر دیتا تھا وہ اسی قدیم تعلیم
کی ابتری تھی۔ یہ مسئلہ آجکل ہندوستان میں بھی چھڑا ہوا ہے اور تعلیم قدیم کی ابتری پر بہت کچھ رنج و افسوس
کیا جاتا ہے لیکن میرا افسوس دوسری قسم کا افسوس تھا۔ ہمارے ملک کیلئے نئی تعلیم یافتہ پرانی تعلیم پر جو
رنج و افسوس ظاہر کرتے ہیں وہ درحقیقت رنج نہیں بلکہ استہزاء اور شماتت ہے۔ میں اگرچہ نئی تعلیم کو پسند
کرتا ہوں اور دل سے پسند کرتا ہوں تاہم پرانی تعلیم کا سخت حامی ہوں اور میرا خیال ہے کہ مسلمانوں کی ہستی
قائم رہنے کیلئے پرانی تعلیم ضروری اور سخت ضروری ہے اسکے ساتھ جب یہ دیکھتا ہوں کہ یہ تعلیم جس طریقہ
جاری ہے۔ وہ بالکل بے سود اور بے معنی ہے تو خواہ مخواہ نہایت رنج ہوتا ہے۔ ہندوستان میں تو اس خیال

سے صبر آجاتا تھا کہ جو چیز گورنمنٹ کے سایہ عاطفت میں نہ ہو اسکی بے سروسامانی قدرتی بات ہی لیکن قسطنطنیہ۔ شام۔ مصر میں یہ حالت دیکھکر سخت رنج ہوتا تھا۔

طالب علموں کی تعداد

قصہ مختصر قدیم تعلیم کا یہاں کثرت سے رواج ہی۔ اور چونکہ اس قسم کے طالب علم اپنی وضع ولباس سے صاف پہچانے جاتے ہیں اس لئے مسجدوں اور عام گزرگاہوں میں آسانی سے انکی کثرت کا اندازہ ہو سکتا ہے بعض لوگوں نے مجھسے کہا کہ خاص قسطنطنیہ میں انکی تعداد میں ہزار سے کم نہیں ہی۔

طالب علموں کی بسر اوقات کا طریقہ

انکی بسر اوقات کا جو طریقہ ہی وہ نہ صرف افسوس ناک بلکہ حیرت انگیز ہی۔ یہاں کے تمام مدارس (قدیمہ) میں تین مہینے کی متصل تعطیل ہوتی ہی جسکا آغاز رمضان المبارک سے ہوتا ہی ان مہینوں میں تمام طلبا قسطنطنیہ سے باہر چلے جاتے ہیں اور دیہات وقصبات میں پھر کر زکوۃ تحصیل کرتے ہیں۔ یہ زکوۃ انکی سال بھر کی معاش ہی۔ بعض بعض مدرسوں میں اور وہ خال خال ہیں کچھ روٹیاں بھی مقرر ہیں لیکن کپڑے وغیرہ کا مطلق بندوبست نہیں رہنے کے لئے مدرسوں کے حجرے ہیں جو نہایت مختصر اور تنگ وتاریک ہیں۔

بورڈنگ

مدرسوں کی قطع یہ ہی کہ چھوٹا سا صحن اور اسکے تین طرف چھوٹے چھوٹے حجرے ہوتے ہیں اور صحن میں سقاوہ ہوتا ہی جہاں بیٹھکر وضو کرتے ہیں۔ بڑے بڑے مدرسے جو سلاطین (محمد فاتح وسلیمان وغیرہ) نے بنوائے تھے اور آجتک قائم ہیں انکے حجرے وسیع اور ہوادار ہیں۔ لیکن اور تمام مدرسوں کے حجرے ایسے مختصر اور بند بند ہیں کہ اندر جاتے ہوئے دم گھٹتا ہے باوجود ان تمام باتوں کے مجکو ترکوں کی علمی فیاضی کا اعتراف کرنا چاہیے کیونکہ ہر چند کم حیثیت سہی تاہم آج سینکڑوں علمی یادگاروں کا وجود تو ہی اور انصاف یہ ہی کہ یہ مدرسے جس زمانے کی یادگار ہیں اسوقت کی تہذیب وتمدن کے لحاظ سے ناموزوں بھی نہیں۔ ہمارے ہندوستان میں تو اس وسعت اور فراخی کے ساتھ کہ بجائے خود ایک اقلیم ہے حکومت اسلام کی ششصد سالہ مدت کی ایک بھی علمی یادگار بھی موجود نہیں۔

نصاب تعلیم

تعلیم قدیم کے متعلق سب سے بڑی شکایت یہ ہی کہ تعلیم کا اسٹینڈرڈ نہایت چھوٹا رکھا گیا ہی علم ادب کا پتہ نہیں۔ منطق وفلسفہ میں ایساغوجی اور شمسیہ انتہائی کتابیں ہیں صحاح ستہ شاید ہی کسی مدرسے میں پڑھائی جاتی ہو۔ معانی وبلاغت و اصول فقہ کا بھی یہی حال ہی فقہ پر البتہ بہت کچھ توجہ ہی لیکن اسکی تعلیم بھی مجتہدانہ نہیں۔ بلکہ نہایت عامیانہ اور مقلدانہ ہی۔ بعض بعض مولویوں سے میری

ملاقات تھی۔ وہ ایسے جزئی اور عام مسائل پر گفتگو کیا کرتے تھے کہ مجکو تعجب اور افسوس دونوں ہوتا تھا۔

ترکوں کی علمی حالت

ترکوں کی علمی حالت

اسلام نے دنیا کے جن حصوں پر حکومت کی وہاں کی ملکی زبان اگرچہ بالکل مٹ نہیں گئی لیکن اتنا ضرور ہوا کہ علمی حیثیت کا منصب اُس سے چھین کر عربی زبان کو ملگیا۔ ہندوستان۔ فارس۔ اسپین افغانستان کی ملکی زبانیں اگرچہ بالکل مختلف تھیں لیکن علمی زبان ہر جگہ عربی ہی رہی اور اب بھی ہے ترک بھی اس عام اثر سے مستثنیٰ نہیں ہیں لیکن اس خصوصیت میں انکو تمام اسلامی قوموں پر امتیازی حاصل ہے کہ انھوں نے عربی زبان کی اطاعت کیساتھ اپنی زبان کو بھی علمی خزانوں سے محروم نہیں ہونے دیا جس زمانے میں علوم قدیمہ کی حکومت تھی اُس زمانے میں ترکی زبان میں ان علوم کا پورا سلسلہ موجود تھا اور اب بھی ہے میں نے حیرت کی نگاہ سے دیکھا کہ تاریخ ابن خلدون۔ طبری۔ ابن خلکان۔ مقریزی وغیرہ جو نہایت ضخیم کتابیں ہیں اور جنمیں سے بعض سات سات جلدوں میں ہیں ترکی زبان میں سب کا ترجمہ موجود ہے۔ بخلاف اسکے فارس اور افغانستان میں اسکی ایک نظیر بھی نہیں مل سکتی۔ ترکی کی اصلی تصنیفات کے علاوہ ترجمہ شدہ کتابوں کا ذکر کیا جائے تو ایک بڑی فہرست کتابوں کی تیار ہوگی۔

ترکی زبان میں علمی کتابوں کا ترجمہ

میرے ایک ترک دوست نے جو متعدد زبانوں کے ماہر ہیں مجھسے بیان واقعہ کے طور پر نہ فخر کے بیان کیا کہ فرنچ زبان کی تاریخیں۔ ڈرامے۔ ناول۔ سفرنامے۔ کتب انشا و بلاغت اس کثرت سے ترکی میں ترجمہ ہوگئی ہیں کہ یہ کہنا کچھ مبالغہ نہیں ہے کہ فرانس کا پورا علم ادب ترکی زبان میں آگیا ہے۔ علوم و فنون جدیدہ کی بھی سینکڑوں کتابیں ترجمہ ہو چکی ہیں اور اسی کا اثر ہے کہ ٹرکی کے تمام کالجوں میں بجز مکتب سلطانیہ کے ان علوم و فنون کی تعلیم ترکی ہی زبان میں ہوتی ہے اور اعلیٰ درجہ پر ہوتی ہے۔ مستقل تصنیفات کا رواج بھی کچھ کم نہیں۔ علوم و فنون جدیدہ کی تمام شاخوں پر کثرت سے کتابیں لکھی جا رہی ہیں۔ اور کالجوں اور اسکولوں میں جو کتابیں پڑھائی جاتی ہیں عموماً مستقل تصنیفات ہیں نہ ترجمے۔ مجکو اس قدر فرصت اور موقع تو کہاں ملسکتا تھا کہ تمام جدید تصنیفات سے واقفیت حاصل کرتا۔ البتہ اپنے مذاق کے موافق تاریخ و رجال کی کتابیں دیکھیں جسکی بنا پر میں کہہ سکتا ہوں کہ عربی کے بعد ایشیا کی کسی زبان میں اس قدر تاریخی سرمایہ موجود نہیں ہے بلکہ ایک لحاظ سے اسکو عربی پر ترجیح

ترکی میں تاریخی تصنیفات

حاصل ہی عربی زبان میں جس قدر تاریخیں ہیں سادہ واقعات کا مجموعہ ہیں اور جس قدر کوشش اور اہتمام ہے صرف اصول روایت کے متعلق ہی بخلاف اسکے ترکی تاریخیں اُن اصول و قواعد کے موافق لکھی جاتی ہیں جو فلسفہ تاریخ کے اصول ہیں اور جسکی بنا پر یورپ نے اس فن کو معراج کمال تک پہونچادیا ہی کتب ملکیہ میں تاریخ کی کتاب جو درس میں داخل ہی میں نے اسکو اجمالی طور پر دیکھا تمام واقعات میں علت و اسباب کا سلسلہ ملحوظ رکھا ہی اور جابجا محاکمہ اور تحقیق اور تنقید کی ہے اسکے ساتھ ہر عہد حکومت کے خاتمہ پر اس عہد کی تمدنی۔ اخلاقی۔ علمی حالت تفصیل کے ساتھ دکھائی ہے۔

بیوگرفی یعنی رجال و تراجم

بیوگرفی کا ایک نہایت مفید سلسلہ ہی جس کا نام مشاہیر رجال ہی۔ مشہور اہل کمال کے حالات زندگی نہایت خوبی اور خوش اسلوبی سے لکھے ہیں۔ افسوس ہی کہ یہ سلسلہ ناتمام چھوڑ دیا گیا ورنہ نہایت مفید مجموعہ ہوتا۔ ایک خاص قسم کی بہت بڑی انسائیکلوپیڈیا آجکل زیر تصنیف ہی جس کا

قاموس الاعلام

نام قاموس الاعلام ہی۔ اس میں رجال کے علاوہ مشہور شہروں اور عمارتوں اور تاریخی مقامات کا تذکرہ ہی۔ عربی اور فرنچ وغیرہ کی جن تصنیفات سے اس کتاب میں مدد لیگئی ہی انکی فہرست اسکے ساتھ شامل ہی۔ میں نے عربی کتابوں کے نام پڑھے نہایت نایاب اور مستند کتابیں ہیں اور قسطنطنیہ کے سوا اور کہیں نصیب نہیں ہو سکتیں یہ کتاب حروف تہجی کی ترتیب پر ہی اور اسوقت تک ز تک پہونچی ہی

جغرافیہ کی ترقی

تاریخ کے ساتھ جغرافیہ کو بھی نہایت ترقی ہی۔ کثرت سے مفید کتابیں لکھی گئیں ہیں۔ مجموعی دنیا اور الگ الگ آبادیوں کے بڑے بڑے نقشے اس کثرت سے تیار کیے گئے ہیں کہ یورپ کے بعد شاید ہی دنیا کے کسی حصہ میں ہوں یہ نقشے نہایت باقاعدہ خوبصورت اور موزون ہیں اور یورپ کے تیار شدہ نقشوں سے کسی بات میں کم نہیں۔ ترکوں کو اس فن سے خاص دلچسپی ہے۔

ترکی تصنیفات کی کثرت

ترکی تصنیفات کی کثرت کا کافی معیار میں نہیں بتا سکتا۔ لیکن ایک دفعہ سررشتہ تعلیم کے دفتر میں اجمالی طور پر اُن کتابوں کی فہرست دیکھی جو خاص قسطنطنیہ میں صرف ایک مہینے کے عرصے میں شائع ہوئیں انکا شمار دو ہزار کے قریب تھا۔ اگرچہ اس میں ارمنی۔ یونانی۔ فرنچ اور دوسری زبانوں کی کتابیں بھی تھیں لیکن زیادہ حصہ ترکی تصنیفات کا تھا۔ البتہ یہ افسوس ہی کہ ان میں ناول اور ڈرامے زیادہ تھے اور یہ وہی بلا ہے جو ہمارے بدبخت ملک میں پھیلی ہوئی ہی۔

ترکی لٹریچر

ترکی کے لٹریچر نے بھی نہایت ترقی کی ہی اور یہ عجیب بات ہی کہ وہ بہت سی خصوصیتوں میں ہماری

اُردو کے مشابہ ہے۔ ٹرکی کا قدیم لٹریچر قدیم اُردو کے انداز پر رنگین پر تکلف استعارات سے مملو اور قوافی کا پابند تھا۔ لیکن اب نئی اُردو کی طرح۔ سادگی۔ صفائی۔ برجستگی کا لحاظ کیا جاتا ہے اور نئی تصنیفات بالکل ایسی طرز پر لکھی جاتی ہیں۔ اس نئی طرز کے موجد یا اُستاد کمال بک۔ حامد بک۔ پروفیسر ناجی وغیرہ ہیں۔ میں نے جب ترکی پڑھنی شروع کی تو قدیم تصنیفات کے پڑھنے کا ارادہ کیا۔ لیکن میرے احباب نے جو میرے اُستاد بھی تھے کہا کہ قدیم و جدید ترکی میں آسمان و زمین کا فرق ہے اور قدیم زبان کا سیکھنا نئی زبان کیلئے کافی نہ ہوگا۔ پروفیسر ومبری نے اپنے لکچر میں جو انھوں نے ترکوں کی موجودہ شائستگی پر دیا ہے قدیم و جدید ترکی کا موازنہ کرکے موجودہ زبان کی دلاویزی۔ صفائی۔ سادگی کا نہایت تعجب سے اعتراف کیا ہے

ترک مصنفین

ترکی مصنفوں میں جو آجکل زیادہ نامور اور ممتاز ہیں اُنکے یہ نام ہیں۔ احمد مدحت۔ جودت پاشا۔ پروفیسر ناجی۔ ابو الضیا۔ سامی۔ علی نصرت۔ پروفیسر ناجی شاعر ہیں۔ اور گویا پایہ تخت کے شاعر ہیں ملک الشعرا کا یہاں کوئی عہدہ نہیں ہے۔ ورنہ یہ لقب اُنھیں کو ملتا تاہم اُنکو پایہ تخت کا شاعر خیال کیا جاتا ہے احمد مدحت بہت بڑا مصنف ہے اُسنے ترکی حکومت کی نہایت مفصل تاریخ لکھی ہے جو بارہ جلدوں میں ہے۔ اسلام پر جو اعتراضات کئے جاتے ہیں اُنکے جواب میں ایک مفصل کتاب لکھی ہے جو تین جلدوں میں ہے اور مدافعہ اسلامیہ کے نام سے موسوم ہے۔ وہ ترکی۔ فارسی۔ عربی کے علاوہ فرنچ زبان میں کمال رکھتا ہے۔ یورپ میں جو اورینٹیل کانفرس قائم ہے اُسکے متعدد اجلاسوں میں ٹرکی کی طرف سے وہ وکیل مقرر ہو کر گیا اور اسٹاک ہالم کی کانفرس میں عربی فارسی وغیرہ کی ڈیپارٹمنٹ کی افسر اسکو دیگئی جودت پاشا نہایت معزز شخص ہیں اور جلسہ وزرا کے ایک ممبر یعنی وزیر اوریاد ہیں اور انکا سن ساٹھ ستر کے قریب ہے اور چونکہ معمر ہونے کے ساتھ ضعیف الجثہ اور نحیف بھی ہیں جلسہ وزرا میں کم شریک ہوتے ہیں۔ انکی تصنیفات میں سے قواعد عثمانیہ جو ترکی نحو وصرف میں ہے درس میں داخل ہے میں ان سے ملا تھا۔ دیر تک صحبت رہی عربی فارسی میں بے تکلف بات چیت کر سکتے ہیں مجھسے عربی میں باتیں کرتے رہے۔ بڑی تعریف یہ ہے کہ باوجود دولتمندی اور عہدہ وزارت کے نہایت سادہ زندگی بسر کرتے ہیں۔ اور زیادہ تر علمی اشغال میں مصروف رہتے ہیں۔

ترکی اخبار و رسالے

ٹرکی لٹریچر کے ذکر میں اخبارات و ماہوار رسالوں کا ذکر کرنا بھی ضرور ہے کیونکہ آجکل یہ چیزیں لٹریچر کا ایک بڑا جزو خیال کی جاتی ہیں۔ میں افسوس کے ساتھ کہتا ہوں کہ اس لحاظ سے ٹرکی لٹریچر

پستی کی حالت میں ہی۔ ترکی زبان کے اخبار تعداد میں تھوڑے نہیں ہیں بہت سے اخبار روزانہ ہیں اور
بڑی آب و تاب سے نکلتے ہیں۔ عبارت بھی بہت سادہ اور شستہ ہوتی ہے۔ اخبار کا مذاق بھی تمام
ملک میں پھیل گیا ہے۔ بہت سے قہوہ خانے اخباروں کیلئے مخصوص ہیں۔ جہاں ہمیشہ کثرت سے
اخبارات موجود رہتے ہیں۔ اور اسی وجہ سے انکو قہوہ خانے کے بجائے قرأت خانہ کہا جاتا ہی۔

اخبارات کے نہ آزاد ہونیکا سبب

یہ سب کچھ ہی لیکن جو چیز اخبار کی جان ہے یعنی آزادی اُس کا سرے سے وجود نہیں تمام اخبارات
میں بجز سرکاری احکامات اور معمولی خبروں کے اور کچھ نہیں ہوتا۔ اسکا یہ نتیجہ ہی کہ ترکی زبان پولٹیکل
طرز تحریر اور زور استدلال سے بالکل محروم ہے۔ اور حقیقت یہ ہی کہ جس زبان میں آزادی کا عنصر نہ ہو
اُس میں رفعت خیال۔ قوت بیان۔ زور کلام۔ جوش تاثیر کیونکر اور کہاں سے آسکتا ہی۔ عربی کو دیکھو
جبتک خلافت راشدہ کا زمانہ تھا اور طبیعتیں آزاد اور خود سر تھیں عربی زبان جوش اور تاثیر سے لبریز
تھی جس زمانے سے شخصی حکومت کی بنیاد پڑی اور خاندان بنو امیہ نے بڑے زور اور قوت سے
عرب کی آزادی کو پامال کر دیا زبان میں نہ وہ تاثیر رہی نہ وہ جوش رہا۔ بے شبہہ زمانہ مابعد کا لٹریچر
کثرت معلومات کی وجہ سے نہایت وسیع اور دولتمند ہے لیکن اس زمانے کے تمام تصنیفات
چھان مارو آزادانہ طرز تحریر اور پولٹیکل جوش اور تاثیر کا پتہ نہیں ملتا۔

ان باتوں کے ساتھ مجکو یہ تسلیم کرنا ضرور ہے کہ اخبارات کا آزادانہ ہونا ترکی کے پولٹیکل حالات کا
ضروری اقتضا ہی۔ رعایا کا اختلاف مذہب۔ سلطنتہائے غیر کی رقابت۔ مخالفین کی دراندازیاں
اخباروں کا بات کو بتنگڑ بنانا۔ یورپین حکومتوں کی ہمسائگی۔ یہ ایسے حالات ہیں جن میں آزاد سے آزاد
گورنمنٹ بھی یہی کرتی جو ترکی نے کیا ہے۔ حال ہی میں فرانس کی جمہوری حکومت نے نوٹس میں اخبارات
کی آزادی کے متعلق جو احکام جاری کئے ہیں انکو دیکھکر کون نا انصاف ہی جو تنہا ترکی کو مورد الزام قرار دے سکتا ہی

کتابوں کے چھپنے میں روک ٹوک

البتہ کتابوں کے چھپنے کے متعلق یہاں جو روک ٹوک ہی وہ کسی قدر اعتراض کے قابل ہے۔ یہاں
عام قاعدہ ہی کہ جب کوئی شخص کوئی کتاب قدیم یا جدید چھاپنا چاہتا ہی تو پہلے وہ کتاب معارف
کے سررشتہ میں پیش کیجاتی ہی وہاں معائنہ اور تفتیش کا ایک جداگانہ صیغہ ہے۔ اس صیغہ کے
عہدہ دار کتاب کو اول سے آخر تک پڑھ جاتے ہیں۔ اور انکی رپورٹ کے موافق بعض اوقات کتاب کا چھپنا
روک دیا جاتا ہی یا اسمیں حک و اصلاح کی جاتی ہے اس قاعدے کی ضرورت اس وجہ سے پیش آئی کہ بعض

لوگ کتابون کے چھاپنے مین نہایت بددیانتی کرتے تھے۔ مثلاً بیروت مین عیسائیون نے الفاظ اللّٰہ تعالیٰ جو چھاپی اُس مین جہان جہان قرآن پاک کی آیتین تھین اور اسلامی طریقے کے موافق عنوان کے طور پر قال اللّٰہ یا کما فی القرآن المجید تھا سب جگہ بدل کر کما قیل یا کما قال القرآن بنا دیا۔ حالانکہ کسی مسلمان کے قلم سے قرآن مجید کی نسبت ایسے الفاظ نہیں نکل سکتے تھے اس سے زیادہ یہ کہ انھین عیسائیون نے قرآن مجید کا ایک انتخاب چھاپا ہے اور جہان جہان کسی آیت مین عیسائی روایتون کے خلاف کسی واقعہ کا ذکر ہے قوسین مین لکھہ دیا ہے کہ "یہ غلط ہے اور صحیح یون ہے" بے شبہہ ایک اسلامی سلطنت اس قسم کے تصرفات کا تحمل نہین کر سکتی اور یہی سبب ہے کہ سلطنت کی طرف سے کتابون کے شائع ہونے کے وقت نہایت احتیاط و تفتیش سے کام لیا جاتا ہے۔

لیکن افسوس یہ ہے کہ آجکل اسکا طریق عمل اعتدال سے تجاوز کر گیا ہے۔ یہ صیغہ تحریف و تبدل کی روک کی غرض سے قائم ہوا تھا مگر بعض اوقات اسنے خود تحریف و تغیر پر عمل کیا ہے میرے سامنے ایک مطبع مین شرح عقائد النسفی چھپ رہی تھی۔ معارف نے اس کتاب کی تمام وہ عبارت قلم زد کر دی تھی جس مین خلافت کی بحث ہے اور الائمۃ من قریش کی حدیث مذکور ہے۔ مطبع والے نے مجبوراً اسی قلم زد نسخہ کو چھاپا۔ مین نے اصل نسخہ جسپر معارف نے یہ تصرف کیا تھا دیکھا اور مجکو یاد ہے کہ اسوقت ہی مین رنج و غصہ کی وجہ سے بے اختیار ہو گیا تھا۔ ان لوگون نے یہ تصرف بخیال خود سلطان کی ہواخواہی کے جوش مین کیا ہوگا۔ لیکن اگر حضور ممدوح کو اس سے اطلاع ہوتی تو وہ ہرگز اسکو پسند نکرتے۔

اخبارات تو جیسا مین نے اوپر بیان کیا قابل اعتنا نہیں لیکن میگزین اور ماہوار رسالے جو ترکی زبان مین نکلتے ہین نہایت قدر کے قابل ہین۔ انمین زیادہ مشہور اور معروف معارف ہے جو ہفتہ وار نکلتا ہے۔ اس رسالے مین ہمیشہ اعلیٰ درجہ کے مضامین لکھے جاتے ہین اور ترکون مین آجکل جو لوگ علوم جدیدہ کے ماہر ہین زیادہ تر اسی رسالے کے ذریعے سے اظہار کمال کرتے ہین۔ مضامین زیادہ تر نیچرل سائینس اور آلات جدیدہ کے متعلق ہوتے ہین اور کوئی پرچہ تصویر سے خالی نہیں ہوتا۔ تعداد اشاعت بھی کچھ کم نہیں۔ مین نے صاحب مطبع سے دریافت کیا تھا معلوم ہوا پانچ ہزار پرچے نکلتے ہین۔ معارف کے سوا اور بھی علمی پرچے ہین اور نہایت قابلیت سے شائع ہوتے ہین انمین رسالۂ عبرۃ۔ مصور جہان ثروت فنون میری نگاہ سے گذرے ہین۔ یہ تمام رسالے کاغذ۔ خط۔ صفائی۔ غرض ظاہری

تاب میں یورپ کے مشہور رسالوں کی ہمسری کرتے ہیں۔

اس میں شبہ نہیں کہ ترکی میں علوم و فنون کو روز افزون ترقی ہے اور جس کثرت سے ہر فن میں نئی تصنیفات شائع ہوتی رہتی ہیں اسکے لحاظ سے تمام ایشیائی دنیا پر اسکو فضیلت کا رتبہ حاصل ہے

چھاپے خانے

چھاپے خانے یہاں نہایت کثرت سے ہیں اور خوش خطی، صفائی، موزونی میں انکا جواب نہیں عربی خط کا جو ٹائپ ہے اور جو ایک ترکی عالم ابو الضیا کی ایجاد ہے تمام دنیا میں بے نظیر خیال کیا جاتا ہے عربی کتابیں آج دنیا میں جہاں جہاں چھپتی ہیں بیروت کی چھپی ہوئی کتابیں سب سے عمدہ تسلیم کی جاتی ہیں۔ لیکن خود بیروت والوں نے مجھسے بیان کیا کہ اصل میں یہ ٹائپ ترکوں کی ایجاد ہے اور ہم انکے مقلد ہیں چونکہ قسطنطنیہ میں عموماً ترکی کتابیں چھپتی ہیں اور وہ ان ملکوں میں نہیں آتیں اس لیے عام طور پر بیروت ہی کی شہرت ہوگئی ہے۔ مرفہ الحالی یا عام قدردانی کا اثر ہے کہ قسطنطنیہ میں جس قدر کتابیں چھپتی ہیں نہایت عمدہ اور قیمتی کاغذ پر چھپتی ہیں۔ بخلاف مصر و ہندوستان کے جہاں ہوتے صاف کرنیکا کاغذ کتابوں کیلئے استعمال کیا جاتا ہے۔ اسکی وجہ بجز اسکے کچھ نہیں کہ ان ملکوں میں لوگوں نے ابھی تک علم کی قدر و قیمت نہیں سمجھی۔

یہ افسوس کی بات ہے کہ یہاں کوئی مطبع اتنا وسیع اور اس قدر دولتمند نہیں جیسا کہ ہندوستان میں نولکشوری مطبع ہے۔ اسکے ساتھ یہ اور افسوس ہے کہ اکثر مطابع غیر قوموں کے ہیں۔ معارف جس کا میں نے ابھی ذکر کیا اس کا مالک بھی ایک عیسائی ہے مسلمانوں کے جو مطابع ہیں ان میں ترجمان حقیقت مطبع عثمانیہ، شرکت صحافیہ زیادہ ممتاز ہیں میں نے ان سب کی سیر کی شرکت صحافیہ اس لحاظ سے قابل ذکر ہے کہ وہ مشترک سرمایہ سے قائم ہے اور اسکے تمام حصہ دار مسلمان ہیں کل سرمایہ ۱۸ ہزار پونڈ یعنی قریباً دو لاکھ روپیہ ہے تمام کام انجن کے ذریعے سے ہوتا ہے۔ انجن بہت بڑا ہے اور دس بارہ کلوں کو چلاتا ہے۔ میں جس وقت پہنچا عینی شرح بخاری چھپ رہی تھی۔ دو ضخیم جلدیں اس وقت تک تیار ہو چکی تھیں۔ مطبع والے کہتے تھے کہ ایسی ہی آٹھ اور ہیں۔ تمام قسطنطنیہ میں مسلمانوں کا یہی مشترک کارخانہ ہیں۔ ورنہ مسلمان۔ اول تو تجارت کو ہاتھ ہی کیوں لگانے لگے اور

کسی اتفاقی وجہ سے اس کام کو کرتے بھی تو دو چار شخص ملکر کیون کرتے - اس لحاظ سے یہ مطبع ایک
گونہ خرق عادت میں داخل ہے -

کتب خانے

کتب خانے

ترتیب مضمون اور نسق کلام کی وجہ سے ہم اس عنوان پر دیر میں پہنچا ورنہ ذاتی شوق اور غایت
سفر کے لحاظ سے یہی مضمون تھا جسکو میں سب سے اول اور سب سے مفصل لکھتا حقیقت یہ ہے کہ ترکوں
کے علمی کارنامے میں جو چیز سب سے زیادہ قابل فخر ہے وہ یہی کتب خانے ہیں - اسلامی دنیا کے جن حصوں
میں آج تعلیم و تعلم کا چرچا ہے وہ ہندوستان - عرب - مصر - شام - بلاد مغرب - فارس و ایران ہیں
ان میں اکثر مقامات کا علمی سرمایہ میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور جو نہیں دیکھا ہے
وہ ایسے قوی وسائل سے معلوم ہے کہ دیکھنے کے برابر ہے - اس بنا پر میں کافی یقین کے ساتھ
کہہ سکتا ہوں کہ تمام اسلامی دنیا میں قسطنطنیہ عربی تصنیفات کا سب سے بڑا مرکز ہے -

کتب خانہ اور کتابوں کی تعداد

کل کتب خانے جو اس شہر میں ہیں انکی تعداد ۴۵ ہے - شاہی کتب خانہ جو قصر ہمایوں میں ہے
اور نہایت قدیم ہے اسکے علاوہ ہے - ان کتب خانوں کی کل کتابیں ۸۵ ہزار ہیں - اگرچہ یہ تعداد کچھ بڑی تعداد
نہیں - ہمارے ہندوستان میں اس سے زیادہ کتابیں ہوں گی لیکن قسطنطنیہ کو جو ترجیح ہے وہ کتابوں کی
عمدگی اور کمیابی کی حیثیت سے ہے - ان کتب خانوں میں چند کے نام ذیل میں درج ہیں کتب خانہ
جامع ایا صوفیہ - کتب خانہ جامع بایزید کتب خانہ جامع یول - کتب خانہ حمیدیہ قدیم - کتب خانہ عاشر
آفندی شیخ الاسلام - کتب خانہ اسعد آفندی نقیب الاشراف کتب خانہ جامع محمد فاتح - کتب خانہ
حمیدیہ جدید - کتب خانہ علی پاشا شہید - کتب خانہ نور عثمانیہ - کتب خانہ لالہ لی - کتب خانہ حکیم اغلی
علی پاشا - کتب خانہ محمد پاشا کوپرلی - کتب خانہ قلیچ علی پاشا - کتب خانہ ولی الدین آفندی کتب
خانہ سلیمیہ - کتب خانہ فیض اللہ آفندی - کتب خانہ سلطان محمد قاضی زادہ - کتب خانہ جامع والدہ سلطان
کتب خانہ عاطف آفندی - کتب خانہ شاہزادہ داماد ابراہیم پاشا - کتب خانہ خسرو پاشا - کتب خانہ
مہر شاہ - کتب خانہ محمد آفندی - کتب خانہ مصطفی آفندی - کتب خانہ توفیق آفندی - کتب خانہ سلیمانیہ
کتب خانہ محمد آفندی مراد کتب خانہ راغب پاشا - ان میں سے چودہ کتب خانوں کی مفصل فہرستیں
چھپکر شائع ہو گئی ہیں - اور غالباً رفتہ رفتہ بقیہ فہرستیں بھی اشاعت پائیں -

یہ کتب خانے جیسا کہ خود انکے ناموں سے ظاہر ہے اگلے پاشاؤں اور امیرون نے قائم کیے ہیں اور یہ سب وقف عام ہیں۔ ہر کتب خانے ساتھ اس قدر جائداد بھی وقف ہی جس سے اُسکے معمولی مصارف یعنی مکان کی تجدید و ترمیم۔ فرش اور معمولی فرنیچر۔ ملازموں کی تنخواہ ادا ہوتی رہتی ہے ان امور کے لحاظ سے اعتراف کرنا پڑتا ہی کہ علمی فیاضی میں ترکوں کا اسلامی قوموں سے بالاتر ہے ہندوستان مدتوں تک اسلامی حکومت رہی اور بڑے اوج و شان سے رہی بڑے بڑے نامور وزرا، اور امرا گذرے لیکن آج انکی ایک بھی علمی یادگار موجود نہیں۔

ان کتب خانوں سے اس بات کا ثبوت بھی ملتا ہی کہ ترکوں میں اُمرا کا گروہ (جو اور قوموں میں نسبتًہ ایک جاہل گروہ ہوتا ہی) تعلیم یافتہ اور اعلیٰ درجہ کا تعلیم یافتہ تھا۔ اکثر کتب خانوں میں وقف کرنیوالوں کی ذاتی تصنیفات یا اُنکے ہاتھ کی لکھی ہوئی کتابین موجود ہیں جو اُنکے مذاق اور وسعت نظر کی شاہد ہیں۔ اسکے علاوہ جس قسم کی عمدہ اور نایاب کتابیں ڈھونڈ ڈھونڈکر جمع کی گئی ہیں خود انہی اسبات کا اندازہ ہوتا ہی کہ جمع کرنے والونکا علمی مذاق معمولی مذاق نہ تھا۔

کتب خانوں کی ظاہری حالت

یہ کتب خانے جو خوبی عمارت اور دیگر ساز و سامان کے لحاظ سے معمولی درجے کے ہیں یہان تک کہ بعض کتب خانوں میں الماریاں تک نہیں۔ ایک چبوترے پر جسکے گرد لوہے کا کٹہرا ہے کتابوں کا ڈھیر لگا دیا ہی۔ تمام کتب خانون مین زمین کا فرش ہے البتہ اس قدر تکلف ہی کہ سامنے بنچین بچھی ہوئی ہیں جن پر کتابین رکھکر پڑھتے ہیں کتب خانہ حمید یہ جو حال مین قائم ہوا ہی اور سلطان المعظم کے عہد مبارک کی یادگار ہی۔ اگرچہ زیادہ شان و شوکت کا ہی عمارت خوبصورت اور وسیع ہی۔ میز کرسیاں اچھی جس قدر ہیں اُنپر ریشمی گدّے ہیں۔ غرض تمام باتوں میں اور کتب خانوں سے مستثنیٰ ہے تاہم الہ آباد کی پبلک لائبریری کی برابری نہیں کر سکتا۔

اوقاف کا انتظام

چونکہ تمام اوقاف کا انتظام حکومت سے متعلق ہی۔ کتب خانے بھی گورنمنٹ کے زیر اہتمام ہیں اور یہی وجہ ہی کہ باوجود امتداد زمانہ کے کتابیں اس احتیاط سے محفوظ ہیں ایک پرچہ بھی ضایع نہیں ہونے پایا ہی ملازمین باوجود قلت تنخواہ کے متدین اور راست کردار ہیں۔ کتب خانہ عاشر آفندی کا وقف اس قدر کم ہے کہ لائبریرین کو معمولی خوراک اور دو روپیہ ماہوار سے زیادہ نہیں مل سکتے لیکن جو شخص لائبریرین مقرر کیا گیا ہی۔ اس قدر دیانت دار اور اپنے فرائض کا پابند ہی کہ اس سے زیادہ

ہونا ممکن نہیں کتب خانہ کی دیواروں پر انگور کی بیلیں چڑھی ہیں - ایک دن میں نے اُس سے کہا کہ اگر تم انگوروں کو بیچ ڈالو تو تمکو معقول آمدنی ہو سکتی ہے کہ واقف کی شرط کے موافق یہ انگور صرف اُن لوگوں کے لئے ہیں جو کتب خانہ میں کتاب پڑھنے کی غرض سے آئیں - اس لئے میں اُنسے کسی طرح فائدہ نہیں اٹھا سکتا - قلت تنخواہ کی وجہ سے بیچارے نے شادی بھی نہیں کی ہے نہ رہنے کا کوئی مکان ہے کتب خانہ ہی میں رات کو پڑ رہتا ہے -

کتب خانوں کی بعض خصوصیتیں

ان کتب خانوں کی خصوصیتیں اور اُنکی اجمالی کیفیت واقعات ذیل سے معلوم ہوگی -

(۱) سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ کتابیں جو یہاں موجود ہیں - عموماً قدیم الخط - صحیح - اور اساتذہ فن کی تصحیح کردہ ہیں - قدیم اور نایاب کتابیں جنکے دو ہی چار نسخے دنیا میں ہوں اُنکا صحیح ہونا سب سے زیادہ نقد ورنہ اُن پر اعتبار نہیں ہو سکتا - مصر کے کتب خانے میں بھی قدیم کتابیں کچھ کم نہیں ہیں لیکن اکثر زمانہ حال کی

نسخوں کی صحت اور عمدگی

لکھی ہوئی ہیں اور اس وجہ سے چنداں صحیح اور قابل اسناد نہیں - قسطنطنیہ کی کتابوں کو دیکھکر حیرت ہوتی ہے کہ ان کتابوں کے ایسے عجیب و غریب نسخے کہاں سے بہم پہنچائے ہیں - اسرار البلاغت عبد القاہر الجرجانی کی مجھکو مدت سے تلاش تھی - ہندوستان میں صرف ایک نسخہ کا پتا لگا - لیکن وہ نہایت غلط اور ناقابل اعتبار تھا - قسطنطنیہ میں اسکے متعدد نسخے دیکھے اور سب کے سب نہایت صحیح اور قدیم الخط - اسی طرح کتاب البیان والتبیین للجاحظ - تذکرۃ ابن حمدون - معجم الادبا یاقوت حموی - کتاب الاشراف للبلاذری تاریخ کبیر امام بخاری وغیرہ کے نسخے نہایت صحیح اور مستند موجود ہیں -

خط کی عمدگی اور کاغذ کی زر افشانی

(۲) بعض کتب خانوں مثلاً حمیدیہ قدیم میں یہ خصوصیت ہے کہ اکثر کتابوں کا کاغذ زرین یا زر افشان ہے - اور حاشیہ پر سنہری بیل بوٹے بنے ہیں - ان تکلفات کے ساتھ خط نہایت اعلیٰ درجہ کا ہے - چونکہ قدیم زمانے کی کتابیں اس تکلف کے ساتھ کم مل سکتی تھیں - بانی کتب خانے نے اکثر کتابیں خود اپنے اہتمام سے تیار کرائی ہیں - میں نے متعدد کتابیں جن میں شفا بو علی سینا کا کامل نسخہ بھی تھا نکلوا کر دیکھا - اور صاحب کتب خانہ کی نفاست پسندی کی بے ساختہ داد دی -

یونانی کتابوں کے ترجمے

(۳) میرا خیال تھا کہ دولت عباسیہ کے عہد میں - یونانی و مصری کتابوں کے جو ترجمے ہوئے تھے دنیا سے ناپید ہو گئے - لیکن یہاں آکر اس خیال کی غلطی ثابت ہوئی اگرچہ جس کثرت سے ترجمے ہوئے تھے اُسکے اعتبار سے تو موجودہ سرمایہ کچھ نہ ہونے کے برابر ہے تاہم جس قدر موجود ہے بہرحال غنیمت ہے -

معلوم ہوتا ہی کہ ترکون کو قدیم تصنیفات کے ساتھہ خاص اعتنا تھا۔ چنانچہ انھوں نے اس باب مین یوروپ کی کوششون سے بھی فائدہ اٹھایا۔ ابن رشد نے ارسطو کی تصنیفات کا ایک نہایت مفید اور جامع خلاصہ لکھا تھا۔ یہ اصلی خلاصہ مفقود ہو گیا ہی۔ لیکن لاٹن مین اسکا ترجمہ ہو گیا تھا جو اسوقت تک یوروپ کے کتب خانون مین موجود ہے۔ اسعد آفندی ایک ترکی عالم نے اس لاٹین خلاصہ کا عربی مین ترجمہ کیا اور جابجا کچھہ اضافے کئے۔ مین نے یہ ترجمہ راغب پاشا کے کتب خانہ مین دیکھا بہت بڑا مجموعہ ہے اور ترکون کی علمی کوششون کا عمدہ نمونہ ہے۔

(۴) فن تاریخ و ادب مین بعض ایسی تصنیفات دیکھین جنمین وہ جدت ہی جسکو مین مدت سے تلاش کرتا تھا اور یوروپ کی تصنیفات حال کے سوا اس قسم کی طرز تصنیف کا کہین پتہ نہ لگتا تھا۔ مثلاً قضاۃ کے حالات مین بہت سی کتابین لکھی گئین لیکن کسی نے اس طرف توجہ نہین کی کہ حالات زندگی کے ساتھہ انکے فیصلے اور احکام بھی نقل کرتا کہ آج کے طریقۂ انفصال مقدمات کے ساتھہ اسکا موازنہ کیا جا سکتا۔ کتب خانۂ نبی جامع مین اس قسم کی ایک کتاب موجود ہی مصنف کتاب کا نام ابوبکر محمد بن خلف وکیع ہی جو نہایت قدیم زمانہ کا مصنف ہی اور تمام واقعات کو بسند متصل بیان کرتا ہی اس کتاب کا التزام کیا ہی کہ ہر شخص کے حال کے ساتھہ اسکے بہت سے فیصلے اور تجویزین نقل کی ہین اور مقدمات کی صورت بیان کی ہے۔

فن ادب مین مین نے اس قسم کی کوئی کتاب کبھی نہین دیکھی تھی بلکہ خیال تک نہ تھا کہ ایسی کوئی کتاب مسلمانون نے کبھی لکھی ہوگی جس مین مضامین شعری کی تاریخ ہو۔ یعنی فلان مضمون۔ اول فلان شاعر نے لکھا پھر رفتہ رفتہ فلان شاعر نے یہ یہ اضافہ کیا یا اس طرح اسکی صورتین بدلین عاشر آفندی کے کتب خانہ مین مین نے ایک بڑی ضخیم کتاب خاص اس موضوع پر دیکھی۔ مصنف نے دعوی کیا ہے کہ ہر قسم کے مضامین عرب جاہلیت نے ایجاد کئے پھر متاخرین نے انکو ترقی دی اور نئے نئے پیرائے نکالے۔ تمام کتاب اسی دعوی کے ثبوت مین ہے۔ مصنف ہر مضمون کے لئے عرب جاہلیۃ کا ایک شعر نقل کرتا ہے اور بتاتا ہی کہ اسلامی شعرا مین سے فلان شاعر نے اسی مضمون کو ذرا بدل کر اس طرح لکھا۔ پھر دولت بنو امیہ اور بنو عباسیہ کے شعرا نے اسی سے اور اور صورتین پیدا کین اس کتاب کو پڑھکر مصنف کی وسعت نظر اور دقیقہ سنجی پر حیرت ہوتی ہی اور ساتھہ ہی افسوس ہوتا ہے کہ متاخرین اس قسم کی نادر تصنیفات کی پیروی

نہ کرسکے کہ آج اس مضمون پر متعدد کتابیں ملتیں۔

(۵) مشہور حکما، اور آئمہ فن کی کتابیں جس کثرت سے یہاں موجود ہیں اور کہیں نہیں مل سکتیں۔ امام غزالی۔ بو علی سینا۔ فخر رازی۔ فارابی۔ کی وہ کمیاب تصنیفات جن کے نام صرف ابن خلکان وغیرہ کے ذریعے سے معلوم ہیں۔ اکثر یہاں موجود ہیں۔ معارف و حقیقت کے متعلق بو علی سینا اور حضرت سلطان ابو سعید ابو الخیر کی آپس میں جو خط و کتابت وقتاً فوقتاً ہوئی ہے وہ رسالوں کی شکل میں موجود ہے

ابن سینا کی نسبت یہ امر مدتوں سے بحث طلب ہے کہ اس نے فلسفہ یونانی پر کچھ اضافہ کیا ہے یا نہیں کتاب الشفا میں اُسنے لکھا ہے کہ "میں جو کچھ لکھتا ہوں وہ ارسطو کا فلسفہ ہے اپنے خاص فلسفہ کو میں نے حکمت مشرقیہ میں لکھا ہے" یورپ والوں کو اس کتاب یعنی حکمت مشرقیہ کی نہایت تلاش ہے اور چونکہ انکو یہ کتاب نہیں مل سکی اس لئے پروفیسر منک نے اپنی کتاب ربط فلسفۃ الیہود والاسلام میں لکھا ہے کہ "حکمۃ مشرقیہ ہمکو ملتی نہیں اور جو کتابیں ملتی ہیں اُن سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ ابن سینا نے کچھ اضافہ نہیں کیا"۔ کتب خانہ جامع ایا صوفیہ میں اس نایاب کتاب کا نہایت عمدہ نسخہ موجود ہے مسلمان تو اسکے پڑھنے اور فلسفہ یونانی سے موازنہ کرنیکی زحمت کب گوارا کرتے لیکن اگر یورپ والوں کو یہ کتاب ملجاتی تو کچھ شبہہ نہیں کہ اس بحث کا کہ مسلمانوں نے فلسفہ یونانی میں کچھ اضافہ کیا یا نہیں قطعی فیصلہ ہو جاتا۔ میں نے قلت فرصت کی وجہ سے اس کتاب کو سرسری طور پر دیکھا۔ بظاہر اسمیں کوئی جدت نہیں معلوم ہوتی تھی۔ زیادہ تدقیق کی نگاہ سے دیکھنے کا موقع ہوتا تو کچھ رائے قائم ہو سکتی

تاریخ اور ادب کی بعض کتابوں کے نام

تاریخ اور ادب کی نایاب کتابیں جو میں نے یہاں دیکھیں ان میں سے چند کے نام ذیل میں درج ہیں۔ تاریخ خطیب بغدادی تمام و کمال۔ تاریخ اسلام از علامہ ذہبی ۸ جلدوں میں۔ تاریخ الحکماء از جمال الدین قفطی۔ تاریخ کبیر امام بخاری ۳ جلدوں میں تجارب الامم ابن مسکویہ۔ منتظم لابن الجوزی۔ مراۃ الزمان لسبط ابن الجوزی۔ مسالک الابصار لابن فضل اللہ ۲۰ جلد۔ عقد الجمان لبدر الدین العینی ۱۸ جلد۔ مختصر تاریخ دمشق ابن عساکر لجمال الدین بن مکرم الانصاری ۴ جلد۔ رحلۃ بن خلدون۔ نہایت الارب للنویری طبقات الادبا لیاقوت الحموی۔ طبقات کبریٰ لابن سعد۔ طبقات الامم لابن صاعد الاندلسی کتاب الاشراف البلاذری تمام و کمال۔ سیرۃ العمرین لابن الجوزی۔ کتاب البیان والتبیین للجاحظ صناعتین للعسکری۔ دلائل الاعجاز لعبد القاهر الجرجانی۔ تذکرہ ابن حمدون۔ شرح تبریزی بر دیوان ابو تمام۔ دیوان

ابونواس کامل۔ ۔ رقات المتنبی لابن العمید۔ مجموعہ رسائل ابو اسحٰق صابی۔

کتب خانون سے یہاں کے باشندون کا متمتع نہ ہونا

کتب خانون کے ذکر مین مجکو نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ یہ نایاب کتابین یہان بالکل بیکار ہین۔ اولاً تو یہ کتب خانے دن مین صرف دو تین گھنٹے کے لئے کھلتے ہین اسکے ساتھ سال مین دو تین مہینے متصل تعطیل رہتی ہے۔ ان باتون کے ساتھ اعلیٰ مذاق کی کمی ہے کہ نایاب اور قدیم کتابین یون ہی پڑی رہتی ہین۔ کوئی شخص انکو اٹھا کر بھی نہین دیکھتا۔ کتب خانون مین مین جب لوگون کو کتابون کے مطالعہ مین مشغول دیکھتا تھا تو ہمیشہ دریافت کرنا چاہتا تھا کہ کس قسم کی کتابین ان کے پیش نظر ہین۔ لیکن مین نے کسی کے سامنے مختصر معانی۔ ایساغوجی۔ شرح وقایہ۔ جلالین۔ وغیرہ کے سوا کبھی کوئی کتاب نہین دیکھی۔ البتہ کبھی کبھی غیر ملکوں کے نامور علما آنکلتے ہین انکو نایاب اور عمدہ کتابون کی جستجو رہتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ کل دنیائے اسلام مین تعلیم کا طریقہ ایسا ابتر اور ذلیل ہو گیا ہے کہ چند درسی کتابون کے سوا لوگون کو کسی قسم کی جدید معلومات کی طرف رغبت ہی نہین ہوتی جس کا یہ نتیجہ ہے کہ جدت اور ایجاد کا مادہ قوم سے مسلوب ہوتا جاتا ہے اور جس قدر کہین کہین کچھ رہ گیا ہے آئندہ اسکی بھی امید نہین۔

تنبیہ۔ مین نے کتب خانون کے بیان مین جو تفصیل کی وہ ایک خاص غرض سے کی اور مین چاہتا ہون کہ قوم کو اسکی طرف متوجہ کردون یورپ مین اس قسم متعدد انجمنین قائم ہین جن کا مقصد قدیم عمدہ کتابون کا بہم پہونچانا اور انکو چھاپ کر شائع کرنا ہے انھین انجمنون کی بدولت عربی زبان کی وہ قدیم اور نادر الوجود کتابین ہمکو میسر آئی ہین جن کے دستیاب ہونے کا خیال بھی نہین آتا تھا۔ یہی انجمنین ہین جنھون نے تاریخ کبیر ابو جعفر جریر طبری کا کامل نسخہ بہم پہنچایا اور اس کی بہت سی جلدین چھاپ کر شائع کین حالانکہ مصر و روم کے علما اس نایاب تاریخی خزانے سے بالکل ناامید ہو چکے تھے اور شاہ عبد العزیز صاحب نے تو یقین دلا دیا تھا کہ وہ دنیا سے ناپید ہو چکی۔ بے شبہ یورپ کا یہ بہت بڑا احسان ہے اور ہمکو اس کا علانیہ اقرار کرنا چاہیئے۔ بزرگان قوم سے میری درخواست ہے کہ وہ اس قسم کی ایک عظیم الشان انجمن بنائین۔ عام چندے سے کافی سرمایہ جمع کیا جائے قابل اور لائق منشی عمدہ کتابون کے انتخاب کیلئے ممبر مقرر ہون قسطنطنیہ اور مصر سے کتابین نقل کرا کر منگائی جائین اور چھاپ کر شائع کی جائین۔ یہ کام بظاہر عظیم الشان اور قوم کی موجودہ حالت کے لحاظ سے غیر ممکن معلوم ہوتا ہے لیکن

فی الحقیقت ایسا نہیں ہے۔ اگر چار کرو مسلمانوں میں سے ۰۰۰ مسلمان بھی آمادہ ہو جائیں اور ایک قلیل مقدار چندہ کی دینا گوارا کریں تو اس کام کا انجام پانا کچھ مشکل نہیں۔ حیدرآباد میں دائرۃ المعارف الدکنیہ کے نام سے جو انجمن قائم ہے اور جسکے ایک معزز ممبر نواب اقبال یار جنگ بہادر ہیں ہمکو امید ہے کہ وہ ہماری گزارش پر توجہ کرینگے ہم شکرگزاری کیساتھ انکی علمی فیاضیوں کو تسلیم کرتے ہیں لیکن ہمکو اس سے زیادہ فیاضیوں کی ضرورت ہے اور ہم کو امید ہے کہ دائرۃ المعارف اور زیادہ توجہ اور اہتمام سے اس مقصد پر متوجہ ہوگی۔

زوایا یا خانقاہیں

زوایا یا خانقاہیں

خانقاہیں جنکو یہاں تکیہ اور تکایا کہتے ہیں نہایت کثرت سے ہیں۔ اخیر رپورٹ جو مرتب ہوئی ہے اس میں ۵۰۳ خانقاہوں کے نام مع تفصیل مقام و دیگر حالات کے درج ہیں۔ لیکن خانقاہ کے لفظ سے وہ معنی مقصود نہیں جو ہمارے ملک میں مستعمل ہیں ان ممالک میں یہ ایک عجیب فیاضانہ طریقہ ہے جو درحقیقت حیرت انگیز ہے۔ تمام بڑے بڑے شہروں میں ہر ملک اور ہر فرقہ کیلئے جدا جدا خانقاہیں ہیں۔ اس ملک و فرقہ کا مسافر وہاں آنکلتا ہے تو بغیر کسی قسم کی روک ٹوک کے خانقاہ میں جا سکتا ہے۔ اور جب تک چاہے قیام کر سکتا ہے۔ کھانا اور ایک وقت کی چاہ مفت ملتی ہے یہ فیاضی یہاں تک عام ہے کہ باوجود بعد مسافت اور بے تعلقی کے قسطنطنیہ۔ دمشق۔ بیت المقدس۔ حلب موصل۔ دیار بکر۔ ان تمام مقامات میں ہندوستانیوں کے لئے جدا خانقاہیں ہیں اور انکے لئے گوشت اور جنس کی ایک مناسب مقدار مقرر ہے۔

یہ خانقاہیں امرا اور رئیسوں نے قائم کی ہیں اور اس قدر جائداد وقف کر دی ہے کہ جس سے مقررہ مصارف ہمیشہ ادا ہوتے رہتے ہیں۔ ہر خانقاہ میں ایک شیخ ہوتا ہے جسکو معقول تنخواہ و خوراک ملتی ہے اور خانقاہ کا تمام انتظام اس سے متعلق رہتا ہے میں نے متعدد خانقاہوں کی سیر کی بعض بعض کی عمارتیں خوش فضا اور موزوں ہیں کھانے کی نوعیت اور مقدار بھی کافی ہے۔ خاص قسطنطنیہ کی خانقاہوں کے سالانہ مصارف کا تخمینہ چار پانچ لاکھ سے کم نہیں کیا جا سکتا۔ درحقیقت ترکوں کی فیاضی کا یہ بہت بڑا ثبوت ہے اور اسمیں شبہہ نہیں کہ جس زمانہ میں یہ طریقہ قائم ہوا تھا

اُس عہد کے لحاظ سے نامناسب بھی نہ تھا۔

تم نے عربی تاریخوں میں پڑھا ہوگا کہ تمام ممالک اسلامی میں سیاحوں اور طالبعلموں کا ایک تانتا بندھا رہتا تھا وہ انہیں خانقاہوں اور زاویوں کی بدولت تھا۔ ابن بطوطہ کو اپنے عالمگیر سفر میں اسی طریقہ کی وجہ سے مدد ملی تھی۔ چنانچہ اُس نے سفرنامے میں ان زاویوں کو نام بنام لکھا ہے لیکن یہ قدرتی بات ہے کہ جب کسی قوم کے برے دن آتے ہیں تو مفید ترین چیزیں مضر بن جاتی ہیں۔ مسلمانوں کو سیر و سیاحت جغرافیانہ تحقیقات۔ تحصیل علم کا مذاق نہ رہا۔ اس لئے اب یہ طریقہ کاہلی، سُستی، خوری۔ دریوزہ گری کا ایک ذریعہ رہ گیا ہے اور قومی زندگی کو نقصان پہنچا رہا ہے میں نے اکثر خانقاہوں میں جا کر دیکھا کہ کئی برس کے آئے ہوئے مسافر پڑے ہیں۔ نہ کسی قسم کا شغل ہے نہ کچھ کام ہے۔ لکھنؤ کے عہدیوں کا جو حال سنا کرتے تھے یہاں آنکھوں سے نظر آتا ہے۔ شیوخ جنکو خانقاہوں کا انتظام سپرد ہوتا ہے اور تمام نقد و جنس انکے اہتمام میں رہتی ہے عموماً خائن اور بددیانت ہیں۔ خود نہایت آرام و عیش سے بسر کرتے ہیں اور مسافروں کے لئے جو مقدار مقرر ہے اُس کا آدھا تہائی۔ چوتھائی بھی انکو نہیں دیتے۔ ہندی خانقاہ کے شیخ ایک کشمیری صاحب ہیں انھوں نے کئی بیویاں کر لی ہیں۔ خانقاہ سے الگ ایک مکان بنوا لیا ہے۔ اکثر وہیں رہتے ہیں۔ ڈھائی سیر گوشت جو روزانہ خانقاہ کے لئے مقرر ہے وہ قریباً کل حضرت کے تصرف میں آتا ہے اور مسافروں کو معمولی کھانا بھی نصیب نہیں ہوتا۔ خانقاہ کی عمارت جا بجا سے ٹوٹ چلی ہے صحن میں کوڑے کرکٹ کا ڈھیر لگا رہتا ہے مختصر یہ کہ وحشت اور ویرانی کی پوری تصویر ہے۔ میں نے اور جن خانقاہوں کو دیکھا وہ اگرچہ ہندی خانقاہ سے ہر بات میں بہتر تھیں۔ لیکن دیانت اور راست بازی کا کہیں پتہ نہیں ملتا اس طرح کئی لاکھ سالانہ کی رقم نہایت بری طرح برباد ہوتی ہے۔

خانقاہوں سے قومی زندگی کو نقصان پہنچا

مساجد جامع اور مشہور مقامات

جامع مسجدوں کی کثرت اور انکی خوبی عمارت اور عظمت و شان کے لحاظ سے قسطنطنیہ اپنا جواب نہیں رکھتا۔ محمد فاتح کے عہد سے جو اس دار الخلافہ کا پہلا تخت نشین تھا آج تک جس قدر فرمانروا گذرے ہر ایک کی یادگار چند کے ایک جامع مسجد موجود ہے اور بڑی شوکت و شان

کی ہیں ان مین سے جامع فاتح - جامع سلیمان - جامع بایزید - جامع والدہ سلطان - جامع سلطان احمد
جامع ایا صوفیہ زیادہ ممتاز ہیں اور ان سب مین **جامع ایا صوفیہ** اور بھی زیادہ عالیشان اور
پرشوکت ہی - ان مسجدون کی وضع ہمارے یہان کی مساجد سے بالکل الگ ہی - نہ دالان نہ محراب نہ
صحن صرف ایک گنبد ہوتا ہے لیکن اس قدر وسیع کہ کئی ہزار آدمی اس میں آسکتے ہیں اگرچہ ہندوستان
کے مذاق کے لحاظ سے ان مسجدون کو خوبصورت اور موزون نہیں کہہ سکتے تاہم گنبد کی بے انتہا
وسعت اور عمارت کا ارتفاع انسان کو دفعۃً متحیر بلکہ مرعوب اور حیرت زدہ کر دیتا ہے ہر مسجد مین
کئی کئی سو بتیوں کے آہنی جھاڑ ہیں - معلوم ہوتا ہے کہ جھاڑ کا رواج بہت قدیم زمانہ سے ہے
اسپین کی عربی تاریخون میں ثریا کے لفظ سے غالباً اسی قسم کے جھاڑ مراد ہیں - البتہ اتنا فرق ہے کہ
وہان شیشے اور بانس کے ہوتے تھے یہان لوہے کے ہیں - عموماً تمام مساجد میں ایک خاص التزام
ہی اور اس سے قیاس ہوتا ہے کہ سلاطین ترک کو مذہب تسنن میں نہایت غلو تھا - اور بات بات
میں اس کا اظہار کرتے تھے عموماً ہر مسجد میں چار بڑی بڑی ڈھالیں دیوارون کے کونوں پر ہوتی ہیں اور
آب زر سے نہایت خوشخط اور جلی حرفون میں ابوبکرؓ - عمرؓ - عثمانؓ - علیؓ لکھا ہوتا ہے بالکل اس طرح
جس طرح زیب و آرائش کے لئے دیوارون پر استادون کے لکھے ہوئے قطعے لٹکاتے ہیں -

مسجدونکی آراستگی

تمام مسجدین پر تکلف اور آراستہ ہیں معمولی چٹائی اور جمعہ و عیدین کو عمدہ و بیش قیمت قالین
کا فرش بچھتا ہے - مسجد کے ایک طرف کچھ زمین چھوٹی ہوتی ہی جسمین وضو کرنے کے لئے سقاوہ
بنا ہوتا ہے - مین نے اس بات کو نہایت پسند کیا کہ یہاں حوض کا مطلق رواج نہیں -

جامع ایا صوفیہ

جامع ایا صوفیہ جو سب سے زیادہ عالی شان ہے اور تمام مسجدین اسی کے نمونے پر بنی ہیں دراصل
ایک بہت بڑا گرجا تھا جسکو قسطنطین نے ۳۲۵ء میں تعمیر کیا تھا سات برس تک اسکی تعمیر جاری رہی
اور سو معمار اور دس ہزار مزدور کام کرتے تھے محمد فاتح نے کسی قدر تغیر کر کے اسکو مسجد بنا لیا
ابن بطوطہ نے اسکو گرجا ہونے کی حالت میں دیکھا تھا - وہ لکھتا ہے کہ یہ رومیون کا سب سے
بڑا گرجا ہے اور چونکہ کوئی غیر شخص اسکے اندر نہین جا سکتا اس لئے میں اندر کی کیفیت نہیں
بیان کر سکتا - باہر سے اسکی یہ صورت ہی کہ ایک میل کا احاطہ ہے اور تمام زمین میں رخام کا
فرش ہی بیچ میں ایک نہر ہے جسکے دونوں کنارے پر ایک ہاتھ بلند رخام کی دیوار ہے اس دیوار

میں عمدہ پچی کاری کا کام ہے اور نہایت عمدہ بیل بوٹے بنے ہیں۔ گرجے کا دروازہ چاندی اور سونے کے پتروں سے منڈھا ہوا ہے۔ لوگون کے بیان سے ظاہر ہوا کہ کئی ہزار پادری اور رہبان اس گرجے میں دن رات رہتے ہیں۔

ابن بطوطہ نے جو صورت بیان کی افسوس اب وہ باقی نہیں رہی۔ احاطہ جس میں نہر تھی مسجد سے بالکل باہر ہے اور قہوہ خانہ بن گیا ہے۔

واقعی یہ عمارت عجیب و غریب حیرت افزا ہے۔ بیچ کے گنبد کا قطر ۱۱۵ فٹ اور چھت کا ارتفاع ۱۸۰ فٹ ہے ۱۰۷ استون ہیں اور کل سنگ سماق اور رخام کے ہیں۔ ان ستونوں کا قطر تین تین چار چار ہاتھ سے کم نہیں دروازہ جو قسطنطین کے زمانہ کا ہے اور تانبے کا ہے اس پر قدیم زمانے کی تصویریں بنی ہیں اور ابتک قائم ہیں چھت پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم کی جو تصویریں تھیں انکے آثار اب بھی موجود ہیں۔

قابل دید مقامات بہت ہیں مثلاً یونانیوں کے معابد قدیم۔ سلح خانہ۔ خزانہ یعنی جہان تمام سلاطین عثمانیہ کی پورے قد کی تصویریں مع اصلی لباس و اسلحہ و جواہرات کے ہیں۔ توپوں کے ڈھالنے کا کارخانہ۔ موزہ خانہ۔ یعنی عجائب خانہ قدیم۔ جہان نہایت قدیم زمانے کے پتھر اور کتبے ہیں۔ اس میں اسکندر یونانی کا سنگین تابوت بھی ہے وغیرہ وغیرہ لیکن میں اکثر مقامات کو نہ دیکھ سکا اس لئے انھیں پر اکتفا کرتا ہوں جنکی خود میں نے سیر کی۔

ترس خانہ۔ یعنی جہازوں کے بنانے کا کارخانہ بہت بڑا عظیم الشان کارخانہ ہے اور چونکہ حربی صیغہ سے تعلق ہے محکمہ بحریہ کی تحریری اجازت کے بغیر کوئی شخص وہان جا نہیں سکتا۔ خوش قسمتی سے محکمہ بحریہ کے ایک معزز عہدہ دار ہمارے دوست شیخ علی ظبیان کے شناسا تھے اونھوں نے مہربانی سے ایک عہدہ دار کو ساتھ کر دیا۔ جس نے ہمکو تمام کارخانے کی بخوبی سیر کرائی۔ یہ صاحب عربی خوب سمجھتے تھے اور بولتے تھے اور اس وجہ سے ہم ہر ایک بات کو تفصیلاً دریافت کر سکتے تھے یہ کارخانہ مختلف حصوں میں منقسم ہے جس کا صدر مقام ایک بہت بڑی مستطیل دو منزلہ عمارت ہے جہان بڑے بڑے انجن ہیں اور انکے ذریعے سے سینکڑون کلیں چلتی ہیں۔ ہمارے رہنما نے اول ہم کو اوپر کے درجے کی سیر کرائی پہلے ایک بڑے کمرے میں لے گئے۔ وہاں چند معزز افسر ایک لمبی میز کے گرد بیٹھے ہوئے ایک جہاز کا نقشہ تیار کر رہے تھے۔ نقشہ جب تیار ہو جاتا ہے تو

دوسرے آفس میں بھیجدیا جاتا ہے جہاں اُس نقشے کے موافق جہاز کا مختصر سا نمونہ تیار کیا جاتا ہے۔ یہ نمونہ لکڑی کا ہوتا ہے اور باوجود مختصر ہونے کے جہاز کی پوری تصویر ہوتا ہے۔ یہ نمونہ اول سلطان کے ملاحظہ میں پیش ہوتا ہے اور منظوری کے بعد اسی کے نمونہ کے موافق جہاز تیار کیا جاتا ہے۔ ان نقلی جہازوں کے دقائق اور نکتے تو میں کیا سمجھ سکتا تھا لیکن بظاہر نہایت وقت نظر اور اُستادی کا کام معلوم ہوتا تھا۔

ان چیزوں کو دیکھکر ہم نیچے آترے۔ یہاں سینکڑوں کلیں چل رہی تھیں اور جدا جدا کام ہو رہے تھے ایک طرف پرزے ڈھل رہے تھے۔ ایک طرف لوہے کی موٹی موٹی سلاخوں پر سینکڑوں من کا گھن پڑتا تھا اور چادریں بنتی جاتی تھیں۔ اس عمارت کے آگے ایک بہت بڑا لمبا احاطہ ہے اس میں ایک بڑا سا جہاز تھا جو بالکل تیاری کے قریب تھا۔ صرف چادر چڑھانی باقی تھی۔

تارپیڈو کی کشتیاں

ہم نے یہاں تارپیڈو کی بہت سی کشتیاں دیکھیں جو اسی کارخانہ سے تیار ہوئی تھیں اور سمندر میں ڈالی گئیں تھیں۔ ان جہازوں میں اوپر کے درجے میں کوئی چیز نہیں ہوتی سارا جہاز لکڑی کا ایک وسیع تختہ نظر آتا ہے۔ آلات حرب اور ہر قسم کی ضروری چیزیں یعنی بادبان خوابگاہ۔ کھانے کا کمرہ۔ غرض جو کچھ ہوتا ہے وہ اندر ہوتا ہے ہمارے رہنما نے ہمکو ایک کشتی کی سیر بھی کرائی۔ لیکن چونکہ اندر جگہ بہت کم ہوتی ہے تھوڑی دیر میں ہمارا دم گھٹنے لگا اور ہم جلد باہر نکل آئے نہایت قابل تعریف بات یہ ہے کہ اتنا بڑا عظیم الشان کارخانہ صرف ترک چلاتے ہیں۔ تمام افسر اور کاریگر اور ملازم ترک ہیں۔ صرف ایک یوروپین معمولی درجہ کا ملازم ہے اور وہ بھی قدامت کے لحاظ سے بحال رکھا گیا ہے۔ انجن بھی یہاں تیار ہوتے ہیں اور ترکوں کا دعویٰ ہے کہ یوروپ کے بنے ہوئے انجنوں سے کسی بات میں کم نہیں ہوتے ایک افسر نے مجھسے کہا کہ اس قسم کے تمام کاموں میں ہمکو یوروپ کی احتیاج نہیں۔

ینگ چری

مقتولان ینگ چری ترکوں کی تاریخ میں ینگ چری کا لفظ نہایت امتیاز کے ساتھ لیا جاتا ہے۔ سلطان آرخان نے جو سلاطین ترک میں دوسرا تخت نشین تھا (۷۲۶ ہجری) میں حکم دیا کہ اسیران جنگ میں سے جو ہر سال کثرت سے گرفتار ہو کر آتے تھے ایک خاص تعداد منتخب ہو کر ایک فوج تیار ہو جو خاص سلطان کے لئے ہو۔ لہذا ان کا سر تشدد تھا اس فوج کا نام ینگ چری رکھا گیا یعنی ترکی زبان میں فوج جدید کی ...

فتوحات کی کثرت سے اس فوج میں اضافہ ہوتا گیا یہاں تک کہ دو تین نسل کے بعد یہی فوج حکومت کی دست و بازو بن گئی یہ عجیب بات ہے کہ اگرچہ یہ گرفتاران جنگ عموماً عیسائی نسل سے ہوتے تھے اور فوج میں داخل ہو کر بھی مدتوں اپنے قدیم مذہب پر قائم رہتے تھے تاہم ترکی حکومت کے ساتھ انکو یہ اخلاص تھا کہ خود ترکوں کو اس سے زیادہ نہیں ہو سکتا تھا ترکوں نے جو ایک مدت تک یورپ کو اپنا صیدگاہ بنا رکھا تھا وہ انہیں جانبازوں کی بدولت تھا ۱۸۲۶ء میں جب سلطان محمود نے یورپ کے اصول پر فوج کو مرتب کرنا چاہا تو ان لوگوں نے بغاوت کی۔ سلطان نے ایک جدید فوج پہلے سے تیار کر رکھی تھی۔ اہل شہر نے بھی شاہی جدید فوج کا ساتھ دیا۔ غرض خاص قسطنطنیہ میں ایک سخت معرکہ ہوا۔ ینگ چری فوج بالکل برباد ہو گئی۔ اسکے ساتھ شاہی فوج کو بھی نقصان پہنچا اور وزیر اعظم اور شیخ الاسلام جان سے مارے گئے۔

یہ مکان اسی معرکہ کی عبرت انگیز یادگار ہے۔ وزیر اعظم شیخ الاسلام اور ینگ چری فوج کے تمام بڑی بڑی نامور افسروں کی پورے قد کی مورتیں ہیں سپاہیوں اور سپہ سالاروں کی پرعجب شکلیں قدیم زمانہ کا لباس اور اسلحہ حرب۔ سکوت اور خاموشی کا عالم یہ تمام باتیں جمع ہو کر کچھ ایسا ہیبت انگیز سماں پیدا ہو گیا ہے کہ دن کو وہاں جاتے ڈر لگتا ہے دو پہلوانوں کو میں نے دیکھا سر سے پاؤں تک لوہے میں غرق۔ سر پر خود۔ چہرہ پر جھلم ہاتھوں میں آہنی دستانے۔ بدن میں زرہ اور چار آئینہ ٹخنوں تک کے آہنی موزے غرض آنکھوں کے سوا جسم کا کوئی حصہ نظر نہیں آتا تھا۔ دریافت سے معلوم ہوا کہ کردی جوان ہیں جو خاص پائگاہ کی خدمت پر مامور تھے۔ میرے تخمینہ میں ایک من لوہے سے کم بوجھ انکے بدن پر نہ تھا۔ تعجب ہے کہ اس قدر وزن کے ساتھ وہ لڑتے کیونکر تھے۔ افسروں کے لباس عجیب غریب قسم کے ہیں۔ بعض بعض کی پگڑیاں ہاتھ ہاتھ بھر اونچی ہیں یہاں ہر وقت پہرہ رہتا ہے اور ٹکٹ حاصل کرنے کے بغیر کوئی شخص وہاں جا نہیں سکتا۔

عجائب خانہ

موزہ خانہ یعنی عجائب خانہ۔ عجائب خانہ دو ہیں ایک سرکاری جہاں نہایت قدیم زمانے کے کتبے اور اس قسم کی یادگار چیزیں ہیں۔ سکندر یونانی کا سنگی بت بھی ہے۔ افسوس ہے کہ مجکو اس کی سیر کا اتفاق نہیں ہوا۔

دوسرا کسی عیسائی سوداگر نے قائم کیا ہے عجائبات اور تمام چیزیں معمولی ہیں جو کچھ سیر کے قابل ہے

وہ دنیا کے مختلف حصوں کے آدمیوں کی مورتیں ہیں۔ یہ مورتیں اس خوبی سے بنائی ہیں کہ بالکل اصلی معلوم ہوتی ہیں ایک عورت دیکھی جسکے ہونٹ نہایت موٹے تھے اور نیچے کے ہونٹ میں آرپار چھید کر کے لکڑی کی گلی ڈالی تھی معلوم ہوا کہ یہ وہاں کا زیور ہے۔ پہلے تو مجکو نہایت تعجب ہوا پھر خیال آیا کہ ہمارے ملک میں ناک کان چھید کر نتھ اور بالیاں وغیرہ پہناتے ہیں تو ہونٹوں نے کیا قصور کیا ہے کہ اس زینت سے محروم رکھے جائیں۔

ایک دردانگیز تماشا

یہاں میں نے ایک عجیب دردانگیز تماشا دیکھا جس کا اثر دیر تک میرے دل پر رہا ایک جدا گانہ کمرے میں چند عورتیں ہیں جو طرح طرح کے عذاب میں مبتلا ہیں ایک شکنجہ میں دابی جارہی ہے ایک کی پیٹھ پر جلتے ہوئے لوہے کی پٹری رکھدی ہے کہ گردن سے لیکر کمر تک چار چار انگل کھال اتر گئی ہے اسی طرح اوروں کو عجیب عجیب طریقے سے اذیت دیجارہی ہے۔ یہ عورتیں صورت اور وضع و لباس سے دولتمند اور شریف معلوم ہوتی ہیں اکثر کمسن اور خوبصورت و نازک اندام ہیں سخت تعجب ہوتا تھا کہ کن ظالم ہاتھوں نے ان حسن کی دیبیوں پر ہاتھ اوٹھانے کی جرات کی ہوگی! دریافت سے معلوم ہوا کہ اسپین میں جب اسلامی حکومت برباد ہوکر عیسائیوں کی سلطنت قائم ہوئی تو عموماً مسلمان تبدیل مذہب پر مجبور کئے گئے اور چونکہ اسلام کا اثر آسانی سے دلوں سے مٹ نہ سکتا تھا۔ اُن کو انواع و اقسام کی اذیتیں دیجاتی تھیں اور بیکسی اور کمزوری کے لحاظ سے عورتوں پر زیادہ ظلم کیا جاتا تھا۔ یہ مظلوم عورتیں اسی عبرت انگیز واقعے کی یادگار ہیں۔ اسوقت مجکو خیال ہوا کہ آہا! یہی عیسائی ہیں جو ہمکو طعنہ دیتے ہیں کہ اسلام بزور شمشیر پھیلا!!!

میں یہ متحانہ سمجھا کہ عجائب خانے کے بانی نے جو عیسائی ہے ان تصویروں کو کس غرض سے یہاں رکھا ہے۔ کیا وہ عیسائیوں کا پرفخر کارنامہ دکھانا چاہتا ہو اور حکومت ترکیہ جو اس سے تعرض نہیں کرتی تو کیا اپنی بے تعصبی کا ثبوت دینا چاہتی ہے؟ میں تو اس بات کو نہایت ناپسند کرتا ہوں کہ دنیا کی مختلف قوموں میں جو ناگوار واقعات کسی قدیم زمانے میں پیش آئے۔ دوبارہ منظر عام پر لائے جائیں

سیرگاہیں

قسطنطنیہ اور اُسکے اطراف و جوار میں کثرت سے عجیب پرلطف قدرتی سیرگاہیں ہیں اور

غنیمت یہ ہے کہ شہر والے اس نعمت کے قدر شناس بھی ہیں۔ ہر سیرگاہ کیلئے ایک خاص دن مقرر ہے
اس دن وہاں عجیب پرلطف مجمع ہوتا ہے۔ افسوس ہے کہ ہمارے ملک والے قدرتی مناظر کے مذاق سے
آشنا نہیں ورنہ خاص ان سیرگاہوں کے دیکھنے اور ان سے مزہ اٹھانے کیلئے لوگ قسطنطنیہ کا سفر
کرتے اور یہ کوئی عجیب بات نہ خیال کی جاتی۔ ان میں سے میں نے دو تین کی سیر کی اور ان
کے مختصر حالات لکھتا ہوں۔

خونکر صوی

خونکر صوی قسطنطنیہ کی تمام سیرگاہوں میں سب سے زیادہ پرلطف اور دلفریب ہے اسی بنا پر
اسکو سلطان المعظم کے نام سے منسوب کیا ہے۔ خونکر۔ فارسی لفظ خونگر کی تحریف ہے ترکی میں خون کا
مالک یا خون ریز بادشاہ وقت کو کہتے ہیں۔ اور صوی کے معنی پانی اور چشمہ کے ہیں اس بنا پر خونکر
صوی کا لفظی ترجمہ بادشاہی چشمہ ہوا ہے یہ مقام شہر سے بیس پچیس میل کے فاصلہ پر ہے پہاڑوں
کا ایک سلسلہ دور تک چلا گیا ہے اور نہایت شاداب اور سرسبز ہے۔ اس میں ایک قطعہ نہایت
موزون شکل کا ہے جو پہاڑ کی بلند سطح پر واقع ہے خاص جس جگہ تماشائیوں کا مجمع ہوتا ہے وہ نہایت
پرلطف مقام ہے سایہ دار درختوں کی دو رویہ قطاریں ہیں۔ جہاں تک نظر کام کرتی ہے سبزہ
ہی سبزہ نظر آتا ہے ایک طرف آبشار ہے جسکا پانی ایک حوض میں جمع ہوتا جاتا ہے درختوں کے
نیچے جا بجا دو دو چار چار آدمیوں کی ٹکڑیاں ہوتی ہیں چاء اور قہوہ کا دور چلتا ہے۔ حوض پر
باجا بجتا ہے اور فرنچ اور ترکی گانا ہوتا ہے بھانڈ نقلیں کرتے ہیں۔

پانچ چھ زینے چڑھ کر پہاڑ کی اصل چوٹی ہے اور وہ نہایت مسطح اور سایہ دار ہے یہ خاص عورتوں کے
بیٹھنے کی جگہ ہے اور کثرت سے ترکش لیڈیاں جمع رہتی ہیں نازک اندام عورتوں کیلئے بیس پچیس میل کی
مسافت۔ پہاڑ کی چڑھائی۔ گھوڑے یا خچر کی سواری کچھ کم تکلیف کی بات نہیں۔ لیکن یہ جگہ کچھ ایسی
دلاویز ہے کہ سب تکلیفیں اسکے لئے گوارا کی جا سکتی ہیں۔

سفری کوی

سفری کوی۔ یہ ایک قہوہ خانہ ہے جو عین سمندر کے کنارے پر ہے اور نہایت پرفضا مقام ہے
موجیں بار بار کنارے سے آکر ٹکراتی ہیں اور عجیب مزہ آتا ہے۔ یہاں ایک خاص بات یہ ہے کہ کچھ ساز
یہودی عورتیں ایک بلند چبوترہ پر بیٹھکر عربی گیت گاتی ہیں چونکہ میں نے اس سے پہلے عربی راگ نہیں سنا
تھا مجھپر ایک خاص اثر ہوا سب ملکر ساتھ گاتی تھیں اور دف کی قسم کا ایک باجا بجاتی جاتی تھیں

محرم

قسطنطنیہ کا محرم

یہاں کا محرم بھی ایک قابل ذکر چیز ہے۔ اہل عجم جو مختلف تعلقات کی وجہ سے یہاں بود و باش رکھتے ہیں انکی تعداد پچاس ساٹھ ہزار سے کم نہیں ہے۔ بہت سے سرکاری محکموں میں ملازم ہیں بہت سے تاجر۔ پیشہ ور۔ اور مزدور ہیں۔ اگرچہ یہ لوگ شہر کے تمام حصوں میں پھیلے ہوئے ہیں لیکن کثرت سے جہاں رہتے ہیں وہ والدہ خانہ نام ایک محلہ ہے محرم کے زمانے میں دھوم دھام کی مجلسیں اور نوحہ و بکا کا ہنگامہ زیادہ تر یہیں ہوتا ہے مجلسوں میں یہاں سوز اور تحت اللفظ کا دستور نہیں صرف حدیث خوانی ہوتی ہے۔ اور در حقیقت مجلس عزا کا مقصود بھی یہی ہے۔ عام طریقہ یہاں کا یہ ہے کہ اول ممبر کے قریب ایک شخص کھڑے ہو کر زبانی جناب امیر اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے فضائل اور مناقب کے متعلق اشعار پڑھتا ہے پھر ایک مستعد عالم ممبر پر بیٹھکر حالات کربلا کو وعظ کے طور پر نہایت خوبی اور صفائی سے بیان کرتا ہے۔ مجھکو اس بات سے بہت خوشی ہوئی کہ ترک عموماً ان محفلوں میں ادب اور خلوص کے ساتھ شریک ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ ترکوں کے لحاظ سے بجز ایک دو موقع کے اور تمام مجلسوں میں وعظ جو ہوتا ہے ترکی ہی زبان میں ہوتا ہے۔

ماتم کے عجیب و غریب طریقے

ماتم کے چند طریقے ہیں اور بعض نہایت عجیب اور موثر ہیں۔ ادنے درجے کا ماتم یہ ہے کہ نہایت زور سے چھاتی پیٹتے ہیں یہاں تک کہ اس جگہ کا گوشت ابھر آتا ہے۔ دوسرا طریقہ زنجیروں سے ماتم کرنا ہے تیس تیس چالیس چالیس آدمیوں کا حلقہ ہوتا ہے اور سینہ یا پشت پر اس زور سے زنجیریں مارتے ہیں کہ دور تک آواز جاتی ہے۔ تیسرا طریقہ تلواروں سے ماتم کرنیکا ہے اور وہ شب شہادت کیساتھ مخصوص ہے ماتم کرنے والے ہاتھوں میں ننگی تلواریں لئے صف باندھکر کھڑے ہوتے ہیں اور عجیب جوش و خود رفتگی کے عالم میں یا حسین کہے جاتے ہیں اور سر و پیشانی اور شانوں پر تلواریں مارتے جاتے ہیں زخموں سے خون کی چھینٹیں اڑ اڑ کر تمام بدن پر پڑتی ہیں اور حلقہ ماتم گویا لڑائی کا میدان بن جاتا ہے۔ اس عبرت انگیز ہنگامہ کے دیکھنے کے لئے خلقت کا نہایت اژدحام ہوتا ہے اور مشکل سے وہاں تک رسائی ہوتی ہے۔

سلاملق یا موکب سلطانی اور عید اضحے

قسطنطنیہ میں سلاملق سے زیادہ کوئی چیز پر اثر اور دلچسپ نہیں ہے۔ سلاملق ترکی لفظ ہے

جس کا لفظی ترجمہ سلام کرنا ہے چونکہ اس موقع پر فوج اور سرداران فوج سلطان کے سلام کو آتے ہیں اس لئے اس رسم کو سلاملق سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ سلطان عام طور پر قصر شاہی سے کبھی باہر نہیں نکلتے۔ صرف نماز جمعہ پڑھنے کیلئے جامع مسجد میں تشریف لاتے ہیں اور وہیں نماز کے بعد یہ رسم ادا ہوتی ہی۔ حقیقت یہ ہی کہ اُس وقت جو شان و شوکت اور عظمت و جلال ظاہر ہوتا ہے زبان یا قلم کے ذریعے سے اُسکی تصویر کھینچنی مشکل اور سخت مشکل ہے باوجودیکہ مہینہ میں چار بار اور سال میں اڑتالیس دفعہ یہ موقع پیش آتا ہے اور اس وجہ سے اسکو ایک معمولی چیز خیال کیا جاتا ہی تاہم تماشائیوں کا یہ ہجوم ہوتا ہے کہ لوگ درختوں اور آدمیوں کے کندھوں پر چڑھکر تماشا دیکھتے ہیں یورپ کے اکابر اور سیاح جو قسطنطنیہ کی سیر کو آتے ہیں اس موقع کو کبھی ہاتھ سے جانے نہیں دیتے موکب ہمایونی کی گذرگاہ پر ایک بالاخانہ ہی معزز لوگوں کو ٹکٹ لیکر وہان بیٹھنے کی اجازت ملتی ہی چنانچہ ہر جمعہ کو ان معزز تماشائیوں کا ایک معتدبہ مجمع موجود رہتا ہے۔ میرے زمانہ اقامت میں ہنگری کے بڑے بڑے ارکان سلطنت قسطنطنیہ کی سیر کو آئے تھے اور اس مجمع میں شریک ہوئے تھے۔

میں ہندوستان میں یہ حالت سُن چکا تھا۔ اس لئے قسطنطنیہ پہونچکر اول اسی کی سیر کا ارادہ کیا۔ ایک شامی عرب کو جنسے حال میں ملاقات ہوگئی تھی ساتھ لیا اور جامع حمیدیہ پہونچا۔ وہان پہونچکر دیکھا تو دور دور تک سپاہیوں کے پرے جمے ہیں اور موکب ہمایوں تک نظر کی رسائی ہی مشکل ہی مجبوراً واپس آیا حسین حسیب آفندی جو کسی زمانے میں بمبئی ٹرکش کانسل تھے اور اب قسطنطنیہ میں پولیس کمشنر ہیں وہ مجکو اس ذریعہ سے جانتے تھے کہ محاربہ روس میں میں نے بحیثیت سکرٹری انجمن تین ہزار کی رقم انجمن کے ذریعے سے قسطنطنیہ کو روانہ کی تھی۔ اسی تعارف کی بنا پر میں اُنکی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ نہایت مہربانی سے پیش آئے اور کہا کہ جمعہ کے دن جامع حمیدیہ میں آنا تمہارے لئے میں ٹکٹ رکھوں گا لیکن بدقسمتی سے (اور سچ پوچھئے تو خوش قسمتی سے) جب میں وہاں پہونچا تو وہ موجود نہ تھے دیر تک مسجد کے دروازے پر انکا انتظار کرتا رہا۔ قریباً ایک بجے جب سلطان کی آمد آمد کا غل ہوا تو فوجیں دور دور تک پھیلکر ہلال کی شکل میں صف آرا ہو گئیں اور تمام رستے رک گئے۔ میں مایوس ہوکر مسجد میں داخل ہوا اور افسوس کرتا تھا کہ یہ جمعہ بھی خالی گیا تھوڑی دیر گذری تھی کہ ایک گرج کی سی آواز آئی اور تمام میدان گونج اُٹھا۔ معلوم ہوا کہ سلطان کی سواری قریب آپہونچی اور یہ پادشاہم چوق یشا [۱] کا نعرہ تھا

(۱) اسکا لفظی ترجمہ یہ ہی ہمارا بادشاہ بہت زندہ رہے ۱۲

جو ترکون کا قومی نعرہ ہے یہ نعرے پے در پے تین بار بلند ہونے کو کہ سلطانی مسجد تک آ پہونچا اور نعروں کی
گونج ابھی تھم نہیں چکی تھی کہ موذن نے جو سلطان کے مشاہدۂ جمال کا انتظار کر رہا تھا اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا
دونون آوازین ملکر دلپر عجیب اثر کرتی تھین سلطان کھلی ہوئی گاڑی پر سوار تھے چونکہ مسجد کا صحن داخل
مسجد نہیں ہے یعنی وہان نماز نہیں پڑھتے اور جوتے پہنکر جا سکتے ہیں گاڑی صحن تک آئی اور دیوار کے قریب
آکر ٹھہری مسجد دو منزلہ ہے اور اوپر کی مسجد مین گیلری بنی ہے جو خاص سلطان کی نماز پڑھنے کی جگہ ہے
سلطان گاڑی سے اتر کر اوپر کی منزل میں گئے اور اُن کے جانے کے ساتھ گیلری کے دریچون پر
اطلسی پردے چھوڑ دیے گئے کہ اُنپر کسی کی نگاہ نہ پڑ سکے۔

لوگ اطمینان کے ساتھ بیٹھ چکے تو خطیب نے خطبہ شروع کیا۔ افسوس ہے کہ خطیب ترک تھا عرب
نہ تھا اسلئے اُسکے لہجے میں وہ اثر اور کیفیت نہ تھی جو عرب کے ساتھ مخصوص ہے۔ تاہم جب دوسرا
خطبہ شروع ہوا اور اُس نے سلطان المعظم کی طرف اشارہ کرکے پرجوش آواز میں یہ الفاظ پڑھے اللھم
انصر ھذا السلطان السلطان ابن السلطان الخاقان ابن الخاقان السلطان عبد الحمید خان تو عجیب
کیفیت پیدا ہوئی میرا یہ حال تھا کہ آنکھ سے متصل آنسو جاری تھے اور دیر تک بے اختیار زبان سے
دعائیہ الفاظ نکلتے رہے عین اس موقع پر ایک بارگی پندرہ بیس شخص جنکے ہاتھوں میں عرض حال
اور درخواستین تھین اُٹھ کھڑے ہوئے یہ لوگ سلطان کی طرف ہاتھ اُٹھا کر دعائیں دیتے جاتے
تھے اور عرضیاں پیش کرتے جاتے تھے۔ عرض بیگی ان کاغذون کو لیکر جمع کرتا جاتا تھا۔ بعضونکو مین نے
دیکھا کہ سلطان کی طرف اشارہ کرکے زمین تک جھکے اور زمین کو ہاتھ سے چھو کر ہاتھ کو چوما اگرچہ یہ تمام
باتین خطبہ کے داب اور سکون کے خلاف تھیں تاہم کیفیت سے خالی نہ تھیں دریافت سے معلوم ہوا
کہ جن لوگونکو کسی طرح سلطان المعظم تک رسائی کا امکان نہیں ہوتا وہ اس ذریعے سے اظہار مطلب
کرتے ہیں اور چونکہ سلطان کا مزاج قدرتی طور پر رحیمانہ اور فیاض ہے اس طریقے کو بند نہیں کیا جاتا
نماز کے بعد اتفاق سے حسین حسیب آفندی ملے اور شکایت کی کہ مین تمکو ڈھونڈتا پھرتا تھا
کہاں غائب ہوگئے تھے؟ یا! عانہ کا ٹکٹ تو اب نہیں مل سکتا لیکن مین تمہارے لئے اُس سے زیادہ
عمدہ موقع نکالتا ہوں۔ نماز پڑھ کر تمام لوگ باہر چلے گئے تو سلطان گیلری سے اتر آئے اور
ایک زینہ پر جہان سے سلاملق کی بخوبی سیر ہو سکتی تھی اور سلطان کو کوئی شخص نہیں دیکھ

سکتا تھا آکر ٹھیرے۔ افسران فوج اور پاشا صحن کے داہنے طرف صف باندھکر کھڑے ہوگئے تحسین
حسیب نے مجکو اسی صف میں لاکر کھڑا کر دیا۔ اور لوگون سے کہا کہ یہ ہماری مہمان ہیں ایک معزز افسر
(حسن اخلاق کی وجہ سے) پیچھے ہٹ گیا اور میرے لیئے جگہ خالی کر دی۔

تھوڑی دیر کے بعد فوجون کی آمد شروع ہوئی۔ ایوان شاہی سے مسجد تک سیدھی اور ڈھلوان
سڑک ہی۔ فوجین جو دور دور تک ہلال کی صورت میں صف آرا کھڑی تھین۔ ایوان شاہی کے
سامنے سے گذرتی ہوئی مسجد کے صدر دروازے سے داخل ہوتی تھین اور دوسرے دروازے سے
نکلجاتی تھین۔ صفون کی ترتیب۔ سوار۔ پیادہ۔ بحری۔ بری۔ توپچی۔ برق انداز۔ ترک۔ کرد۔
عرب کے جدا جدا دستے۔ موزون اور باقاعدہ رفتار زرق برق اسلحے مختلف اور خوشنما وضع کی
وردیان۔ فوجون کا پے در پے آنا اور وفاداری کے جوش کیساتھ اپنے شاہنشاہ کے سامنے سے
گذرنا۔ ایسا عجیب غریب سمان تھا جو کسی طرح بیان نہیں ہو سکتا۔ عربون کا رسالہ جو امپیریل
گارڈ ہے۔ انکے سرونپر عمامے تھے اور سبز شملے ہوا میں اڑکر عجب لطف دکھاتے تھے متصل
تین گھنٹے تک یہ فوجی دریا لہرین لیتا رہا اور کم و بیش دس ہزار فوجین گذرین۔ اخیر میں سلطان کے
دونون شہزادے آئے اور عجب شان سے آئے۔ فوجی لباس تھا اور کمر سے تلوارین بندھی تھین
اگرچہ دس دس بارہ بارہ برس کا سن تھا۔ لیکن جس انداز سے وہ گھوڑون پر سوار تھے اور انکے چہرون
سے جرات اور شان کا اظہار ہوتا تھا بیان میں نہیں آسکتا شہزادے بھی جا چکے تو سلطان
زینے سے اترے اور افسران فوج اور پاشاؤن کی صفین جن میں میں بھی شامل تھا دفعتہً سلام
جھکیں میں ابتدا سے محو حیرت تھا اور آنکھون کو ٹکٹکی لگ گئی تھی پہلے سے ارادہ تھا کہ سلطان
کی زیارت ہوگی تو نہایت نیازمندی کے ساتھ آداب بجالاؤن گا لیکن ازخود رفتگی کا یہ عالم ہوا
کہ تمام صف کی صف دیر تک رکوع میں رہی اور میں اسی طرح ٹکٹکی باندھے ٹھیرا رہا۔ البتہ زبان
پر دعائیہ الفاظ جاری تھے اور وہ بھی قصداً نہیں بلکہ ایک بے اختیاری حالت تھی۔

پانچ چار قدم پیادہ چلکر سلطان گاڑی پر سوار ہوئے۔ افسرون نے دوبارہ سلامی دی
اور وہ عجیب غریب سمان میری آنکھون سے چھپ گیا ع دیدہ من باز بجوا ہم ہنوز۔ سلطان جس
وقت زینے سے اترکر گاڑی کی طرف بڑھے ہماری صف سے انکا صرف تین چار ہاتھ کا

فاصلہ تھا اور اس وجہ سے میں اچھی طرح انکو دیکھ سکا۔ سلطان کا حلیہ یہ ہے قد میانہ بلکہ کچھ نکلتا ہوا بدن چھریرہ۔ چہرہ کتابی۔ صورت سے وقار اور متانت ٹپکتی ہی بلکہ یہ خیال ہوتا ہی کہ کسی فکر میں ہیں لباس بالکل سادہ یعنی سیاہ بانات کا کوٹ اور معمولی ٹرکش ٹوپی تھی۔

ترکوں میں سلاملق کا طریقہ ایک مدت سے چلا آتا ہے اور رسوم سلطنت کا ایک جزو بن گیا ہی اس سے فقط شاہانہ جاہ و جلال کا اظہار مقصود نہیں ہی بلکہ بڑا فائدہ یہ ہی کہ ہر ہفتہ میں فوج کے ایک بڑے حصہ کا جائزہ ہو جاتا ہی اور اس طرح کل فوجیں جو پایۂ تخت اور اسکے اطراف میں رہتی ہیں سال میں چند بار ملاحظۂ سلطانی سے گذر جاتی ہیں۔ سلطان وقت فوج کی حالت کا کافی اندازہ کر سکتا ہی اور فوج کے دل میں بادشاہ کی طرف سے جوش اور وفاداری کے خیالات تازہ ہو جاتے ہیں میں یہ تماشا دیکھکر قیامگاہ پر واپس آیا تو دل جوش اور اثر سے معمور تھا شاعرانہ جذبات کی تحریک سے خود بخود جستہ جستہ مصرعے زبان پر آتے جاتے تھے۔ قلم اور کاغذ لیکر بیٹھا اور کچھ اشعار قلمبند کئے پھر خیال آیا کہ عید کے دن اس سے بھی کچھ بڑھکر سامان ہوگا اسکو بھی دیکھ لوں تو لکھوں چنانچہ تمہید کے جس قدر اشعار اس وقت تک موزوں ہو گئے تھے لکھکر چھوڑ دئے تمہید کے آخر کے ان اشعار سے

دیں کہ بپر سید کہ زان جلوہ گاہ	تاچہ بود حاصل چشم و نگاہ

اس شعر تک۔

بزم چو از جلوۂ زیبا پر است	دامن چشم از تماشا پر است

یہی پُر اثر اور پر جوش نظارہ مراد ہے۔

عید کے دن سلاملق نہ تھی اور اس وجہ سے فوج کی تعداد کم تھی۔ لیکن شان شوکت جاہ و جلال۔ جوش و اثر سلاملق سے بھی کچھ بڑھ کر تھا۔ قریباً آٹھ بجے فوجوں کی آمد شروع ہوئی اور گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ تک تانتا بندھا رہا۔ اسکے بعد بہت سی خالی گاڑیاں آئیں۔ لوگوں کو تعجب تھا کہ اس سے کیا مقصود ہی لیکن ایک دو سے پیادہ صفیں نمودار ہوئیں معلوم ہوا کہ تمام وزرا۔ پاشا افسران فوج اور بڑے بڑے عہدہ دار ملکی سلطان کے جلوس میں پیادہ پا آرہے ہیں یہ صفیں سڑک کے دونوں جانب متصل آدھ میل تک تھیں اور انکی وضع اور لباس سے عجیب شان و شوکت کا اظہار ہوتا تھا۔ شالوں پر زریں پھول۔ دامن اور آستینوں پر کلابتونکی تحریر سینے

مرصع اور طلائی تمغون سے ڈھکے ہوئے۔ ان سب پر آفتاب کا عکس۔ تمام میدان جگمگا اٹھا۔ بہ صف جا جکی تو سلطان کا جمال جہان آرا نظر آیا جناب ممدوح گھوڑے پر سوار تھے۔ لباس بالکل سادہ تھا۔ چند بڑے بڑے نامور فوجی افسر رکاب میں تھے۔ گھوڑا آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا تھا اور ہر قدم پر اس زور سے بادشاہم چوق یشا کا نعرہ بلند ہوتا تھا کہ میدان گونج اٹھتا تھا۔

میں یہ سمان دیکھکر واپس آیا تو قلم دوات لیکر بیٹھا کہ جو کچھ خود دیکھا ہے دوسرونکو بھی دکھا سکون۔ لیکن افسوس اور سخت افسوس ہے کہ قلم نے بالکل کوتاہی کی جو تصویر میں نے کھینچی ہے وہ بالکل ناکمل تصویر ہے۔

مثنوی عیدیہ

جون ٦ سنہ ١٨٩٢

مقام قسطنطینیہ

قاصد فرخندہ من بان تعال — متعک اللہ بحسن المال

پیش رسیدت سفرے ناگزیر — گرم زجا خیز و رہ ہند گیر

زود رو و فکر دو عالم مکن — در نفسے راست کنی ہم مکن

دیدہ براہ اند عزیزان ہند — جملہ گرامی گہرکان ہند

چون تو در آن بزم کشی زمزمہ — دائرہ گردند بگردت ہمہ

تا ز حدیث تو شود بہرہ مند — ہر یکے از جائے جہد چون سپند

جملہ بدین حرف کہ اے نیکخوئے — حرفے ازان یار سفر کردہ گوئے

تا چہ حال است و چسان ست خود — رفت چہا بر سرش از نیک و بد

بر روش دیدہ دران مینزید — یا کہ چو ہمان و فلان مینزید

از پس این محنت و رنج شگرف — از سفر روم چہ برداشت طرف

بزم خوشی بود تماشا چہ کرد — کار بسے بود ازانہا چہ کرد

در صف دانش طلبان تا چون نشست — زان چمن تازہ بدامن چہ بست

سطے چو شود مرحلۂ پرس و جوے
از من آوارہ بیاران بگوے

کاے ہمہ گنجینہ کشایان فن
صدر نشینان سر خوان فن

از کرم داور بالا و پست
حال من آن گونہ کہ بایست ہست

ہم بہمان طرز و روش میزیم
زندہ ام و فارغ و خوش میزیم

گرچہ خودم با سر و سامان نیم
نازکش حاجب و دربان نیم

نیست سر انجمن آرائیے
این منم و گوشۂ تنہائیے +

وینکہ بپرسید کہ زان جلوہ گاہ
تا چہ بود حاصل چشم و نگاہ

ہی چہ توان گفت کہ ذوق سخن
ہر نفسم مے برد از خویشتن +

گرچہ تنہا ہم کہ نشینم خموش
فرصت آن کو کہ بیایم بہوش

گرچہ بعرض سخن آمادہ ام +
مست ز کیفیت این بادہ ام

بگذر ازین حرف و مکرر مپرس
خواب خوشی دیدم و دیگر مپرس

خوان سخن گر نہ خود آراستم
عذر بنہ محو تماشاستم

تند مے بود خمارابم ہنوز +
دیدۂ من بازو بخوابم ہنوز +

با تو چہ گویم کہ چہا دیدہ ام +
شعبدہ ہا پیش نظر چیدہ ام

بزم چو از جلوۂ زیبا پرست
دامن چشم ز تماشا پرست

[illegible] ز جیب افق سر کشید
خاست ز ہر ناحیہ گلبانگ عید

دیدہ پر از خواب چو برخاستند
پیر و جوان جملہ تن آراستند

طفل کہ این شیوہ نداند درست
مادرش از مہر تن و روئے شست

شیوہ و آئین طرب تازہ گشت
کوچہ و بازار پر آوازہ گشت

مژدہ رسید این کہ شہ چارہ ساز
زود بر آید با دائے نماز

بردار از خوان کرم توشۂ +
خلق برون ریخت ز ہر گوشۂ

بسکہ عنان طلب انگیختند +
طفل و جوان بر سر ہم ریختند

بیک نظر راه تماشا نیافت — نقش قدم هم بزمین جا نیافت

جمله بصد شوق و بصد آرزوے — سوے نشاطش بنهادند روے

سرمهٔ خاک رهِ شه خواستند — جا بگذرگاه سپه خواستند

از دو سوے راه بکسب شرف — خلق بآیین ادب بست صف

مهر چو در هر جهت افتاد نور — کوکبهٔ شاه عیان شد ز دور

گشت روان از پئے هم خیل و فوج — موج تو گوئی که شکستی بموج

بود شعار همه از هم جدا — هر همه را رایت و پرچم جدا

پرتو آن اسلحهٔ تابناک — نور همی ریخت بدامان خاک

با همه تمکین چو گذشت این گروه — گشت به یکبار زمین پر شکوه

غلغله برخاست که بادا نوید + — مهر جهان تاب خلافت دمید

داغ نه جبههٔ خورشید و ماه — حضرت خاقان خلافت پناه

قاعدهٔ دولت و دین را مدار + — آئینه رحمت پروردگار +

پیکر لطف و کرم کبریائے — سایهٔ یزدان شه کشور کشائے

خسرو لشکر شکن و قلعه گیر — شاه فلک عتبه و گردون سریر

فاتحهٔ دولت و طغرائے دین — زیب ده افسر و تاج و نگین

شاه فلک کوکبه عبد الحمید — ایّدک الله بنصر مزید

غرهٔ شاهی ز جبین آشکار + — حاشیه بوسان به یمین و یسار

مرکب شمشیش چو بگذاشت پائے — خلق به یکبار در آمد زجائے +

طلعت شه باز چو پرتو فگند — بانگ دعا گشت ز هر سو بلند

شور برآمد که بود تا جهان + — باد بکام تو زمین و زمان +

چرخ بدان مایه که گردنده است — زنده بمان کز تو جهان زنده است

زیب و طراز همه عالم توئی + — سایهٔ یزدان بجهان هم توئی +

جمله بدانند که در غرب و شرق — هست ترا تاج خلافت بفرق

آن توئی امروز کہ در روزگار — ہست بر دو دولت و دین را اقرار
تازگی بدر و حنین از تو ہست — زینت و طراز حرمین از تو ہست
جز تو کہ ہست اے شہ انجم سپاہ — آنکہ بود شرع نبی را پناہ
فرّہ دین نبوی از تو ہست — بازوئے اسلام قوی از تو ہست
شمع سجادہ تو چو شد ارجمند — باد بفرمان تو چرخ بلند

سکۂ اقبال بنام تو باد
ہر چہ بگیتی ست بکام تو باد

ترکوں کے اخلاق و عادات و طرز معاشرت

قسطنطنیہ میں میں اگرچہ متصل تین مہینے تک رہا لیکن زبان کی اجنبیت کی وجہ سے ترکوں سے میرا میل جول بہت کم تھا۔ نیز سب سے ہم صحبت اور نیز احباب جسقدر رہتے تھے شام کے عرب تھے اس لئے ترکوں کے اخلاق اور عادات کے متعلق میری واقفیت سرسری اور اجمالی ہے میں نے اکثر کالج اور اسکول اور بعض صنعت وغیرہ کے کارخانے دیکھے۔ چند معزز عہدہ داران ملکی سے ملا اور انکے یہاں دعوتیں کھائیں۔ قہوہ خانوں میں کبھی کسی سے ملاقات ہو گئی۔ ٹرامو اور ریل پر کسی سے تعارف ہو گیا غرض اس قسم کے موقعے تھے جن میں مجھکو ترکوں کے اخلاق و عادات کا تجربہ ہوا اور اس باب میں میں جو کچھ لکھونگا ان ہی واقعات کی بنا پر ہوگا۔

ترکوں کی مہمان پرستی اور خوش اخلاقی

ہرچند میری واقفیت کے ذریعے اس قدر محدود ہیں تاہم بعض امور کی نسبت مجھکو بالکل یقین ہے کہ انکے متعلق میری جو رائے قائم ہوئی ہے وہ قطعاً صحیح ہے اور اس میں ذرا بھی غلطی کا احتمال نہیں۔ ان میں سب سے مقدم ترکوں کی مہمان پرستی اور عام خوش خلقی ہے کچھ شبہ نہیں کہ ترکوں کے اخلاق نہایت وسیع اور فیاضانہ ہیں غرور و نخوت۔ ترفع اور کم ملنی۔ ان میں نام کو نہیں ہے امیر و غریب۔ مزدور و عہدہ دار و شریف۔ جاہل و عالم۔ ہر درجے کے لوگوں سے مجھکو سابقہ پڑا لیکن خوش اخلاقی اور فیاض طبعی میں گویا سب ایک ہی مکتب کے شاگرد اور ایک ہی سانچے کے ڈھلے تھے۔ غازی عثمان پاشا جن کو پلونا کے واقعے نے تمام دنیا میں روشناس کر دیا ہے اور

اور درویش پاشا جن کا پوتا سلطان کی دامادی کا شرف رکھتا ہے اس مرتبے کے لوگ ہیں جیسے ہندوستان میں گورنر جنرل یا کمانڈر انچیف۔ میں دونوں سے ملا ہوں اور وہ جس تواضع اور خوش اخلاقی سے پیش آئے اس کا اثر ابتک میرے دل میں ہے۔

ایک عام بات یہ ہے کہ بازار میں چلتے چلتے تم جس شخص سے گو وہ کسی رتبہ کا آدمی ہو راستہ پوچھو وہ نہایت مہربانی سے تمہاری طرف متوجہ ہوگا اور تم کو راستہ بتائے گا۔ بعض موقعوں پر مجھکو نہایت تنگ اور پیچدار گلیوں سے گذرنے کا اتفاق ہوا۔ اور راستہ کے بھول جانے کی وجہ سے دیر تک حیران رہا۔ اتفاقاً کوئی ترک آ نکلا تو اس نے راستہ بتانے پر اکتفا نہیں کی بلکہ ساتھ ہو لیا اور جہاں مجھکو جانا تھا وہاں تک پہونچا کر واپس آیا۔

فیاضی اور مہمان نوازی

فیاضی اور مہمان نوازی ترکوں کی عام صفت ہے اور نہایت ادنی درجے کے لوگ بھی نہایت سیر چشم اور فیاض ہیں۔ یہ عام طریقہ ہے کہ دو چار چشم آشنا کسی ہوٹل یا قہوہ خانے میں اتفاق سے مل گئے تو قہوہ وغیرہ میں جو کچھ خرچ ہوگا ایک شخص سب کی طرف سے دیدے گا گویا تمام لوگ اس شخص کے مہمان ہوتے ہیں اور وہ میزبان ہوتا ہے خونکر صوی جس کا ذکر اوپر گذر چکا ہے میں اسکی سیر کو گیا تو خوجے آفندی ساتھ تھے۔ چونکہ یہ مقام قسطنطنیہ سے بیس پچیس میل ہے اور میرے ساتھ اور بھی چند احباب تھے۔ جہاز اور گاڑی کا کرایہ اور تفکنہ وغیرہ میں عـہ خرچ ہوئے۔ یہ کل رقم خوجے آفندی نے ادا کی۔ میرے شامی احباب کو جو خود مقتدر اور فیاض طبع تھے آفندی صاحب کا زیر بار احسان ہونا گوارا نہ تھا لیکن ملک کے رواج کی وجہ سے زیادہ اصرار نہ کر سکے۔

ایک دفعہ میں درویش پاشا کے مکان پر گیا وہاں چند اور بزرگ تشریف رکھتے تھے سب سے تعارف ہوا اور دیر تک صحبت رہی۔ چونکہ اس وقت تک میں نے ترکی بوٹ کا استعمال نہیں شروع کیا تھا اور انگریزی بوٹ پہنکر مکان کے اندر جانا یہاں معیوب ہے میں نے دروازے ہی پر بوٹ اتار دیا تھا۔ ترکوں کے نزدیک بوٹ کا پاؤں میں نہ ہونا بد سلیقگی میں داخل ہے اس لئے کسی کسی کو خیال ہوا۔ حاضرین میں سے ایک بزرگ جو اسکول کے ماسٹر اور معمر آدمی تھے چپکے سے اٹھے اور ایک سلیپر لا کر میرے سامنے رکھدیا۔ ان بزرگ کا نام کاظم آفندی تھا

نوجوان آدمی ہیں ریاضی میں انکی تصنیف حضور سلطانی میں پیش ہو چکی ہے۔ رخصت ہونے کے
وقت مجھ سے فرمایا کہ ہندوستان پہونچکر یاد رکھئے گا کہ قسطنطنیہ میں کاظم بھی آپکا ایک نیازمند تھا
حسین حسیب آفندی جو پولیس کمشنر اور معزز رتبہ کے آدمی ہیں ملاقات کے ساتھ اس لطف و
مہربانی سے پیش آئے کہ میں بیان نہیں کرسکتا۔ اصرار کرکے کھانا کھلایا کوٹھی اور پائیں باغ کی سیر کرائی
پردہ کراکے زنانہ مکان کے تمام کمرے دکھادئے۔ رخصت ہونے لگا تو فرمایا کہ مجکو بھی کچہری جانا ہی
ساتھ ہی چلیں گے چنانچہ اپنی گاڑی پر بٹھاکر دور تک ساتھ لائے۔ لطف یہ کہ اسوقت تک میرا ذریعہ
تعارف بجز اسکے اور کچھ نہ تھا کہ میں ہندوستان کا رہنے والا ہوں اور مسلمان ہوں۔ اس قسم کے
واقعات سے قطعاً ثابت ہوتا ہے کہ ترکون کے اخلاق نہایت عام ہیں۔ اور انکے لئے وسیلہ
وتعارف عزت وجاہ کی سفارش کی کچھ ضرورت نہیں۔

ترکون کی معاشرت

ترکون کی معاشرت کا طریقہ نہایت پسندیدہ اور قابل تقلید ہے۔ امرا اور معزز عہدہ دار
ایک طرف معمولی حیثیت کا آدمی بھی جس صفائی اور خوش سلیقگی سے بسر کرتا ہے ہمارے ملک میں
بڑے بڑے امیروں کو وہ بات نصیب نہیں میں نے دس ہزار کے تنخواہ دار سے لیکر بیس روپیہ کی
آمدنی والوں تک کے مکانات دیکھے ہیں اگرچہ دونوں حالتوں میں نہایت تفاوت تھا اور ہونا چاہیے
تھا تاہم خوش سلیقگی اور ترتیب وصفائی میں برابر برابر تھے۔

مکانات کی وضع اور ترتیب

ڈرائنگ روم کا قدیم طریقہ یہ تھا اور متوسط حیثیت والوں میں اب بھی جاری ہے کہ دیوار سے
متصل قریباً دو ہاتھ چوڑے اور دیوار کے طول کی برابر لمبے چبوترے بنے ہوتے ہیں اور ان پر گدا بچھا ہوتا
ہے۔ اب اگرچہ میز و کرسی کا زیادہ رواج ہے۔ تاہم چونکہ معزز ترکوں کے یہاں علما اور درویشوں
کی اکثر آمدورفت رہتی ہے ایک آدھ کمرہ اس طریقہ پر بھی ضرور مرتب رہتا ہی۔ میں نے عثمان پاشا اور
درویش پاشا کے عالیشان مکانوں میں بھی اس وضع کے متعدد کمرے دیکھے زمانہ حال میں یورپین
طریقہ زیادہ مروج ہے ترکوں نے اس میں اپنی طرف سے کچھ اصلاحیں کی ہیں اور وہ درحقیقت
قابل تعریف اصلاحیں ہیں ڈرائنگ روم میں (جو اکثر عمدہ ٹرکش قالین سے آراستہ ہوتا ہی) اس سرے
سے اس سرے تک سڑک کے طور پر کارپٹ وغیرہ کی ہاتھ ہاتھ بھر چوڑی پٹیاں بچھی ہوتی ہیں کمرے
میں جو لوگ آتے جاتے ہیں اسی پر سے گذرتے ہیں۔ ادھر ادھر پاؤں نہیں رکھ سکتے ترکون کا بوٹ

اگرچہ خاک آلودہ نہیں ہوتا لیکن اس طریقے سے فرش اور بھی صاف و پاک رہتا ہے۔

کھانیکا طریقہ

کھانا یورپین طریقے پر یعنی میز و کرسی پر کھاتے ہیں۔ البتہ بعض باتوں میں فرق ہے اور میری دانست میں وہ اصلاح طلب ہیں۔ عام دستور ہے کہ جب تمام لوگ میز کے گرد کرسیوں پر بیٹھ جاتے ہیں تو نوکر ہر شخص کے آگے سادہ رکابیاں چن دیتا ہے۔ اسکے بعد باری باری مختلف کھانوں کی رکابیاں آتی ہیں اور میز کے بیچ میں رکھی جاتی ہیں۔ تمام لوگ ایک ہی رکابی میں کھاتے ہیں چھری کانٹا بھی ہوتا ہے لیکن اکثر کھانا ہاتھ سے ہیں۔ میں نے حسین حسیب آفندی پولیس کمشنر اور درویش پاشا کے یہاں کھانا کھایا درویش پاشا کے بیٹے احمد پاشا جو سلطان المعظم کے مصاحب ہیں میز پر ہمارے ساتھ تھے اور اسی طریقے سے کھاتے تھے لوگوں نے بیان کیا کہ اب یہ طریقہ متروک ہوتا جاتا ہے اور حال تعلیم یافتہ بالکل یورپین طریق پر کھاتے ہیں

مکانات کے دروازونکا ہمیشہ بند رہنا

ہندوستان کے برخلاف عام دستور ہے کہ مکانات کے دروازے ہمیشہ بند رہتے ہیں اندر ایک کھٹکہ ہوتا ہے جو دروازہ بند کرنیکے وقت خود بخود لگ جاتا ہے باہر کی طرف ایک کڑا ہوتا ہے۔ کوئی شخص کسی سے ملنے کو جاتا ہے تو کڑے سے دروازے کو کھٹکھٹاتا ہے۔ آواز سنکر نوکر یا صاحب خانہ کواڑ کھول دیتا ہے۔ امرا کے یہاں دروازہ کے بیرونی رخ پر پیتل کا پھول لگا ہوتا ہے اسکے دبانے سے اندر گھنٹی بجتی ہے اور نوکر کو خبر ہو جاتی ہے یہ طریقہ نہایت عام ہے یہاں تک کہ غریب سے غریب آدمی کے دروازے بھی کھلے نہیں رہتے۔ اگرچہ در اصل سردی سے بچنے کے لئے یہ طریقہ اختیار کیا گیا ہے لیکن اس سے طرز معاشرت میں خود بخود نہایت تہذیب و اصلاح پیدا ہو گئی ہے ہر شخص لابد خلوت ہوتا غیر ہو تو انکو حتی تستانسوا کی تعمیل پر مجبور ہے۔

لباس

ترکوں کا لباس جیسا کہ میں اوپر لکھ آیا ہوں بالکل یورپین ہے۔ البتہ بوٹ میں ایک اختراع کی گئی ہے۔ اور وہ واقع میں قابل تعریف ہے۔ یہ بوٹ چرمی جراب اور سلیپر کا مجموعہ ہے جراب بالکل بوٹ کی شکل کی ہوتی ہے۔ لیکن ایڑی نہیں ہوتی سلیپر میں اندر ایڑی کے پاس ایک کھٹکا لگا ہوتا ہے جراب پہنکر جب اسکو پہنتے ہیں تو جراب اسمیں اٹک جاتی ہے اور دونوں ملکر خاصہ بوٹ بنجاتا ہے۔ بازار میں دونوں پہنے پھرتے ہیں لیکن فرش پر سلیپر اتار دیتے ہیں صرف جراب رہجاتی ہے اور چونکہ وہ گرد سے پاک ہوتی ہے فرش پر دھبہ نہیں پڑتا۔

طریقہ ملاقات

ملاقات کا طریقہ نہایت مہذب اور پسندیدہ ہے۔ تم کسی سے ملنے جاؤ اور دروازہ کھٹکھٹاؤ

تو اسی وقت نوکر آکر دروازہ کھولدیگا۔ مکان میں اسی غرض سے ایک خاص کمرہ فرش فروش سے آراستہ رہتا ہے۔ نوکر تمکو وہاں بٹھادیگا اور قہوہ یا چاء پیش کریگا اسکے بعد صاحب خانہ کو اطلاع ہوگی وہ ملاقات کے کمرے میں بیٹھیگا اور تم کو وہیں بلائے گا بڑے بڑے معزز افسروں کی ملاقات کا یہی طریقہ ہے۔ انگریزوں کی طرح احاطے کے باہر برانڈے میں ٹہلنا اور دیر تک انتظار کرنا نہیں پڑتا۔

سلام کرنیکا عجیب طریقہ ہے پہلے سینہ پر ہونٹو پر۔ پھر پیشانی پر ہاتھ رکھتے ہیں ان اعضا کا ہاتھ سے چھو لینا ضرور نہیں صرف محاذات کافی ہے۔ اگر اس طریقہ پر سلام کرنے میں ہاتھ کو تین منزلیں طے کرنی پڑتی ہیں۔ لیکن مشاقی کی وجہ سے تینوں مرحلے اس جلدی سے طے ہوتے ہیں کہ معمولی سلام سے زیادہ عرصہ نہیں لگتا۔ اس ایجاد میں یہ فائدہ ہے کہ قد کو جھکانا نہیں پڑتا۔ اور ایشیائی تعظیم و ادب بھی ہاتھ سے نہیں جاتا۔ مجلس میں سلام کرنیکا جو طریقہ ہے وہ زیادہ تکلف آمیز ہے یعنی بیٹھ جانیکے بعد حاضرین میں سے ہر شخص کی طرف الگ الگ مخاطب ہوکر سلام کرنا پڑتا ہے بالکل اس طرح جیسا لکھنؤ میں دستور ہے معلوم نہیں ترک جیسے سپاہیوں کو یہ لکھنوانہ تکلف کس نے سکھایا۔ ترکوں کی معاشرت میں مجکو جو چیز سب سے زیادہ پسند ہے وہ یہ ہے کہ باوجود نہایت پسندی اور عالی دماغی کے فضول شان و شوکت کا نام نہیں بڑے بڑے وزرا امرا بازار میں نکلتے ہیں تو معمولی حیثیت سے نکلتے ہیں۔ میں نے بارہا وزیر اعظم کی سواری دیکھی ہے صرف دو تین سوار ساتھ ہوتے ہیں۔ سپہ سالار کل علی رضا پاشا کے ساتھ پانچ سوار سے زیادہ نہیں ہوتے۔ مکانات اور تمام معاشرت کی چیزوں میں بھی سادگی پائی جاتی ہے۔ عثمان پاشا۔ درویش پاشا۔ زکی پاشا جس حیثیت کے لوگ ہیں اسی لحاظ سے انکے مکانات کو کم از کم حیدرآباد کا فلک نما اور بشیر باغ ہونا چاہیئے تھا لیکن وہ ہمارے مولوی مہدی علی صاحب کی کوٹھی کے برابر بھی نہیں۔ نوکر چاکر بھی کثرت سے نہیں ہوتے جیسا ہمارے یہاں کے نواب اور فرضی شاہزادوں کے یہاں دستور ہے حق یہ ہے کہ ترک اس بات پر جہاں تک فخر کریں بجا ہے کہ انھوں نے چھ سو برس تک سلطنت کے ساتھ بالکل سپاہیانہ پن نہیں چھوڑا۔ ورنہ عباسی۔ فاطمی۔ اموی (اندلس والے) تیموری تو۔ سو ہی دو سو برس میں۔ اچھے خاصے زنگیلے بن گئے تھے۔

عورتوں کی تعلیم و تہذیب

ترکوں کی تہذیب و ترقی میں جو چیز سب سے زیادہ قابل قدر اور قابل تقلید ہے وہ عورتوں کی تعلیم

وتربیت وطریقۂ معاشرت ہی۔ دنیا کی دو بڑی قومیں یعنی یوروپین اور ایشیاٹک اس مسئلہ میں افراط اور تفریط کے انتہائی کناروں پر واقع ہیں اور اس وجہ سے دونوں کی حالت قابل اعتراض ہی ترکوں نے ایسا معتدل طریقہ اختیار کیا ہے جو دونوں کی خوبیوں کا جامع اور دونوں کے عیوب سے خالی ہی ترکش عورتیں تعلیم یافتہ ہیں لیکن بیشرمی، شوخی بیجا آزادی رقاصی کی (اور وہ بھی غیر مردوں کے ساتھ) انکو تعلیم نہیں ہوئی ہے۔ وہ پردے کی پابند ہیں۔ لیکن جاہل۔ دنیا سے بیخبر۔ مکان کے قفس میں بند حیوان انسان نما نہیں ہیں۔

زنانے مدرسے

لڑکیوں کی تعلیم کیلئے سرکاری اور خانگی مدرسے کثرت سے ہیں اور پردہ وحفاظت کا ایسا عمدہ انتظام ہے کہ شرفا کو اپنی لڑکیوں کے بھیجنے میں کچھ تامل نہیں ہوتا۔ علمی مضامین کے ساتھ فرنچ زبان بھی درس میں داخل ہی اور بعض بعض مدرسوں میں موسیقی کی تعلیم بھی ہوتی ہے۔ معلمات کی تعلیم کے لئے ایک خاص مدرسہ ہے جسکی مہتمم نوفیقہ خانم ہے یہ اعلیٰ درجہ کی تعلیم یافتہ خاتون ہے اور سلطان کی حضور سے اسکو درجہ دوم کا تمغہ عنایت ہوا ہے۔ صنعتی مدارس میں ایک مدرسہ کے ساتھ ایک بورڈنگ بھی ہی جسکی مہتمم ایک فرنچ لیڈی مادام بالی ہی بورڈنگ کا سکریٹری ایک تعلیم یافتہ ترک ہی جس کا نام حسن آفندی ہے صنعت کا ایک اور بڑا مدرسہ اسکیدار میں ہے جسکی معلمہ اول خیریہ خانم ہے۔

موسیقی کی تعلیم

ان مدارس کی وجہ سے تعلیم اس قدر عام ہوگئی ہے کہ زمانہ حال میں بمشکل ایسی عورت ملسکتی ہے جس نے مناسب درجے تک تعلیم نہ پائی ہو۔ بہت سی عورتیں مضمون نگار ہیں اور مشہور اخبارات میں انکے آرٹیکل نکلتے رہتے ہیں جودت پاشا کی لڑکی فاطمہ خانم مشہور مصنفہ ہی حال میں اسکی ایک نہایت عمدہ ناول شائع ہوئی ہے جس کا نام زنانِ اسلام[1] ہی عربی زبان میں اسکا ترجمہ بھی ہوگیا ہی اور بیروت میں چھاپا گیا ہے۔ اور بھی چند عورتیں ہیں۔

مصنفہ عورتیں

عورتوں کو چلنے پھرنے میں عام آزادی حاصل ہے۔ ہر درجے اور ہر رتبے کی عورتیں بازار میں نکلتی ہیں سیرگاہوں کو جاتی ہیں۔ دعوت کے جلسوں اور علمی مجلسوں میں شریک ہوتی ہیں لیکن باوجود اس آزادی کے حفظ واحتیاط کے دائرے سے سر مو تجاوز نہیں ہوتا ہر مجمع میں عورتوں کی سوسائٹی مردوں سے الگ رہتی ہے اور کوئی عورت کسی غیر مرد سے بجز خاص حالتوں کے بات تک نہیں کرسکتی۔

عورتوں کو باہر نکلنے میں آزادی حاصل ہے

[1] اب یہ کتاب اردو میں ترجمہ ہو کر محمدن پریس علی گڈھ میں طبع ہو چکی ہے ۱۲

عورتوں کا لباس

لباس بالکل یورپین ہے۔ لیکن جب باہر نکلتی ہیں تو نہایت ڈھیلا ڈھالا ریشمی گون پہن لیتی ہیں جو گردن سے لیکر پاؤن تک ہوتا ہی اور اوپر سے نیچے تک بٹن لگے ہوتے ہیں اس سے بجز چہرے کے اور تمام جسم اس طرح ڈھک جاتا ہے کہ بدن کی ہیئت تک نہیں معلوم ہوتی سر پر قصابہ ہوتا ہے اور چہرہ ایک رومال سے چھپاتی ہیں جو ناک کی جڑ سے تھوڑی تک ہوتا ہے۔ دونون آنکھیں اور ناک کی جڑ اور کسی قدر آنکھوں کے نیچے کی سطح کھلی رہتی ہے یہ رومال باریک ململ کے ہوتے ہیں کوئی شخص پاس سے آنکھ جماکر دیکھے تو چہرہ کا رنگ معلوم ہو سکتا ہے۔ لیکن ایسی جرارت کون کر سکتا ہے۔

ایک دفعہ میں حافظ آفندی کے کتب خانہ میں بیٹھا ہوا تھا۔ ایک ترک صاحب بھی تشریف رکھتے تھے جن سے میری جان پہچان ہوگئی تھی۔ اتفاق سے وہیں اُنکی دونوں جوان لڑکیاں جن میں سے ایک کی شادی ہو چکی تھی اُن سے ملنے کے لئے آئیں۔ اُنھون نے مجکو دونوں سے انٹرڈوس کرایا جس احترام اور متانت و شرم سے وہ معصوم خاتونیں میرے سامنے کھڑی تھیں مجکو یہہ معلوم ہوتا تھا کہ عورتیں نہیں بلکہ عفت و عصمت کی دیبیان ہیں۔

قسطنطنیہ مین ہندوستانی

ہندوستان میں کسی کو یہ خیال بھی نہ ہوگا کہ قسطنطنیہ میں ہندوستانی حضرات بھی تشریف رکھتے ہیں۔ خود مجکو یہ گمان نہ تھا۔

ہندوستانیوں کا اصلی مرکز تو ہندی زاویہ ہی جس کا ذکر مین اوپر کر چکا ہوں وہاں اکثر ہندوستانی آ نکلتے ہیں۔ لیکن عموماً وہ گدا پیشہ ہوتے ہیں انکے سوا تین چار شخص ہیں جو مستقل طور پر سکونت رکھتے ہیں اور اُنکی حالت اور حیثیت بھی بُری نہیں انکے نام اور مختصر حالات لکھتا ہوں

نصرت علیخان

نصرت علیخان۔ یہ بزرگ اپنے تئیں دلی کا کہتے ہیں۔ اُنھون نے قسطنطنیہ میں ایک اخبار بھی نکالا تھا۔ لیکن چونکہ اسکے مضامین انگریزی حکومت کے خلاف ہوتے تھے۔ انگلش سفیر نے بازپرس کی اور اخبار بند ہوگیا اب محکمہ تعلیم میں نوکر ہیں۔ ڈیڑھ سو ماہوار تنخواہ ہی ایک ترکی عورت سے تزوج کر لی ہے اس سے دو چھوٹی چھوٹی لڑکیاں ہیں۔ خود سیاہ فام ہیں۔ لیکن لڑکیان گوری چٹی ہیں۔

مرزا محمد بیگ

مرزا محمد بیگ۔ یہ بزرگ ملک اودہ کے رہنے والے ہیں۔ شاہی فوج میں معزز عہدہ پر مامور تھے غدر پہلے مکہ معظمہ چلے گئے تھے اب دس پندرہ برس سے قسطنطنیہ میں رہتے ہیں۔ سلطان نے ڈیڑہ سو ماہوار وظیفہ مقرر کر دیا ہے۔ خوش اخلاق اور شریف الطبع آدمی ہیں۔

حسن آفندی۔ بدرالدین طیب جی بیرسٹر ایٹ لا ساکن بمبئی کے عموزاد بھائی ہیں ہندوستانی اشیا کی تجارت کرتے ہیں پہلے انکا کارخانہ بڑے فروغ پر تھا۔ چنانچہ اور مصارف کے علاوہ آٹھ سو ماہوار صرف دوکان کا کرایہ تھا۔ لیکن اب فیشن کے بدلجانے سے ان چیزوں کی قدر نہیں رہی اور کارخانہ شکست ہو گیا۔ تاہم خوشحالی سے بسر کرتے ہیں۔ مکان اور فرنیچر قسطنطنیہ کے لحاظ سے امیرانہ ہی ایک باغ بھی تیار کرایا ہی۔ تمام لوگ انکی عزت کرتے ہیں۔ سلطان کے یہاں سے تمغہ بھی ملا ہے انگریزی بخوبی جانتے ہیں نہایت خوش اخلاق۔ فیاض۔ روشن ضمیر نیک طبع آدمی ہیں ہندوستانیوں سے انکو عجیب انس اور محبت ہی۔ اور یہ حب الوطنی ہی میرے اور انکے تعارف کا ذریعہ ہوئی ایک دفعہ میں بازار میں پھر رہا تھا آفندی موصوف سامنے سے گذرے مجھکو دیکھکر بے اختیار بڑھکر پوچھا آپ ہندوستانی تو نہیں ہیں اس وقت میرا لباس عربی تھا۔ طرہ یہ کہ جواب میں اتفاقاً زبان سے بجائے ہان کے نعم کا لفظ نکلا۔ تاہم میرا ہندی ہونا کیونکر چھپ سکتا تھا وہ گلے سے لپٹ گئے اور بولے کہ آپ تو ہماری چیز ہیں ہم سے بچکر کہاں چلے تھے میں جب تک وہان رہا اکثر میرے مکان پر تشریف لاتے تھے کئی دفعہ دعوت کی اور اپنے گھر لے گئے معلوم نہیں یہ مہمان نوازی ان کی طینت کا خمیر ہے یا قسطنطنیہ کی آب و ہوا کا خاصہ ہے ان کا پتہ یہ ہے قسطنطنیہ۔ مجوہر بدستانہ۔ حاجی حسن علی آفندی ہندی۔

میں نے پتہ اس غرض سے لکھا ہی کہ کوئی صاحب قسطنطنیہ کا قصد کریں تو ان سے ضرور ملیں ان سے بڑھکر کوئی غمخوار نہیں ملسکتا۔

قسطنطنیہ کے احباب

نہایت ناشکری ہو گی کہ اگر میں قسطنطنیہ کی پرلطف داستان ختم کرون اور ان محبت کیش دوستون کا نام نہ لون جو اس چند روزہ اقامت میں میرے یار غمگسار بن گئے تھے اور جلوت و خلوت میں ہمدم و ہمراز رہتے تھے۔ چنانچہ شیخ عبد الفتاح اور شیخ علی ظبیان کے سوا جنکا ذکر

اوپر گذر چکا ہے باقی دوستون کے نام اور مختصر حالات لکھتا ہون ۔

فواد بک

فواد بک ۔ مکتب ملکیہ کے ایک ممتاز طالب علم ہین دمشق کے قریب ایک موضع ہے جہان حضرت خالد بن الولید کی نسل سے ایک خاندان آباد ہے یہ لوگ دولتمند ہین اور اپنے ساتھ ملکی اثر رکھتے ہین ۔ چنانچہ ٹرکی حکومت کی طرف سے ابتک اُن اضلاع کا جو حاکم مقرر ہوتا تھا اسی خاندان سے انتخاب کیا جاتا تھا ۔ فواد سے میری ملاقات عزیزانہ تعلق کی حد تک پہونچ گئی تھی اُنکے ایک بھائی سامی بک انھین دنون قسطنطنیہ آئے اور ہین جو مکان کرایہ پر لیا تھا اسی کے ایک کمرہ مین فروکش ہوئے وہ مکتب حقوق مین داخل ہونیکی تیاری کرتے تھے اور چونکہ امتحان داخلہ مین منطق کا بھی امتحان ہوتا ہے مجھسے درخواست کی کہ مین مختصر طور پر اُنکو منطق کے تمام مسائل تعلیم کرا دون اگرچہ میرا ہرج اوقات تھا تاہم اُنکی خاطر سے مین نے اُنکو اور اُنکے ساتھ دو تین اور طالبعلمون کو ایسا عوجی پڑھائی حسن اتفاق یہ کہ امتحان داخلے مین وہ لوگ پاس بھی ہو گئے اسطرح دوستی اور محبت کا رشتہ اور بھی مضبوط ہو گیا ۔ شام کو ہمیشہ ہم تین چار آدمی ایک قہوہ خانے مین جو عین لب دریا ہے ساتھ بیٹھا کرتے تھے اور عجیب لطف و مزے کی صحبت رہتی تھی کبھی کبھی مغرب کے بعد کشتی کرایہ کرتے اور سمندر کی سیر کرتے پھرتے فواد کو گانا آتا ہے مزے مین آکر عربی گیت گایا کرتے تھے ایک دن مجھسے فرمائش کی کہ کوئی ہندی چیز سناؤ مین نے بہتیرا کہا کہ بھائی مین مولوی آدمی ہون مجکو گانے سے کیا واسطہ ، لیکن وہ کب ماننے تھے آخر مجبور ہو کر مین نے اردو کے دو تین شعر آواز کو گھٹا بڑھا کر پڑھے اور کہا کہ ہندی مین یون ہی گاتے ہین ۔

عبدالسلام آفندی

عبدالسلام آفندی ۔ بیت المقدس مین سادات کا ایک مشہور خاندان ہے یہ اُس کے ایک معزز ممبر ہین بیت المقدس کے مفتی جنکا ذکر آگے آئے گا اسی خاندان سے ہین یہ پہلے جنٹ مجسٹریٹ تھے کسی وجہ سے معزول ہو گئے اور اسی فکر مین یہان آئے ہین ۔ نہایت لائق فائق تعلیم یافتہ زندہ دل آدمی ہین ۔ ایک مدت تک مین اور یہ ایک ہی مکان مین رہے اور اس وجہ سے زیادہ میل جول ہو گیا ۔ اکثر علمی بحثین کیا کرتے تھے فلسفہ حال سے واقف اور اُس کے معترف تھے انکا خیال ہے کہ قرآن شریف کا کوئی مسئلہ فلسفہ حال سے مخالف نہیں اکثر اسی امر کے متعلق گفتگو کیا کرتے تھے مین اُنکی مسافر نوازی اور اسلامی ہمدردی کا از بس ممنون ہون ۔

ایک مشکل موقع پر انھون نے میرے ساتھ جو تعجب انگیز ہمدردی کی اُسکا ذکر مناسب موقع پر آئیگا

خواجہ آفندی

خواجہ آفندی معزز آدمی ہیں - درویش پاشا کی بھتیجی ان سے بیاہی ہے اور پاشای موصوف انکو نہایت عزیز رکھتے ہیں - اُنھین کے مکان میں یہ رہتے ہیں - میں چند بار ایسے ملا - فارسی بے تکلف بول لیتے ہیں - نہایت خوش اخلاق اور منکسر المزاج آدمی ہیں - ہمیشہ چای اپنے ہاتھ سے بناکر پلاتے تھے - ایک بار میری قیامگاہ پر بھی تشریف لائے اور دیر تک بیٹھے رہے خونکر صوی کی سیر مجکو انھین نے کرائی تھی -

ملا محمد آفندی

ملا محمد آفندی - موصل کے رہنے والے ہیں - عربی بقدر ضرورت پڑھی ہے - فارسی اچھی طرح بول سکتے ہیں - انکی معاش کا کوئی ذریعہ نہیں مجبورانہ ایک تکیہ میں رہتے ہیں اور فقر و فاقہ سے بسر کرتے ہیں - بااین ہمہ نہایت باحمیت اور غیر تمند ہیں - میں نے جب ترکی سیکھنے کا ارادہ کیا تو ایک دوست نے انکا نام لیا اُسوقت تک مجکو ایسے بالکل تعارف نہ تھا میں نے پین روپیہ ماہوار پر انکو مقرر کرنا چاہا - یہ رقم انکے لئے عطیۂ غیبی تھی - لیکن جب انکو معلوم ہوا کہ میں صرف تحقیقات علمی کے لئے یہان آیا ہون تو معاوضہ لینے سے انکار کیا - اور مفت پڑہاتے رہے اکثر میری قیامگاہ پر آکر پڑھا جایا کرتے تھے ٹوٹی پھوٹی ترکی جو مین نے سیکھی انہیں سے سیکھی افسوس ہے کہ اب وہ بھی محفوظ نہیں رہی -

ان دوستوں کے سوا اور بہت سے چشم آشنا احباب پیدا ہوگئے تھے جنکا ذکر چندان ضروری نہیں

غازی عثمان پاشا کی ملاقات اور تمغہ مجیدی کا عطا ہونا

یہ وہی نامور جنرل ہے جس نے پلونا میں چوبیس ہزار روسیوں کو مجروح اور آٹھ ہزار تہ تیغ کئے تھے جسکے مقابلے میں شہنشاہ روس نے اپنی کل فوجی قوت صرف کردی تھی اور خود سپہ سالار بنکر گیا تھا جس نے باوجود فوج کی کمی اور رسد کی قلت کے روس کی مجموعی طاقت کا مدت تک مقابلہ کیا اور میدان جنگ میں زخمی ہوکر گرفتار ہوا تو خود شہنشاہ روس نے اسکی کمر مین تلوار باندھی اور مہینوں تک اپنا مہمان رکھا یہ واقعات اُسی زمانہ میں اخبارات کے ذریعہ سے تمام ہندوستان میں مشہور ہوگئے تھے اور بچہ بچہ اس نامور بہادر کے نام سے واقف ہوگیا تھا قسطنطنیہ میں اگرچہ کبھی فوجی

افسر سے نہیں ملا اور نہ ملنا چاہا۔ لیکن یہ کیونکر ممکن تھا کہ ایسے نادرہ روزگار کے دیکھنے کا شوق
دل میں نہ ہوتا۔

پاشائے موصوف اگرچہ اس رتبہ کے آدمی ہیں کہ ٹرکی میں کوئی شخص ان سے بڑھکر بلکہ انکے برابر
بھی نہیں۔ اور اس لحاظ سے مجکو اُن تک رسائی کی کم امید ہو سکتی تھی تاہم شوق کی بیتابی نے نمانا
اور میں ایک مترجم کو ساتھ لیکر اُنکے مکان پر گیا۔ گھنٹی بجانے پر دروازہ کھلا۔ دربان نے اندر جانے
کی اجازت دی قاعدہ کے موافق ملاقاتیوں کے کمرہ میں جا کر بیٹھا ایک معزز ترک وہاں تشریف
رکھتے تھے۔ نہایت مہربانی سے پیش آئے اور مزاج پرسی کے بعد قہوہ منگایا۔ تھوڑی دیر کے
بعد اطلاع ہوئی پاشائے موصوف زنانے میں تھے۔ کہلا بھیجا کہ ذرا دیر میں آتا ہوں۔ قریباً دس
منٹ کے بعد ایک ملازم آیا اور مجکو بالاخانہ پر لے گیا ایک خوبصورت کمرہ آراستہ تھا ہم وہاں
بیٹھے تھوڑی دیر کے بعد پاشائے موصوف تشریف لائے جن صاحب کو میں نے مترجمی کے
لئے ساتھ لیا تھا سررشتہ تعلیم کے ایک افسر تھے اُنھوں نے آگے بڑھکر حسب قاعدہ پاشائے
موصوف کے دامن کا کنارہ چوما اور مودبانہ طور سے پیچھے ہٹے۔ میں نے طریقہ سنت کے موافق
سلام کیا۔ پاشائے موصوف نے سلام کا جواب دیا اور مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ مزاج پرسی
کے بعد نام اور مقام پوچھا مترجم نے کہا کہ وہ ہندوستان کے علما میں سے ہیں اور تحقیقات علمی کی غرض
سے آئے ہیں۔ یہ سُنکر نہایت مہربانی اور توجہ ظاہر کی اور دیر تک مسلمانوں کے حالات پوچھتے رہے
رخصت ہو کر میں اُٹھا تو خود بھی اُٹھے اور کہا کہ آپ دوبارہ تشریف لائیں تو مجکو خوشی ہوگی۔

پاشائے موصوف پست قامت ہیں۔ دُہرا بدن ہے رنگ گورا چمکتا ہوا ہے چہرے سے ہیبت اور
شجاعت ٹپکتی ہے عمر ۶۰ - ۷۰ کے بیچ میں ہے لیکن بڑھاپے کا مطلق اثر نہیں ہے۔ فارسی بقدر ضرورت
جانتے ہیں اور چونکہ ایک مدت تک یمن کے گورنر رہ چکے ہیں عربی بے تکلف بول سکتے ہیں۔ پلونا
کے واقعہ کے بعد سلطان نے انکو کمانڈر انچیف اور صیغہ جنگ کا وزیر کر دیا تھا لیکن چونکہ اس عہدہ
کی وجہ سے وہ سلطان کی خدمت میں ہمیشہ حاضر نہیں رہ سکتے تھے سلطان نے اس عہدہ پر فواد پاشا
کو مقرر کر دیا اور اُنکو یاورین کی افسری دی جسکی وجہ سے وہ زیادہ تر سلطان کی خدمت میں حاضر
نہیں رہتے ہیں سلطان کو پاشائے موصوف سے زیادہ کسی عزیز و قریب یا نوکر و عہدہ دار پر اعتماد نہیں

ہٹا اور اسی وجہ سے انکو اپنے پاس سے جدا نہیں کرتے جمعہ و عید کو جب مسجد میں تشریف لاتے ہیں تو انکے ساتھ گاڑی میں عثمان پاشا کے سوا اور کوئی شخص نہیں ہوتا ہے۔

دوسری دفعہ میں ملاقات کو گیا تو پہلے سے کمرے میں آبیٹھے۔ میں اندر داخل ہوا تو کرسی سے اٹھکر دو ایک قدم بڑھے اور پہلے دن کی طرح ہاتھ ملایا۔ اسکے بعد میں جب انسے ملا تو اسی طریقے سے ملے پاشائے موصوف مجھپر نہایت مہربان ہو گئے تھے۔ جب میری روانگی کا زمانہ قریب آیا اور میں نے انسے کہا کہ اب میں یہاں دو چار دن کا مہمان ہوں تو فرمایا کہ ایک دو دن جانے سے پہلے مجھسے مل لینا اسی اثنا میں انھوں نے سلطان سے میرے لئے تمغہ مجیدی عطا ہونیکی درخواست کی اور وہ منظور ہو گئی لیکن مجکو اسکی کچھ اطلاع نہ تھی۔ ایک دن دوپہر کے وقت میں اپنے مکان میں سو رہا تھا کہ میرے ایک دوست دوڑے ہوئے آئے اور جگا کر کہا کہ یا شبلی واللہ لقد طلع الک النیشان مجکو ایک گونہ تعجب ہوا اور میں نے کہا کہ یوں ہی کہتے ہو۔ آخر تمکو معلوم کیونکر ہوا؟ بولے کہ تمام اخبارات میں چھپ گیا ہے۔ میں اسی وقت اٹھا اور ایک قرأت خانے میں جا کر اخبار دیکھے تو واقعی وہ خبر صحیح تھی۔ اسی وقت مجکو خیال پیدا ہوا کہ میں انگریزی رعیت ہوں اس لحاظ سے انگلش سفیر کو اسکی اطلاع دینی ضرور ہے۔ دوسرے دن میں سفیر کے پاس گیا۔ اتفاق سے وہ مکان پر نہ تھے میں اپنا کارڈ چھوڑ آیا۔ دوسرے دن تمام احباب مبارکباد کو آئے۔ میں نے ایک مختصر جلسۂ دعوت ترتیب دیا۔ شیخ علی ظبیان عبد السلام افندی۔ فواد سامی۔ شریف۔ اور دیگر احباب شریک جلسہ تھے۔ دعوت کی صبح کو عثمان پاشا کی وداعی ملاقات کو گیا۔ تمغہ کی خبر ایسی عام ہو گئی تھی کہ پاشائے موصوف کے مکان پر پہونچا تو سب سے پہلے دربان نے کہا کہ "تمغہ مجیدی مبارک" مجکو تعجب ہوا کہ اسکو کیونکر خبر ہو گئی۔ معلوم ہوا کہ یہاں امرا و پاشاؤں کے نوکر چاکر عموماً پڑھے لکھے ہوتے ہیں اور فرصت کے اوقات میں اخبارات پڑھا کرتے ہیں پاشائے موصوف نے ملاقات کیساتھ تمغہ کی مبارکباد دی تمغہ میز پر سامنے رکھا ہوا تھا۔ پاس سے اٹھا کر پہلے انھوں نے آنکھوں سے لگایا (سلطان کی ادنے سے ادنے چیز کی بھی ترک لوگ اس حد تک تعظیم کرتے ہیں) پھر مجکو حوالے کیا۔ میں سر و قد کھڑا ہو گیا اور سلطان کو دعا دی کچھ دیر کے بعد رخصت کے ارادے سے اٹھا تو پاشائے موصوف نے فرمایا ذرا دیر اور تشریف رکھئے۔ یہ کہکر دوبارہ قہوہ منگوایا اور ادھر ادھر کی باتیں کرتے رہے اخیر میں فرمایا کہ میں آپکی تشریف آوری کا ممنون ہوں چلتے چلتے

کہا کہ ہندوستان پہونچکر تمام مسلمانون اور
بالخصوص علما اور فضلا کی خدمت میں میرا
سلام پہونچانا اور کہنا کہ عثمان آپ لوگونسے دلی محبت
رکھتا ہے پس نہایت خلوص اور جوش کیساتھ
شکریہ ادا کیا۔ پاشاے موصوف نے مجھکو اپنی عکسی
تصویر عنایت کی اور اسپر دست مبارک سے
یہ الفاظ لکھے دو شبو فوتوغرافم شبلی النعمانی
آفندی یہ ہدیہ المشہد محرم الحرام سنہ ١٣١١ ہجری
یعنی میں نے اپنا یہ فوٹوگراف شبلی نعمانی کو
ہدیہ دیا۔ یہ تصویر اس وقت میرے پاس موجود ہے اور میں اسکو ایک بڑا تبرک اور نشان فخر
سمجھتا ہوں۔ جو میرے خاندان اور میری نسل میں ہمیشہ یادگار رہے گا تمغہ کیساتھ جو فرمان عطا ہوا
اسکی نقل ذیل میں ہے۔

نقل فرمان بخط فارسی

ہندوستانن علی گڈہ نام محلندہ کائن دار المعلمین معلم اول شبلی النعمانی آفندی نن
شایان تلطفات سنیہ شاہانہ م اولدیغنہ بناء اشرف افزاے سنوح و صدور اولان
امر و فرمان معالی عنوان پادشاہانہ م موجب عالیسی اوزرہ کندوسنہ مجیدی نشان
ذیشانک دردنجی رتبہ سندن بر قطعہ سی عنایت و احسان قلنمش اولدیغنی متضمن اشبو
برات عالیشانم تصدیر اولندی حرر فی الیوم الرابع عشر من شہر محرم الحرام سنہ عشر و ثلثمائة

ترجمہ

شبلی النعمانی آفندی جو دار المعلمین علی گڈہ واقع ہندوستان کا معلم اول ہے چونکہ شاہانہ
تلطفات کا مستحق خیال کیا گیا اسلئے اسکو تمغہ مجیدی درجہ چہارم کے عطا ہونیکے لیے
حکم والا صادر ہوا اور اسکی سند کے لئے یہ فرمان عالیشان صادر ہوا تحریر ١٣ محرم الحرام ١٣١٠
اتفاق کہ میں نے تمغہ کو قسطنطنیہ۔ بیروت۔ مصر کسی مقام میں کبھی استعمال نہیں کیا

ہندوستان میں پہونچکر خیال ہوا کہ گورنمنٹ سے اجازت حاصل کر کے استعمال کروں چنانچہ جناب ہربرن صاحب مجسٹریٹ علی گڈہ نے باضابطہ چٹھی کے ذریعہ سے گورنمنٹ میں سفارش کی وہاں سے جواب آیا کہ رزولیوشن مورخہ ۲ مئی ۱۸۹۶ء ملاحظہ طلب ہے اس رزولیوشن کا حاصل یہ ہے کہ گورنمنٹ انگریزی کی کوئی رعیت کسی دوسری سلطنت کا کوئی نشان یا تمغہ استعمال یا قبول نہیں کرسکتی تاآنکہ پہلا جناب ملکہ معظمہ سے اجازت نہ حاصل کیجائے - اس حکم کی تعمیل کیموافق میں تمغہ کو استعمال نہیں کرسکتا

سلطنت عثمانیہ کے تمغہ کے متعلق گورنمنٹ کا رزولیوشن

قسطنطنیہ سے روانگی ۲۶ محرم سنہ ۱۳۰۹ھ

قسطنطنیہ میں میں پورے تین مہینے مقیم رہا - اخیر میں طبیعت اُچاٹ ہوچلی تھی یہانتک کہ میں سلطان کی جشن تخت نشینی کا بھی انتظار نکرسکا - قسطنطنیہ میں ہر سال صفر کی آٹھوین رات کو سلطان کی تخت نشینی کی رات ہے بڑی دھوم دھام سے جشن ہوتا ہے تمام شہر میں چراغان کیجاتا ہے شہر کے تمام باشندے اپنے اپنے مکانوں میں بڑے تکلف اور اہتمام سے روشنی کرتے ہیں - اور چونکہ یہ طریقہ سلطان کے ساتھ خلوص اور محبت کی دلیل ہے امراء اور پاشاؤن کے یہاں حد سے زیادہ اہتمام ہوتا ہے شیخ علی ظبیان نے مجھسے کہا کہ پچھلے سال درویش پاشا کے مکان میں چودہ ہزار موم کی گلاس روشن کی گئی تھی شہر کے جسقدر مکانات ہیں انکے دروازون پر روشنی کے حرفوں میں یہ عبارت لکھی ہوتی ہے بادشاہم چوق یشا یعنی ہمارا بادشاہ بہت زندہ رہے، یہ طریقہ مسلمانون کیساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ فرینچ - جرمن - انگریز - اور یورپ کی قومیں جو یہاں مقیم یا خوش باش ہیں انکے دروازوں پر بھی یہ فقرہ روشنی کے حرفون میں لکھا ہوتا ہے -

سلطان کی تخت نشینی کا جشن

مجکو نہایت افسوس ہے کہ میں یہ پرلطف اور پرجوش تماشا نہ دیکھ سکا یہ ضرورت تھی کہ طبیعت کیساتھ کچھ ایسے اسباب جمع ہوگئے تھے کہ زیادہ ٹھہرنا ممکن نہ تھا - لوگوں نے یہ بھی کہا کہ ترکی حکومت میں ہر جگہ یہ جشن ہوتا ہے - تم جہاں کہیں ہوگے یہ سیر دیکھ سکوگے لیکن یہ ظاہر ہے کہ دارالسلطنت میں جو شان و شوکت اور اہتمام ہوتا ہے وہ دوسرے مقامات میں کیونکر ہوسکتا ہے غرض یہ کہ مجکو بدقسمتی سے اس جشن کی معمولی سیر بھی دیکھنی نصیب نہ ہوئی - کیونکہ اس تاریخ کو عالم آب میں تھا یعنی جہاز پر سوار تھا اور آبادی سے دور آچکا تھا -

روانگی کے وقت احباب کی مشایعت

یاد ہوگا کہ میں جب قسطنطنیہ میں داخل ہوا تھا تو یکہ و تنہا تھا لیکن واپسی کے وقت دوستوں کا ایک گروہ ساتھ ہی تمام احباب بندرگاہ تک ساتھ آئے ہیں رخصت کے وقت بڑی گرمجوشی سے بغلگیر ہوئے ہیں اور دعائیہ الفاظ کے ساتھ خط و کتابت اور دوستانہ رسم جاری رکھنے کے وعدے لیتے ہیں جہاز پر پہونچا تو حسن ہندی پہلے سے میرے انتظار میں وہاں موجود تھے انسے ملکر نہایت خوشی ہوئی دیر تک لطف و محبت کی باتیں رہیں۔ شام کے قریب جہاز نے لنگر اٹھایا۔ شیخ علی ظبیان جو اسی جہاز پر اپنے وطن دمشق کو جا رہے تھے میرے ہمسفر اور مونس و غمگسار تھے۔ جہاز روڈس۔ سمرنا۔ سائپرس ہوتا ہوا بیروت پہونچا۔

جہاز پر ایک ناگوار واقعہ

ایک دن جہاز پر عجیب برہمی اور بے لطفی ہوئی۔ سائپرس میں دو شہر ہیں لرنکا اور لموسہ دونوں جگہ جہاز لنگر کرتا ہے۔ لرنکہ میں جو لوگ جہاز پر سوار ہوئے ان میں سائپرس کا ایک بشپ تھا اور چونکہ اسکو صرف لموسہ تک جانا تھا تیسرے درجے کی چھت پر ہمارے دوست شیخ علی ظبیان کے بستر کے قریب آ بیٹھا شیخ موصوف باوجود فضل و کمال کے تنک مزاج آدمی ہیں رئیس مذکور نے انکے بستر پر کوئی چیز رکھدی۔ اتنی بات پر یہ برہم ہوگئے وہ غریب تو چپ رہا لیکن اس کا نوکر جو صورت سے قوی اور تنومند معلوم ہوتا تھا ضبط نہ کر سکا۔ بات زیادہ بڑھی یہانتک کہ جہاز کے اور مسافر جو اکثر شامی عرب تھے ادھر ادھر سے آکر جمع ہوگئے عربوں کا سہارا پاکر ہمارے دوست زیادہ تیز ہوئے نوکر نے کہا آپ غصہ کیوں کرتے ہیں؟ ہم آپ کی کچھ رعایا نہیں ہیں۔ ہمارا شہر انگریزی حکومت سے تعلق رکھتا ہے۔

ان الفاظ کا اسکے منہ سے نکلنا تھا کہ تمام عرب برہم ہوگئے یہانتک کہ ایک عرب نے کمر پکڑ کر اسکو اٹھا لیا اور کہا کہ مردود ابتجکو دریا میں پھینکدیتا ہوں۔ اگرچہ ہجوم کی وجہ سے نہایت کشمکش تھی اور بعض آدمی اسکو روکتے بھی رہے تاہم وہ لوگوں کو ہٹاتا ہوا جہاز کے کنارے تک پہونچ گیا اور اس زور سے دو تین جھٹکے دئے کہ قریب تھا کہ وہ غریب سمندر میں جا پڑے۔ اسوقت چند آدمیوں نے نوکر کو بزور اسکے قبضہ سے چھڑا کر اشارہ کیا کہ کمبخت جہاز کے کسی گوشہ میں چھپ جا۔ پھر بھی تمام عرب دیر تک غل کرتے اور انگریزی حکومت کی شان میں نامناسب الفاظ کہتے رہے مجکو تعجب ہوتا تھا کہ جہاز کے افسر یہ ہنگامہ اپنی آنکھوں سے دیکھتے تھے اور مطلق دخل نہیں دیتے تھے۔

ساتویں دن ہمارا جہاز بیروت پہونچا۔ شیخ علی ظبیان جہاز سے اترے۔ میں بھی انکے ساتھ اس

ارادے سے اُترا کہ جہاز کے روانہ ہونے تک واپس آ جاؤں گا شہر میں پہونچکر معلوم ہوا کہ شیخ طاہر
مغربی اتفاقات سے آج کل یہیں ہیں شیخ موصوف دمشق میں مدرس ہیں اور اُنکے فضل و کمال کی ان اطراف
میں بڑی شہرت ہے میں نے قسطنطنیہ میں ان کے اوصاف سُنے تھے۔ شیخ علی ظبیان نے کہا کہ ان
ممالک میں دوبارہ آنا نہیں ہے شیخ طاہر کی ملاقات کا موقع ہاتھ سے نہیں دینا چاہیے۔ غرض ان کی
صلاح سے میں نے جہاز سے اپنا اسباب اُتروایا اور ایک ہفتہ تک بیروت میں مقیم رہا چونکہ یہ شہر مثل دمشق
کا اسٹیشن اور ضلع ہے شام میں تہذیب و تمدن کا مرکز خیال کیا جاتا ہے اس لیے میں اسکے حالات کسیقدر تفصیل کیساتھ لکھتا ہوں

بیروت

بیروت کی موجودہ ترقی

یہ نہایت قدیم شہر ہے مورخین اسکے زمانہ تعمیر کی ٹھیک ٹھیک تعیین نہیں کر سکتے لیکن اس قدر یقینی ہے کہ حضرت
عیسیٰ کی ولادت کے پیشتر موجود تھا ۲۲۲ عیسوی میں جب اسکندر سیفروس۔ روما کے تخت کی
مسند حکومت پر بیٹھا تو یہاں قانونی تعلیم کی بہت بڑی یونیورسٹی کی بنیاد ڈالی جو کئی سو برس تک
بڑے اوج پر قائم رہی ۱۳ ہجری میں اسلام کے قبضے میں آیا یہاں تک کہ ۱۵۱۷ عیسوی میں
سلطان سلیم اول نے اسکو فتح کیا اُسوقت سے آج تک ترکوں کے زیر حکومت ہے
اس موجودہ ترقی کی ابتدا ۱۸۴۲ء سے ہے اور اُسوقت سے آجتک تجارت اور آبادی کو روز افزوں
ترقی ہے۔ بیس برس پہلے اسکی مردم شماری چالیس ہزار تھی ۱۸۷۵ء میں ستر ہزار ہو گئی اور اب ایک لاکھ
سات ہزار چار سو ہے جس میں ۳۴۰۰۰ مسلمان ہیں باقی عیسائی اور کچھ یہودی اور دروزی ہیں۔ شہر کا قدیم
حصہ نہایت خراب ہے سڑکیں اور گلی کوچے تنگ اور ناہموار۔ اور مکانات پست اور کم فضا ہیں لیکن جدید حصہ
نہایت پررونق اور خوشنما ہے۔ ہوٹل سرائیں۔ قہوہ خانے۔ کثرت سے ہیں۔ ایک قہوہ خانہ عین دریا
میں ہے اور عجیب فضا کی جگہ ہے

لباس اور وضع

زبان یہاں کی عموماً عربی ہے۔ عیسائی اور یہود وغیرہ سب عربی بولتے ہیں لباس اور وضع ترکوں کے
قریب قریب ہے لیکن پائجامہ کا بیلوں کے انداز کا ہوتا ہے یعنی سونڈ کی طرح زمین پر لٹکتا رہتا ہے اور [illegible]
ہے ایک پاجامہ دس بارہ گز سے کم میں نہیں تیار ہوتا مسلمان عیسائی دروزی سب یہی لباس پہنتے ہیں
البتہ نئے تعلیم یافتہ کوٹ پتلون پہننے لگے ہیں۔ آب و ہوا کسی قدر مرطوب ہے تاہم مشہور ہے کہ تندرستی
کیلئے بہت مفید ہے یہاں تک کہ اور مقامات سے لوگ تبدیل ہوا کے لیے یہاں آتے ہیں شاید ایسا ہی ہو

لیکن تجربہ اس کے خلاف ہوا یعنی جب تک وہاں رہا طبیعت بدمزہ رہی۔ دو تین دن بخار بھی آیا
اور علاج کی ضرورت پڑی۔ البتہ لبنان جو ایک مشہور پہاڑ ہے اور یہاں سے تین چار میل ہے
آب و ہوا کے لحاظ سے مشہور جگہ ہے متنبی نے اسکی نسبت کہا ہے۔

عقاب لبنان وکیف بقطعها

وهي الشتاء وصيفهن شتاء

بیروت
کی
علمی ترقی اور مدارس وغیرہ

بیروت کی علمی ترقی

بیروت میں علمی ترقی اگرچہ تھوڑے زمانہ سے شروع ہوئی ہے لیکن جس تیزی سے یہ شہر ترقی کر رہا ہے اور ترقی کی جس حد تک آج پہونچ چکا ہے اس کے لحاظ سے تمام ممالک اسلامیہ میں قسطنطنیہ کے سوا کوئی شہر اس کا ہمسر نہیں ہے اور بعض خصوصیتوں میں تو اسکو قسطنطنیہ پر بھی ترجیح ہے

عربی زبان کیطرف اعتنا

عیسائیوں کی ایک جماعت نے عربی زبان پر نہایت توجہ کی ہے اور وہ ہر طرح ہمارے شکریہ کے مستحق ہیں۔ ان لوگوں نے نہایت کوشش سے دور دور سے عرب کے قدیم دواوین بہم پہونچائے ہیں اور ان کو چھاپ کر شائع کیا ہے۔ خنساء، عنترہ بن شداد العبسی، اسمٰعیل ابو العتاہیہ، ابن ہانی، ابو فراس وغیرہ کے دیوان انہیں لوگوں کی بدولت ہم تک پہونچے ورنہ انکا نام و نشان بھی لوگوں کو معلوم نہ تھا۔ عرب کے عیسائی شاعروں کے کلام کے ساتھ اتحاد مذہب کی وجہ سے اور بھی زیادہ اعتنا کیا ہے ان تمام شعرا کے اشعار یکجا جمع کئے ہیں اور انکا ایک سلسلہ چھاپنا شروع کیا ہے۔ تین چار جلدیں چھپ چکی ہیں اور باقی تیار ہو رہی ہیں۔ اس میں جاہلیت اور اسلام دونوں زمانے کے شعرا داخل ہیں۔ اخطل نصرانی جو فرزدق اور جریر کا معاصر اور دولت بنی امیہ کا مشہور شاعر تھا اس کا دیوان نہایت کوشش اور اہتمام سے مستقل طور سے چھپوایا ہے۔ یہ دیوان نہایت نایاب اور عزیز الوجود تھا یہاں تک کہ قسطنطنیہ اور مصر کے کتب خانے بھی اس سے خالی تھے صرف شہنشاہ روس کے کتب خانہ میں ایک نسخہ تھا چنانچہ اس کی نقل و کتابت کا انتظام کیا گیا اور سینٹ پیٹرسبرگ یونیورسٹی کے عربی پروفیسر نے اس کی تصحیح کی۔ قلمی نسخہ کو بھی پیش نظر رکھ کر اس نسخہ سے تصحیح کیا تھا جسکو دکھلایا گیا۔ اور یہ سن کے ان عیسائیوں کی بلند ہمتی اور مذاق علمی کی داد دی۔

اعتراف کیا۔ مسلمانوں! اسکو بھی کچھ غیرت آتی ہے۔

ان لوگوں نے خود بھی فن ادب کے متعلق مفید تالیفات کی ہیں چنانچہ روضۃ الادب فی طبقات شعراء العرب۔ مجانی الادب۔ شرح مجانی الادب مشہور اور شائع ہو چکی ہیں تعجب اور سخت تعجب ہے کہ یہاں مسلمان عالموں نے ادب میں جو مفید کتابیں لکھی ہیں وہ بھی انہیں عیسائیوں کی بدولت یعنی عیسائیوں نے انکو اجرت اور صلہ دیکر یہ کتابیں تصنیف کرائی ہیں اور انکو انہی کے اہتمام سے چھاپا اور شائع کیا۔ مقامات بدیعی۔ اور رسائل بدیعی کی شرحیں حال میں نہایت خوبی اور اہتمام سے چھپکر شائع ہوئی ہیں اسی طریقے تیار ہوئی ہیں میں نے لوگوں سے پوچھا کہ ان لوگوں کو عربی زبان کیساتھ اس قدر اعتنا کیوں ہے؟ لوگوں نے کہا کہ یہ لوگ اپنے تئیں عربی النسل کہتے ہیں اور اس انتساب پر انکو فخر ہے۔

لٹریچر کا مذاق اس قدر عام ہے کہ بچہ بچہ کو شعر و شاعری کا چسکا ہے بہت سے لوگ صاحب دیوان ہیں اور دس پانچ قصیدے لکھنے والے تو سیکڑوں بلکہ ہزاروں ایک مشہور شاعر سے قہوہ خانے میں ملاقات ہوئی معلوم ہوا کہ ۴۰ برس سے مشق سخن میں مصروف ہیں۔ البتہ یہ افسوس ہے کہ مذاق صحیح نہیں۔ غزل اور بیہودہ مدح سرائی کے سوا کسی کا کلام پسند نہیں کرتے ہیں اکثر صحبتوں میں جاہلیت اور ابتدائے اسلام کے شعراء کے اشعار پڑھتا تھا تو مجکو بد مذاق خیال کرتے تھے۔

علوم و فنون جدیدہ

علوم جدیدہ اور نئے مذاق کو بہت کچھ ترقی ہے فلسفہ و صنائع و فنون جدیدہ کی اکثر کتابیں ترجمہ ہو گئی ہیں۔ بڑے بڑے کالجوں اور اسکولوں میں جو نصاب تعلیم ہے اور جو یہاں کے انٹرنس اور ایف وبی اے کے برابر ہے عموماً عربی زبان میں ہے صرف ڈاکٹری کی تعلیم فرنچ زبان میں ہوتی ہے جسکی وجہ ان لوگوں نے مجھسے یہ بیان کی کہ اس فن کے متعلق روز بروز تجربہ کو ایسی ترقی ہوتی جاتی ہے اور اس کثرت سے نئی نئی کتابیں تصنیف ہوتی جاتی ہیں کہ ترجمان کا ساتھ نہیں دے سکتا فلسفہ و علوم جدید کا بڑا ماہر اور مصنف پروفیسر فانڈیک ہے۔ جو امریکہ کا رہنے والا ہے اور ایک مدت سے بیروت میں رہتا ہے۔ اس نے عربی زبان میں علوم جدیدہ کا ایک مرتب سلسلہ تیار کر دیا ہے جس کا نام نقش فی الحجر ہے۔ اسکے سوا اور بہت سی مستقل کتابیں لکھی ہیں عربی زبان میں انسائیکلوپیڈیا بالکل موجود نہ تھا اس ضرورت کو پروفیسر بطرس نے پورا کیا۔ اس نے سنہ ۱۸۷۵ عیسوی میں اسکی ابتدا کی اور اول کی چند جلدیں لکھیں لیکن چونکہ اسکا انتقال ہو گیا اسکے سلیم آفندی نے تکمیل کا ارادہ کیا اتفاق یہ کہ وہ بھی مرگیا۔ اب پروفیسر نار کورکا

دوسرا بیٹا نجیب آفندی باقی جلدیں تیار کر رہا ہے دس ضخیم جلدیں اس وقت تک شائع ہو چکی ہیں۔

تاریخ تصنیفات

تاریخ اور متعلقات تاریخ پر نہایت مفید کتابیں لکھی گئی ہیں اور چونکہ یہ لوگ عربی زبان کیساتھ یورپ کی زبانوں سے بھی بخوبی واقف ہیں ان کی تصنیفات میں وہ جامعیت ہوتی ہے جو یورپ والوں کی تصنیفات میں نہیں ہوتی چنانچہ آثار الادہار جس جامعیت اور تحقیق سے لکھی گئی ہے اس دعوی کی شاہد عادل ہے البتہ یہ افسوس ہے کہ ان عیسائیوں کی تصنیفات میں مذہبی تعصب کا رنگ پایا جاتا ہے چنانچہ صناجۃ الطرب اور اصول المعارف وغیرہ میں اس قسم کی بے اعتدالیاں صاف محسوس ہوتی ہیں۔

یہ مصنفین اکثر لبنان کے رہنے والے ہیں جنمیں سے بہت سے لوگ بیروت میں آ رہے ہیں۔ ان لوگوں نے اس کوہستان لبنان میں عجیب علمی مذاق پھیلا دیا ہے اگرچہ یہ لوگ عموماً زمیندار یا کاشتکار ہیں اور ضروری کیوقت اپنے کاروبار میں مصروف رہتے ہیں لیکن جسوقت انکو ان ضرورتوں سے ذرا بھی فرصت ملجاتی ہے علمی اشغال میں مصروف ہو جاتے ہیں اسکا نتیجہ ہے کہ باوجودیکہ علم یہاں فریعہ دولت نہیں تاہم اس علاقہ میں کثرت سے اہل علم اور مصنفین پیدا ہوئے اور اب بھی موجود ہیں۔ خاص لبنان کی علما اور شعرا کی حال میں ایک مستقل کتاب لکھی گئی ہے لیکن افسوس یہ ہے کہ یہ تمام علمی ترقی اور تصنیف و تالیف جو کچھ ہے عیسائیوں کے ساتھ مخصوص ہے مسلمان ان چیزوں کو ہاتھ بھی نہیں لگاتے۔

مدارس یہاں کثرت سے ہیں جنمیں سے مشہور مدارس کا نقشہ ذیل میں درج ہے۔

نام مدرسہ	مذہب	بورڈنگ اور فیس کا خرچ سالانہ	تعداد طلبا	تاریخ افتتاح مدرسہ
اسرائیلیہ	اسرائیلیہ	٢٠ پونڈ	٩٧	سنہ ١٨٦٥ ع
اعدادیہ	اسلام	٢٠ پونڈ	١٥٠	سنہ ١٨٨٧ ع
اکلیریکیہ	رومن آرتھوڈکس	مفت	٠	٠
بطریرکیہ	رومن کیتھولک	٥ پونڈ	١٣٧	سنہ ١٨٦٦ ع
الحکمۃ	مارونیہ	٠	٢٢٥	سنہ ١٨٦٧ ع
[illegible]بیات	لاٹین	مفت	١١٥	٠
الکلیۃ السوریۃ العلمیۃ یعنی سیریا کی علمی یونیورسٹی	انجیلیہ	٢٧ پونڈ	اسکا مفصل حال آگے آئے گا	سنہ ١٨٦٥ ع
[illegible]	انجیلیہ	٢٢ پونڈ	٠	٠
[illegible]	لاٹین	٣٠ پونڈ	٠	٠

عورتوں کی تعلیم کے مدارس بھی کثرت سے ہیں جنمیں سے مشہور مدارس یہ ہیں۔

نام مدرسہ	مذہب	بورڈنگ کی فیس کا خرچ سالانہ	تعداد طلبہ	تاریخ افتتاح مدرسہ
باکورۃ الاحسان	روم آرتھوڈوکس	۱۵ پونڈ	۰	۰
رہبات پروٹسٹنٹ	انجیلیہ	۳۰ پونڈ	۲۵۰	۰
ایضاً	ایضاً	مفت	۵۰۰	۰
عازریات یتامی	لٹین	”	۰	۰
عازریات محبہ	”	۲۵ پونڈ	۰	[illegible]
عازریات ناصریہ	”	۳۰ پونڈ	۰	۰
سوریہ اہیر کانیہ	انجیلیہ	۱۲ پونڈ	۰	۰

مسلمانوں کی تعلیمی حالت کو اور قوموں کی تعلیمی ترقی سے جو نسبت ہے وہ ذیل کے نقشے سے معلوم ہوگی

[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۳۱	۳	۵۰	۳۰	۳۰۰۰	۵۰۰	مسلمان
۴۲	۳۳	۳۳۷	۱۵۰	۶۷۳۰	۵۶۶۵	عیسائی و یہود وغیرہ

مسلمانوں کی تعلیمی حالت

مسلمان طالب علموں کی یہ تعداد گو کافی نفسہ کم ہے لیکن یہ امر اور بھی زیادہ افسوس کے قابل ہے کہ اس تعداد میں بھی زیادہ تر ادنیٰ درجے کی تعلیم والے شامل ہیں۔ ورنہ اعلیٰ تعلیم کے لحاظ سے انکی تعداد اس قدر کم ہے کہ گویا کچھہ بھی نہیں کسقدر افسوس کی بات ہے کہ یہ شہر اسلامی حکومت کا مرکز اور مسلمانوں اور عیسائیوں میں یہاں حاکم و محکوم کی نسبت ہے تاہم تہذیب و تمدن میں مسلمانوں کو عیسائیوں سے کچھہ نسبت نہیں تعلیم کی جو حالت ہے وہ نقشہ بالا سے معلوم ہوئی ہوگی۔ تصنیف و تالیف کا حال اور پبلک مطابع۔ تجارت۔ وغیرہ میں اس سے بھی زیادہ بدتر حالت ہے فاعتبروا یا اولی الابصار

الکلیۃ السوریۃ العلمیۃ

یونیورسٹی

بیروت میں اگرچہ جیسا کہ اوپر مذکور ہوا بہت سے اسکول و کالج ہیں لیکن یہ کالج یونیورسٹی ہے

اور اسی وجہ سے اسکا نام کلیہ سوریہ ہے کلیہ کا لفظ یہاں یونیورسٹی کے معنے میں اطلاق کیا جاتا ہے اور سوریہ ملک شام کو کہتے ہیں یعنی شام کی یونیورسٹی۔ میں نے اس کالج کو تفصیل کیساتھ دیکھا اور اسی وجہ سے اس کے حالات کسی قدر تفصیل کیساتھ لکھتا ہوں یہ کالج ۱۸۷۵ء میں رومن کیتھولک پادریوں نے قائم کیا۔ پروفیسر اور ٹیچر قریباً ساٹھ ہیں جن میں سے اکثر کالج ہی کے احاطے میں سکونت رکھتے ہیں میں جب اس کالج کی تحقیق کو شیخ علی ظبیان اور عبد الباسط آفندی ساتھ تھے کالج کے دروازے پر پہنچے تو عبد الباسط آفندی نے ہمکو وہیں ٹھیرایا اور خود اندر گئے تھوڑی دیر کے بعد واپس آئے۔ ان کے ساتھ ایک مسن شخص تھا اس نے ہمارا استقبال کیا اور ہمکو ساتھ لیکر چلا۔ کالج کی عمارت دو منزلہ ہے نیچے کے درجے میں چھاپہ خانہ ہے اور یہ وہی چھاپہ خانہ ہے جس نے عمدگی طبع کی وجہ سے بیروت کو تمام دنیا میں روشناس کر دیا ہے جس شخص نے ہمارا استقبال کیا اسکا نام الیاس ہے اور چھاپہ خانہ کا نام اہتمام اسی سے متعلق ہے الیاس نے پہلے ہمکو مطبع کی سیر کرائی۔ تمام کام کل کے ذریعہ سے ہوتے ہیں رولر کاغذ کو خود کھینچ لیتا ہے حرف پر سیاہی لگ جاتی ہے۔ کاغذ دورخہ چھپتا ہے اور زمین پر گرتا جاتا ہے۔ حرف بھی یہیں ڈھالے جاتے ہیں چنانچہ الیاس نے ہمارے سامنے چند حرف ڈھالے۔ یہاں کے کارخانے کے حرفوں کی ایسی شہرت ہو گئی ہے کہ دور دور سے مانگ آتی ہے۔ لیکن یہ تعجب ہے کہ جو صفائی اور خوشخطی یہاں کی مطبوعہ کتابوں میں ہوتی ہے اور کہیں نہیں ہوتی میں نے الیاس سے اسکی وجہ پوچھی اس نے کہا کہ یہاں حروف کی خوبی کے علاوہ اور بھی بہت اہتمام کیا جاتا ہے۔ فرمہ اتارنے کے بعد بھی ایک آلہ ہے اس ترکیب سے دبایا جاتا ہے کہ حرفوں کا ابھار بالکل جاتا رہتا ہے اور کاغذ چکنا اور صاف ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اس نے ہمکو دونوں طرح کے فرمے دکھائے اصلاح کیا ہوا فرمہ بعینہ پتھر کا چھپا ہوا معلوم ہوتا تھا میں نے صفائی طبع اور حرفوں کی موزونی کی بہت تعریف کی الیاس نے کہا کہ اصل میں اس تعریف کا مستحق ابو الضیا ایک ترک ہے جس نے یہ حرف ایجاد کئے ہیں۔ البتہ ہمنے اسکو جلا دی

جلد سازی

مطبع ہی میں جلد سازی کا بھی کارخانہ ہے نہایت عمدہ مطلا و مذہب جلدیں تیار ہوتی ہیں یہاں تک کہ شام و مصر سے فرمائشیں آتی ہیں۔ میں نے یہاں ہاتھی دانت کے بیٹھے دیکھے جو اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھے تھے۔

چھاپہ خانہ سے فارغ ہو کر ہم نے کالج کو دیکھنا چاہا چونکہ اس کام کے لئے کالج کے کسی پروفیسر کا رہنما ہونا ضروری تھا الیاس نے پہلے پروفیسر الطون سے ہماری ملاقات کرائی۔

یہاں ایک نہایت معقول طریقہ ہے اور اس قابل قدر ہے کہ ہمارے ملک میں اسکی تقلید کیجائے کالج کے

ملازم اور پروفیسر وغیرہ جو کالج میں سکونت رکھتے ہیں اُنکے مروں کے صدر دروازے پر ایک چھوٹی سی تختی لٹکتی
رہتی ہے اس تختی پر جدا جدا سطروں میں صبح سے شام تک کے کاموں کی تفصیل لکھی ہوتی ہے جس سے
ظاہر ہوتا ہے کہ صاحب خانہ کس وقت کہاں ہوتا ہے اور کیا کام کرتا ہے؟ مثلاً پہلی سطر میں لکھا ہے لکچر روم
دوسری میں کھانے کا کمرہ - تیسری میں باہر و تفرج - وعلی ہذا تختی کی پیشانی پر ایک سوئی لگی رہتی ہے
صاحب خانہ جس وقت جس کام میں مصروف ہوتا ہے سوئی کو اس سطر کے سامنے تختے پر اٹکا دیتا ہے جس میں کام
کام کا موقع کا ذکر ہے - جو شخص ملاقات کو آتا ہے اول اُسکی نگاہ تختی پر پڑتی ہے اور اس سے معلوم ہو جاتا ہے
کہ صاحب خانہ اسوقت کہاں ہے اور کس کام میں ہے؟ مجکو معلوم نہیں کہ یہ طریقہ کالجوں کیساتھ مخصوص ہے
یا ہر طبقہ میں رائج ہے - بہرحال یہ عمدہ طریقہ اس قابل ہے کہ ہر جگہ اسکی تقلید کیجائے -

پروفیسر انطون

غرض الیاس نے ہمکو پروفیسر انطون سے ملایا یہ پروفیسر مذکور نہایت قابل اور لائق شخص ہے فرنچ
زبان خوب جانتا ہے - عربی علم ادب کا اُستاد ہے - دیوان اخطل جو حال میں چھپا ہے اُسکی تصحیح اور اہتمام سے
چھپا ہے - دیوان مذکور پر اس نے جو حاشیے چڑھائے ہیں وہ مستقل شرح کی برابر ہیں اور اس سے اُسکی
وسعت نظر کا اندازہ ہوتا ہے کالج کا ہفتہ وار اخبار جو عربی زبان میں نکلتا ہے اور جس کا نام البشیر ہے اسی
کی اڈیٹری میں نکلتا ہے - اسکی وجہ سے کالج کی ایک ایک عمارت اور آلات وغیرہ کی حقیقت [illegible]
یہاں کے عیسائیوں کے لیے باعث فخر اور تمام مسلمانوں کے لیے موجب رشک ہے - مصر و شام کا تو
کیا ذکر ہے قسطنطنیہ کا بھی کوئی کالج اسکی ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتا - عمارت اسقدر بلند اور

عمارت کی خوبی

موزوں اور خوبصورت ہے کہ بیان نہیں ہو سکتا - اوپر کی منزل کا فرش بالکل سنگ مرمر کا ہے اور سنگ سیاہ
کی پچی کاری ہے - کمرے نہایت کثرت سے ہیں پروفیسر اور معلم جو ۷۰ سے زیادہ ہیں اور شاگرد [illegible]

معلمین کی تعداد

یہیں رہتے ہیں سب کے لیے الگ الگ کمرے ہیں - ایک عالیشان کمرہ جو نہایت عمدہ [illegible]
سامان سے آراستہ ہے اور جسکے بیچ میں مستطیل میز اور گرد بہت سی خوبصورت کرسیاں بچھی ہیں پروفیسر
اور اُستادوں کے لیے مخصوص ہے - فرصت کے اوقات میں وہ لوگ یہاں آ بیٹھتے ہیں اور دوستانہ صحبت رہتی
ہے - اس میں ایک چھوٹا سا کتب خانہ بھی ہے جسکا جی چاہتا ہے کوئی کتاب اٹھا لیتا ہے اور اُس سے دل بہلاتا ہے
مجکو اسوقت خیال آیا کہ ہمارے کالج میں یہ بڑی کمی ہے کہ اس قسم کی کوئی عمارت نہیں جہاں تمام اساتذہ
گھڑی دو گھڑی مل بیٹھا کریں - حالانکہ اس قسم کی صحبت دل بہلانے کے سوا قومی مذاق کے لیے نہایت مفید ہے

کالج میں سائنس اور علوم جدیدہ کی تعلیم نہایت اعلیٰ درجہ پر ہوتی ہے اور اس غرض سے نہایت بیش قیمت آلات اور نایاب چیزیں مہیا کی گئی ہیں۔ بہت سی الماریاں ہیں جن میں عجیب عجیب مختلف رنگ اور صورت کے پتھر اور مٹی کی چیزیں ہیں جو طبقات الارض کی تعلیم کے لیے دور دور مقامات سے مہیا کی گئی ہیں۔ نباتات کا الگ کمرہ ہے اور بہت وسیع ہے۔ پروفیسر الطون نے مجھ سے کہا کہ ان نباتات کی حفظ و پرداخت میں نہایت اہتمام کرنا پڑتا ہے۔ پروفیسر مذکور نے ایک قسم کی گھاس دکھائی اور کہا کہ یہ ہندوستان کے سوا اور کہیں نہیں پیدا ہوتی اور وہیں سے منگوائی گئی ہے۔

کالج کا کتب خانہ

کالج کے ساتھ بورڈنگ بھی ہے اور اسی وضع کا ہے جیسے قسطنطنیہ کے بڑے بڑے کالجوں کے بورڈنگ ہیں۔ کالج کی لائبریری اگرچہ بہت بڑی نہیں ہے لیکن کتابیں نادر اور کمیاب جمع کی گئی ہیں۔ جو کتابیں چھپی نہیں اور انکے قدیم نسخے نہیں مل سکے۔ یورپ اور ایشیا کے مشہور کتب خانوں سے انکی نقل و استنساخ کا انتظام کیا ہے۔ ابن رشیق قیروانی کی کتاب العمدہ جو اپنے باب میں بے مثل اور نادر کتاب ہے میں نے اسی کتب خانہ میں دیکھی۔ اس کالج میں عربی زبان اور فرنچ کی تعلیم لازمی ہے۔ باقی زبانیں اختیاری ہیں۔ چنانچہ ترکی کی ایک جرمن کی ایک انگریزی کی پانچ لاطین و یونانی کی سات کلاسیں ہیں یہ عجیب بات ہے کہ اگرچہ بانیان مدرسہ عموماً عیسائی ہیں اور عیسائی بھی رومن کیتھولک جنہیں نسبت اور فرقوں کی تعصب زیادہ ہوتا ہے تاہم ادب کے نصاب میں قرآن مجید کا انتخاب بھی شامل ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن مجید کا فصاحت و بلاغت میں بے مثل ہونا انکو بھی مسلم ہے۔ علوم جو پڑھائے جاتی ہیں ان میں فلسفہ حال و علوم طبیعیہ کے علاوہ موسیقی و تصویر کشی کا فن بھی داخل ہے۔ طلبا کی تعداد ۰۰ ۵ اور ۶۰۰ کے درمیان میں ہے جن میں مسلمان صرف ۹ یا ۱۰ ہیں۔

طالبعلموں کی تعداد

کالج کی عمارت باوجود اسکے کہ بیروت میں تمام چیزیں نہایت ارزاں ہیں دس لاکھ فرنک میں تیار ہوئی ہے اور یہ کل رقم پادریوں کی ایک جماعت نے ادا اور مہیا کی ہے۔

طبی کالج

اس کالج کے ساتھ میڈیکل (طبی) کالج بھی ہے لیکن اس کی عمارت کسی قدر فاصلہ پر ہے پروفیسر الطون نے ہمکو اسکی بھی سیر کرائی۔ عمارت نہایت وسیع اور بلند اور آلات نہایت بیش قیمت اور کثرت سے ہیں تشریح کی کمرے میں جو بہت لمبا ہے اور وسیع انسان کے ایک ایک عضو کی تصویر موم کی بنی ہوئی ہے اور اس خوبی و صفائی سے بنائی ہے کہ نقلی ہونے کا گمان بھی نہیں ہوتا۔ ایک ایک عضو کے متعلق

امراض ہیں اسی تعداد کے موافق ہر عضو کے نمونے ہیں۔ چنانچہ ایک خانہ میں کم و بیش ۲۰ آنکھیں ہیں کسی میں پھلی ہے کسی میں ناخنہ ہے کسی کی پلکیں جھڑ گئی ہیں۔ میں نے ہندوستان کا کوئی میڈیکل کالج نہیں دیکھا ہے۔ لیکن مجھکو کامل یقین ہے کہ تمام ہندوستان ایک کالج بھی اس سے بڑھکر اسکی برابر بھی نہ ہوگا۔

پروفیسر انطون نے ہمارے لیے جو تکلیف اُٹھائی اور جس توجہ اور اخلاق سے وہ تمام کمروں اور چیزوں کی ہمکو سیر کراتا رہا یہ نہایت ناشکری ہے کہ میں اس موقع پر اس کا دلی شکریہ نہ ادا کروں معلوم ہوتا ہے کہ پروفیسر مذکور مجھ سے ملکر خوش ہوا چنانچہ اُس ہفتہ میں البشیر کا جو پرچہ نکلا اس میں ایک اڈیٹوریل نوٹس میرے متعلق تھا جسکی عبارت یہ ہے

جتمعنا في هذه الايام على حضرة العالم الشيخ شبلي نعماني المعلم الاول للعلوم العربية في بلدة على گڈھ من بلاد الهند فرأينا فيه رجلا كثير المعارف وهو حائز النشان المجيدي من الرتبة الرابعة اقام في الاستانة العلية مدة ۱۳ شهر وحضر الى بيروت وتوجه هذه الايام الى زيارة بيت المقدس ثم منها الى مصر ثم الى بلاد الهند۔

انجمنیں اور اخبارات اور رسالے

جمعیات اور اخبارات

ہماری زبان میں انجمن کا لفظ جس معنی میں بولا جاتا ہے اسکے مقابل میں یہاں جمعیۃ کا لفظ ہے مصر وغیرہ میں بھی یہی لفظ مستعمل ہے۔ انجمنیں یہاں کثرت سے ہیں اور اُنکے مقاصد نہایت مفید ہیں لیکن تعجب اور سخت تعجب یہ ہے کہ مسلمانوں کی ایک بھی نہیں بعض مشہور انجمنوں کا نقشہ ذیل میں درج ہے جس سے اُنکے مقاصد بھی معلوم ہونگے؟

نام انجمن	مذہب	مقصد	بانی انجمن
مجلس علمی	روم آرتھوڈکس	رفاہ عام	مطران عفریئل
تعلیم مسیحی	ایضاً	مذہبی	ایضاً
قدیس بولس پیغمبر رسول	روم آرتھوڈکس	مذہبی	ایضاً
خیریہ	ایضاً	اعانت فقرا	خواجہ سلیم
مرضیٰ	ایضاً	غریبوں کا معالجہ	خواجہ نجیب

نام انجمن	مذہب	مقصد	بانی انجمن
وطن المونق	ایضاً	لاوارث و غریب اشخاص کی تجہیز و تکفین	خوری یعقوب
زہرۃ الاحسان	ایضاً	فن ادب	سیدہ طریفہ
خیریہ	مارونیہ	اعانت فقراء	خواجہ بہانیہ
دائرۂ علمیہ	مارونیہ	ترقی علوم	مظہران یوسف
احویہ مار مارون	ایضاً	فن ادب	سلیم آفندی
یوحنا مارون	ایضاً	رفاہ عام	خواجہ خلیل
خیریہ	رومن کیتھولک	اعانت فقراء	بشارہ خوری
زہرۃ القمر	"	"	خواجہ نخلہ
شمس البر	مسیحی	ادب	سلیم آفندی کساب
باکورۃ السوریۃ (یعنی شام کی صبح)	"	ادب	سیدہ حسنہ عتیق
انجیلیہ	انجیلیہ	رفاہ عام	خلیل آفندی سرکیس

اس فہرست سے ظاہر ہوگا کہ عیسائی مذہب کی جس قدر شاخیں ہیں سب کی الگ الگ انجمنیں ہیں لیکن مسلمانوں نے اس فضول کام کو سرے سے ہاتھ نہیں لگایا ہے۔

اخبارات و رسالے جو یہاں سے نکلتے ہیں ان میں البشیر بیروت۔ تقدم ثمرات الفنون۔ [illegible] المنیر۔ صفا۔ لسان الحال۔ المصباح۔ الہدیۃ۔ النشرۃ الاسبوعیہ حدیقۃ الاخبار۔ زیادہ مشہور ہیں۔ ان میں بیروت اور ثمرات الفنون کے سوائے اور تمام اخباروں کے مالک اور اڈیٹر عیسائی ہیں چونکہ مطبع کو یہاں آزادی نہیں اس لیے ان اخبارات میں معمولی خبروں کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا۔ البتہ علمی رسالے بڑی آب و تاب سے نکلتے ہیں اور خصوصاً الصفا اور المقتطف تو اس شان کے پرچے تھے کہ یورپ کے میگزین کی برابری کرتے تھے۔ افسوس ہے کہ الصفا بند ہوگیا اور المقتطف نے اپنا مقام بدل دیا یعنی اب قاہرہ سے نکلتا ہے

رصدخانہ

یہاں ایک مختصر سا رصدخانہ بھی ہے جس کو پروفیسر فان ڈیک امریکانی نے سنہ ۱۸۷۸ء میں قائم کیا تھا۔ اس میں رصد کے متعلق اکثر ضروری آلات موجود ہیں۔ ہر روز جو امور رصد سے معلوم ہوتے ہیں اسکی اطلاع بذریعہ تار کے قسطنطنیہ بھیجی جاتی ہے اور وہاں سے یورپ کے اخبار میں شائع ہوتی ہے اسکا اہتمام اب مسٹر رابرٹ کے ہاتھ میں ہے جو مدرسہ امیرکانیہ میں ریاضیات کا پروفیسر ہے

عام حالات اور بیروت کے احباب

بیروت کے علما

میں اوپر لکھ آیا ہوں کہ بیروت میں قیام کرنے کا اصلی سبب شیخ طاہر مغربی سے ملنا تھا چنانچہ عبدالباسط الانسی کے ذریعہ سے ان سے ملاقات ہوئی اور دیر تک علمی صحبت رہی دو تین دفعہ اور ملاقاتیں ہوئیں ایک بار فرودگاہ پر بھی تشریف لائے شیخ موصوف ابھی جوان ہیں لیکن علم و فضل

شیخ طاہر مغربی

کی وجہ سے لوگ انکی بہت عزت کرتے ہیں۔ میں نے انکے کمال کا جس چیز کو بہر سمجھا اور جس کا مجکو خود تجربہ ہوا وہ یہ تھا کہ شیخ موصوف اور علما کی طرح محدود خیال کے آدمی نہیں ہیں نئے خیالات سے آشنا ہیں کسی قدر فرنچ بھی جانتے ہیں فرانس کی سیر کی ہے۔ قومی ہمدردی کا مادہ ہے مسلمانوں کے تنزل سے بے خبر نہیں ہیں اگر یہ مذاق ان ممالک کے عام علما میں پیدا ہو جائے تو ترقی کی واقعی امید ہو سکتی ہے۔ شیخ موصوف دمشق کے مدرسے میں مدرس ہیں وہ صاحب تصانیف بھی ہیں اور ریاضی کے فن میں انکی بعض تصنیفات چھپکر شائع بھی ہو چکی ہیں۔

بیروت کے اور علما اور اہل کمال سے بھی نیاز حاصل ہوا میں معمولاً عبدالباسط الانسی کی دوکان پر بیٹھا کرتا تھا وہاں اکثر اہل علم اور ارباب مناصب آنکلتے تھے اور آپسے ملاقات و تعارف ہوتا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ شہر میں زیادہ چرچا ہوا تو بعض بعض حضرات میری قیامگاہ پر بھی تشریف لائے۔ ان میں شیخ عمر جبیلی اور ایک اور صاحب جنکا نام اب یاد نہیں رہا میرے حال پر نہایت عنایت فرماتے تھے شیخ عمر جبیلی مشہور رسالہ الصفا کے مالک اور مہتمم ہیں اور نہایت فیاض اور

شیخ عمر جبیلی

خوش اخلاق ہیں۔ دوسرے صاحب جو طالب علم ہیں منطق کی تحصیل کی غرض سے تشریف لاتے ہیں میں نے تنگی وقت کا عذر کیا۔ تاہم وہ اکثر تشریف لاتے تھے اور فن او سے کے ذکر کرتے رہتے تھے ایک دن مجھسے پوچھا کہ منطقی کی نسبت آپ کی کیا راے ہے میں نے

کہا کہ "حسنات و سیات" بولے لہ "والحسنات یذھبن السیئات" مجکو انکا یہ لطف جواب نہایت پسند آیا۔

ایک دن عبدالباسط الانسی نے میری دعوت کی اور بیروت کے اکثر مشہور علما کو مدعو کیا۔ شیخ عبدالقادر جزائری جو الجزائر کا بادشاہ تھا اور ایک مدت تک فرانس کے ساتھ معرکہ آرا رہا اسکے بھتیجے شیخ عبدالرحمن الجزائری مدت سے یہاں رہتے ہیں اور سلطان کے یہاں سے وظیفہ پاتے ہیں وہ بھی تشریف رکھتے تھے نہایت معمر اور صاحب علم ہیں عبدالباسط الانسی کے مکان میں چھوٹا سا پائیں باغ ہے سب لوگ وہاں بیٹھے بنچ اور کرسیوں کی نشست تھی۔

دعوت میں مدعو ہونا

تھوڑی دیر کے بعد سب لوگ کھانے کے کمرے میں گئے کھانا انگریزی طریقے پر تھا یعنی میز اور کرسیاں تھیں اور ایک کھانا ہو چکتا تھا تو دوسرا لایا جاتا تھا۔ ایک ڈش کے بعد دوسری ڈش آتی تھی۔ میں نے شیخ طاہر مغربی سے کہا کہ ہندوستان میں ایسا اتفاق ہوتا تو من تشبہ بقوم کا فتویٰ لگایا جاتا۔ بولے کہ ان ممالک میں یہی مناسب ہے کیونکہ وہاں اسلامی حکومت نہیں رہی۔ اس لیے رسم و رواج اور مذہبی تعصبات کا گو وہ صحیح نہوں قائم رکھنا ضرور ہے تاکہ مذہب کا عام اثر کم نہونے پائے۔ لیکن اسلامی ممالک میں ان فضول باتوں کی کچھ ضرورت نہیں۔ صحبت دیر تک رہی اور بڑے لطف سے گزری۔ کھانے بھی نہایت لذیذ اور خوشگوار تھے۔

طبیعت کی ناسازی

چونکہ یہاں کی آب و ہوا مرطوب ہے میری طبیعت برابر بدمزہ رہی۔ ایک دن بخار بھی آگیا عبدالباسط آفندی کے چچیرے بھائی عبدالرحمن الانسی یہاں کے مشہور ڈاکٹروں میں ہیں اور مصر کے میڈیکل کالج میں اعلیٰ درجہ کی تعلیم پائی ہے۔ علاج کی غرض سے میں انکی خدمت میں حاضر ہوا۔ انھوں نے نہایت مہربانی کی اور کہا کہ "آپ جب تیامگاہ پر تشریف لیجائیں گے تو دوا وہیں پہونچ جائیگی" چنانچہ دو گھنٹے کے بعد ایک آدمی دوا کی شیشی لیکر آیا اور کہا کہ اگر اس سے آرام نہو تو ڈاکٹر صاحب کو اطلاع دیجئے گا۔ دوا سریع الاثر ہونے کے ساتھ خوش مزہ بھی تھی۔ بخار اسی دن جاتا رہا۔ ڈاکٹر صاحب نے اگرچہ یورپ کے طریقہ پر تعلیم پائی ہے۔ لیکن الشائی بلکہ اسلامی مہمان پرستی کا اثر اس قدر باقی ہے کہ فیس درکنار دوا کی بھی قیمت لینی گوارا نہ کی۔

امن بخار نے بڑا حرج یہ کیا کہ طرابلس کی سیر مفت ہاتھ سے جاتی رہی۔ ان دنوں طرابلس کے بعض علما اتفاق

سے یہاں آ گئے تھے۔ ایک صحبت میں ان سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ ان لوگوں نے نہایت اصرار کیا کہ ہمارے ساتھ طرابلس چلو۔ طرابلس مشہور اسلامی شہر ہے۔ اور بعض اسلامی خصوصیتوں کے لحاظ سے بڑا یادگار مقام خیال کیا جاتا ہے۔ بیروت سے صرف دو دن کی راہ ہے۔ کافی وقت تھا کہ میں وہاں جا کر جہاز کی روانگی تک واپس آ جاتا۔ میں نے ہر طرح تیاری بھی کر لی تھی لیکن عین وقت پر بخار آ گیا اور یہ حسرت دل کی دل ہی میں رہ گئی۔

اس سے زیادہ بدقسمتی یہ کہ احباب نے بھی ساتھ چھوڑا۔ شیخ علی طبیان جو کئی مہینے تک انیس و ہمدم رہے تھے صرف میری وجہ سے بیروت میں مقیم تھے دمشق سے ان کے والد ماجد کا خط آیا اور ان کو مجبوراً جانا پڑا۔ رات کے ۲ بجے روانگی کا وقت تھا۔ رخصت کے وقت گلے ملکر میرے شانوں کو بوسہ دیتے تھے (یہاں یہ عام دستور ہے) اور یہ شعر پڑھتے تھے۔

تمتع من شمیم عرار نجد　　　فما بعد العشیة من عرار

یعنی اب نجد کے عرار (ایک پھول کا نام ہے) کی خوشبو سے لطف اٹھانا ہو تو اٹھا لو ورنہ آج کی رات کے بعد پھر عرار نصیب نہیں ہونے کا۔

بیروت میں میں نے جس چیز کو نہایت ناپسند کیا وہ ایک مکان ہے جسکو ملھی کہتے ہیں یہ نہایت نامہذب۔ اور مخرب اخلاق چیز ہے اور معلوم نہیں کہ ایک اسلامی حکومت نے اس کو کیوں کر جائز رکھا ہے عین سڑک پر ایک عالیشان دو منزلہ مکان ہے اوپر کی منزل میں ایک وسیع کمرہ ہے جس میں ترتیب کے ساتھ بہت سی کرسیاں بچھی ہیں صدر کی جانب ایک بلند مستطیل چبوترہ ہے بہت سی یورپین لیڈیاں اس پر بیٹھکر گاتی بجاتی ہیں ایک دور ختم ہو جاتا ہے تو بیٹھ یاں چبوترے سے اتر کر کمرے میں ٹہلتی ہیں اور مشتاقانہ انداز کے ساتھ تماشائیوں کے پاس سے گزرتی ہیں۔ جسکو منظور ہوتا ہے اشارہ سے انکو بلاتا ہے اور وہ بڑے ناز و انداز سے اسکے پہلو میں آ کر بیٹھ جاتی ہیں۔ نہایت بےحیائی اور بےشرمی کے ساتھ اختلاط شروع ہوتا ہے۔ شراب کا دور چلتا ہے۔ ایک دوسرے کے گلے میں باہیں ڈال کر ٹہلتے ہیں معانقہ۔ بوس و کنار۔ غرض بےحیائی کا کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھتے نعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا۔

ملھی کا بیہودہ طریقہ

بیروت سے روانگی

بیروت میں میری طبیعت یوں ہی بے مزہ تھی شیخ علی ظبیان - اور شیخ طاہر مغربی کے چلے جانے کے بعد اور بھی وحشت ہوئی لیکن جہاز کے انتظار میں چار و ناچار دو تین روز ٹھہرنا پڑا - ۱۰ صفر سنہ ۱۳۱۲ھ شام کے وقت بیروت سے روانہ ہوا - شیخ عبدالباسط اور شیخ محمود علی بندرگاہ تک ساتھ گئے اور انہیں کے ذریعے سے اسباب وغیرہ کے انتظام میں نہایت آسانی ہوئی دوسرے دن جہاز یافہ پہنچا - جہاز کے لنگر کرتے ہی ساتھ ملاحوں اور قلیوں کا حملہ ہوا اور اس قدر شور و غل اور ابتری پیدا ہو گئی کہ میرے ہواس جاتے رہے میرا اسباب ہر چند نہایت مختصر تھا تاہم اس کے بھی حصے بخرے کرنے گئے اور جس ملاح کو جسقدر ہاتھ لگا لیکر چلتا ہوا اور اپنی کشتی میں رکھ آیا میں حیران تھا کہ خود کہاں جاؤں آخر تن بتقدیر ایک کشتی میں بیٹھ گیا کنارے پر پہونچکر دیر تک اس کشتی کا انتظار کرنا پڑا جس میں بقیہ اسباب تھا - یہ مرحلہ طے ہوا تو آگے پروانہ راہداری اور معائنہ اسباب کی مصیبت کا سامنا تھا بہزار خرابی دوپہر تک ان جھگڑوں سے نجات ملی اور نماز ظہر کے قریب شہر میں پہونچا -

یافہ جسکو انگریزی میں جافا کہتے ہیں - نہایت قدیم شہر ہے توریت میں اسکا ذکر ہے اور مورخ پلینی کا بیان ہے کہ طوفان نوح سے پہلے موجود تھا سنہ ۱۳ ہجری میں کہ حضرت عمر کی خلافت کا عہد تھا اسلام کے قبضہ میں آیا چونکہ یہ شہر بیت المقدس کا اسٹیشن ہے یعنی یہیں سے بیت المقدس جاتے ہیں اسلئے ہر قوم اور ہر ملک کے لوگوں کی کثرت سے آمد و رفت رہتی ہے - شہر کا حصہ جسکو یورپین آبادی کہا جا سکتا ہے خوبصورت اور پر فضا ہے - میوجات یہاں کثرت سے ہوتے ہیں - انار شہتوت عمدہ ہوتا ہے اور بہت سستا آتا ہے - ایک بڑی خصوصیت اس شہر کی یہ ہے کہ شہر کے باہر باغوں کا ایک سلسلہ ہے اور متصل دو تین میل تک چلا گیا ہے - بیت المقدس یہاں سے ۴۰ میل ہے اب تو ریل جاری ہو گئی ہے لیکن اسوقت شکرم چلتی تھی میں عصر کے قریب سوار ہوا راہ میں بعض مشہور مقامات رملہ وغیرہ آئے لیکن رات کی وجہ سے میں کچھ دیکھ نہ سکا -

صبح ہوتے ہوتے پہاڑوں کا سلسلہ نظر آیا جو برابر بلند ہوتا چلا گیا ہے - سڑک اگرچہ بڑے پیچ و خم سے چکر کھاتی ہوئی گئی ہے لیکن نہایت صاف اور ہموار ہے پہاڑ کا دامن بالکل سرسبز اور شاداب ہے اور عجیب لطف ہے نظارہ کا مقام ہے - جا بجا عرب بدوؤں کی چھوٹی چھوٹی بستیاں ہیں مکانات اگرچہ

تنگ و مختصر ہیں لیکن بالکل سفید پتھر کے ہیں سبزہ زار میں یہ سپیدی نہایت خوشنما معلوم ہوتی ہے۔ یہ سلسلہ دس بارہ میل چلکر ختم ہوا۔ اور بیت المقدس کی آبادی نظر پڑی۔

بیت المقدس اور زاویہ الہنود

بیت المقدس پہاڑ پہ آباد ہے میں ایک ہفتہ یہاں رہا اور مسجد اقصیٰ اور قمامہ وغیرہ کی سیر کی گاڑی سے اترکر میں سیدھا عبدالرزاق آفندی کے مکان پر گیا انھوں نے بے اعتنائی کی (یہ واقعہ کتاب کے خاتمہ میں تفصیل کیسا تھ آئیگا) تو ہوٹل میں جانیکا قصد کیا راہ میں ہندیوں کا زاویہ تھا میں نے خیال کیا کہ یہاں کے لوگوں سے ملنا مفید ہوگا۔ چنانچہ زاویہ میں داخل ہوا تو پہلے شیخ زاویہ کا سامنا ہوا یہ شیخ رامپور کے رہنے والے ہیں اور ایک مدت سے یہاں رہتے ہیں۔ بیچارے کچھ لکھے پڑھے نہیں لیکن نہایت معقول اور منتظم آدمی ہیں۔ زاویہ کو نہایت خوش سلیقگی سے درست کیا ہے۔ ایک کمرہ جو ملاقاتیوں کے لیے مخصوص ہے معقول طور پر آراستہ ہے صحن میں پھولوں کی کیاریاں ہیں۔ سلام علیک اور مزاج پرسی کے بعد باتوں باتوں میں جب انکو معلوم ہوا کہ میں ہوٹل میں ٹھہرنا چاہتا ہوں تو انہوں نے کہا کہ تم کو یہاں مفتی صاحب اور دیگر اہل علم سے ملنا ہے وہ ہوٹل میں ٹھہرنا معیوب خیال کرتے ہیں چنانچہ میں نے یہیں ٹھہرا لیکن زاویہ کا کھانا اس خیال سے نہیں کھاتا تھا کہ فقرا اور محتاجوں کے لیے مخصوص ہے۔

بیت المقدس۔ مسجد اقصیٰ۔ قمامہ

بیت المقدس کی ابتدائی تاریخ

بیت المقدس کسی خاص عمارت کا نام نہیں بلکہ شہر کا نام ہے لیکن یہاں زیادہ تر قدس کہتے ہیں یہ متبرک شہر اگرچہ حضرت داؤدؑ و سلیمانؑ کی انتساب سے شہرت رکھتا ہے اور گویا اس کے وجود کی تاریخ انہیں انبیا کے عہد سے شروع ہوتی ہے لیکن درحقیقت وہ اس عہد سے شروع ہوتی ہے لیکن درحقیقت وہ اس عہد سے بہت پہلے موجود تھا حضرت عیسیٰؑ سے ۱۰۴۸ برس پہلے حضرت داؤدؑ نے اسکو یبوسیوں سے چھینا اور اپنا پایۂ تخت قرار دیا اس عہد سے آج تک وہ بڑے بڑے تاریخی واقعات کا مرکز رہا ہے شروع اسلام میں مسلمانوں کا قبلہ تھا اور عیسائیوں کا آج بھی ہے۔

موجودہ حالت

موجودہ شہر کی آبادی پچاس ساٹھ ہزار سے زیادہ نہیں مکانات اور عمارتیں معمولی درجے کی ہیں سڑکیں بھی چنداں وسیع نہیں ہیں اور چونکہ اکثر جگہ مسقف بازار ہیں اس لیے زیادہ تنگی اور تاریکی ہے شہر کے گرد پتھر کی شہر پناہ ہے جو سلطان سلیمان اعظم نے سنہ ۱۵۴۲ء میں تیار کرائی تھی۔ یہ حالت

قدیم شہر کی ہے لیکن جدید آبادی نہایت پرفضا اور پررونق ہے سڑک نہایت وسیع اور دونوں طرف عالیشان عمارتیں ہیں۔ بنگلے اور کوٹھیاں کثرت سے ہیں اور احاطے عموماً وسیع اور سبزہ و چمن بندی سے آراستہ ہیں۔ تمام شہر کی زبان اور وضع و لباس عربی ہے قسطنطنیہ کی طرح یہاں بھی بہت سے زاویے اور تکیے ہیں ہر قوم اور ہر ملک کے لیے الگ الگ زاویہ ہے اور مسافروں کو کھانا اور قہوہ ملتا ہے

میوہ جات

آب و ہوا نہایت عمدہ ہے ہم اگست کے آغاز میں پہونچا تھا تاہم دن کو گلابی جاڑا ہوتا تھا اور رات کو اچھی خاصی سردی پڑتی تھی۔ میوے کثرت سے اور نہایت شیریں و لذیذ ہوتے ہیں اُس وقت انگور کا آغاز تھا جس طرح ہمارے یہاں صبح کے وقت بھٹے ککڑیاں وغیرہ ٹوکروں میں بھر بھر کر بازار میں لاتے ہیں اور دور تک ڈھیر لگ جاتا ہے بعینہ یہی حالت یہاں انگوروں کی ہے میرا تمام دن یہ شغلہ رہتا تھا کہ انگور کے دانے توڑا کرتا تھا۔

مسجد اقصیٰ

یہ وہ مبارک مسجد ہے جس کی بنا حضرت داؤدؑ نے ڈالی اور حضرت سلیمانؑ نے انجام کو پہونچایا۔ مسجد کا احاطہ جس کو حرم کہتے ہیں نہایت وسیع ہے لیکن زیادہ تر ناہموار اور غیر مسطح ہے اور اکثر جگہ خودرو گھاس اور جھاڑیاں ہیں۔ میں نے لوگوں سے اس کا سبب دریافت کیا معلوم ہوا کہ سلطان نے کئی دفعہ اس کی مرمت اور درستی کے لیے رقم کثیر بھیجی لیکن کارپردازوں اور مجاوروں نے اس کا بہت کم حصہ صرف کیا۔ طرہ یہ کہ میں نے خود مجاوروں سے پوچھا تو ایک صاحب نے فرمایا ہاں کچھ رقم مجاوروں کے تصرف میں بھی آتی ہے۔ اور کیوں نہ آئے باورچی کھانا پکاتا ہے تو نمک خواہ مخواہ چکھ لیتا ہے۔

مسجد کی عمارت جس کا طول (۱۰۰۰) گز اور عرض (۷۰۰) گز ہے نہایت خوبصورت پُرتکلف اور شاندار ہے۔ چھت ستونوں پر ہے اور (۷۰۰) صرف سنگ رخام کے ستون ہیں۔ جابجا پچی کاری اور طلائی کام ہے۔ یہ عمارت جس قدر ہے عبد الملک بن مروان کی بنوائی ہے۔ البتہ بنیادوں کی نسبت کہا جاتا ہے کہ حضرت داؤد کے عہد کی ہیں بائیں جانب عمارت اور کسی قدر فاصلے پر ایک وسیع تہ خانہ ہے دس بارہ سیڑھیاں اتر کر سطح زمین ملتی ہے۔ یہاں نہایت عالیشان محرابوں کی سات قطاریں ہیں محرابوں کے ستون نہایت چوڑے اور بلند ہیں۔ مجاور ان محرابوں کو حضرت سلیمان کے عہد کی تعمیر بتاتے ہیں

اور اس قدر تو یقینی ہے کہ اسلام کے قبل کی ہیں۔

حرم مسجد میں اور بہت سے متبرک مقامات ہیں۔ مثلاً قبۃ السلسلہ۔ قبۃ المعراج۔ قبۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لیکن سب میں زیادہ پرشان **قبۃ الصخرہ** ہے یہاں وہ پتھر رکھا ہوا ہے جسکی نسبت عوام میں مشہور ہے کہ آسمان و زمین کے بیچ میں معلق ہے اور قیامت کے دن عرش بھی یہیں رکھا جائیگا۔ اہل عرب اس کو صخرہ اور ہمارے ملک کے عوام تخت رب العالمین کہتے ہیں اسمیں شبہ نہیں کہ یہ پتھر نہایت قدیم زمانہ کا ہے اور ہر زمانے میں اسکی نہایت عظمت کی گئی ہے عیسائیوں کا خیال ہے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے اس پر قدم رکھا تھا چنانچہ سلطان صلاح الدین کے عہد سے پہلے جب اس پر عیسائیوں کا قبضہ ہوگیا تھا تو انھوں نے اپنے خیال کے موافق اس نشان پر سونے کا قبہ بنایا تھا۔ مسلمان بھی اس کی نہایت عزت کرتے ہیں لیکن مجکو معلوم نہیں کہ کسی صحیح حدیث میں بھی اسکی کوئی فضیلت مذکور ہے۔

بہر نوع قبہ کی صورت یہ ہے کہ ایک بلند چبوترے پر ہشت پہلو برج ہے جسکی بلندی کم و بیش (۱۰۰) فیٹ ہے چھت اور دیواروں پر نہایت عمدہ لاجوردی اور طلائی کام ہے اور باوجودیکہ مدتوں کا بنا ہے تاہم اس قدر روشنی و چمک ہے کہ نگاہ نہیں ٹھہرتی۔ مختصر یہ کہ زیب و زینت کے لحاظ سے علامہ بشاری کا یہ دعویٰ چنداں بیجا نہیں کہ وہ تمام ممالک اسلامیہ میں پھرے لیکن ایسی خوبصورت اور پُر تکلف کوئی عمارت نہیں دیکھی، چند سیڑھیوں سے اُتر کر غار میں داخل ہوتے ہیں یہاں وہ مقدس پتھر رکھا ہوا ہے۔ غار اسقدر وسیع ہے۔ ساٹھ ستر آدمیوں کی بخوبی گنجائش ہے صخرہ زمین سے دو قد آدم بلند ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس سے پہلے وہ بالکل ہوا میں معلق تھا ممکن ہے کہ اس زمانے میں ایسا ہی ہو۔ لیکن موجودہ حالت یہ ہے کہ ایک مدور دیوار ہے اور صخرہ اُسپر اسطرح رکھا ہوا ہے کہ دیوار کی چھت بن گیا ہے۔ مجاورین کا بیان ہے کہ صخرہ کو ہوا میں معلق دیکھکر لوگ اس کے نیچے جانے سے ڈرتے تھے یہانتک کہ ایک دفعہ ایک عورت کا اسقاط حمل ہوگیا۔ یہ واقعہ شیخ محی الدین اکبر کے عہد میں ہوا تھا۔ شیخ موصوف نے اس کے گرد دیوار کھنچوا دی کہ بظاہر معلق نہ معلوم ہو۔ مجاورین یہ بھی کہتے ہیں کہ دیوار اس قدر بودی اور اندر سے کھوکھلی ہے کہ کسی طرح صخرہ کا بار نہیں اٹھا سکتی چنانچہ ایک مجاور نے میرے سامنے دیوار کو انگلی سے کھٹ کھٹایا اور کھن کھن آواز نکلی۔

یہ واقعہ صحیح ہو یا نہ ہو مگر اس میں شبہ نہیں کہ یہ مقام مدت تک انبیائے کرام کا مسکن اور وحی
والہام کا مہبط رہا ہے۔ اس لئے آیات اور تجلیات الٰہی کے جسقدر آثار یہاں موجود ہوں محل تعجب نہیں۔
بیت المقدس اور اسکے قرب وجوار میں اور بھی بہت سی زیارت گاہیں ہیں مثلاً بیت اللحم جہاں حضرت
عیسٰی علیہ السلام تولد ہوئے تھے مقام خلیل جہاں حضرت ابراہیم وحضرت یعقوب وحضرت اسحٰق
کی قبریں ہیں۔ وادی جہنم جہاں حضرت مریم مدفون ہیں۔ ایک افسوس ہے کہ بعض اتفاقات کی وجہ
سے میں ان مقامات کی زیارت سے مشرف نہ ہوسکا مقام خلیل کے لئے جو بیت المقدس سے پندرہ
بیس میل میں ہے میں نے دو تین روز برابر کوشش کی لیکن ان دنوں یہودیوں کا کوئی تیوہار
تھا۔ اس لیے سواریاں بالکل ناپید تھیں اور ملتی بھی تھیں تو چوگنے کرایہ پر ملتی تھیں۔

قمامہ

عیسائیوں کا بڑا گرجا

یہ وہی قیامت زا مقام ہے جسکے لئے ایک زمانہ میں تمام یورپ امنڈ آیا تھا اور مدتوں تک یہ
طوفان بپا رہا تھا۔ یہ ایک نہایت وسیع گرجا ہے اور عیسائیوں کے اعتقاد کیموافق حضرت عیسٰی علیہ السلام
اسی مقام میں مصلوب ومدفون ہوئے اور یہیں سے آسمان پر گئے۔ اس مکان کا اہتمام وانتظام
اگرچہ عیسائیوں کے ہاتھ میں ہے لیکن چونکہ ٹرکی حکومت میں واقع ہے اور چھ لاکھ اہل یورپ کے
مقابلے میں صلاح الدین کی معرکہ آرائیوں کی یادگار ہے اس کا بواب یعنی کلید بردار مسلمان ہے چنانچہ
میں جب اس گرجا میں گیا تو اسی کی رہبری سے تمام مقامات کی سیر کی۔

حضرت عیسٰی کی موت

مکان میں داخل ہوا تو دیکھا کہ ہر طرف بڑی بڑی رہبان اور قسیس نہایت خضوع وخشوع کے
ساتھ عبادت میں مصروف ہیں۔ بواب پہلے مجکو اس مقام پر لے گیا جہاں سے حضرت عیسٰی علیہ السلام
عیسائیوں کے اعتقاد کیموافق آسمان پر گئے یہ ایک مختصر سا حجرہ ہے صدر کی جانب چبوترے پر حضرت
عیسٰی علیہ السلام کی مورت ہے تمام بدن بجز ستر عورت کے برہنہ ہے صورت سے کسی قسم کے تقدس
اور شان نبوت کا اظہار نہیں ہوتا میں جب اس حجرے میں گیا تو شمع روشن تھی اور ایک بڑا مشین
پادری تصویر کیطرف ٹکٹکی باندھے مراقبہ میں مصروف تھا مراقبہ سے فارغ ہو چکا تو مجاور نے
اسکے سر پر تھوڑا سا پانی چھڑکا جسکو اسنے بڑے ادب اور خشوع سے اپنے چہرہ اور ڈاڑھی پر مل لیا۔
صلیب دیئے جانیکی جگہ بھی شان وشوکت کی ہے لیکن اسکو دیکھکر عیسائیوں کی بسادہ دلی پر سخت افسوس آتا ہے

ایک بلند مستطیل چبوترے پر جو سرتاپا سنگ مرمر کا ہے صلیب کھڑی ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہتھیلیوں میں آہنی کیلیں ٹھکی ہیں۔ پاؤں کو اوپر تلے لکڑی پر رکھ کر اسطرح میخ ٹھونکدی ہے کہ پاؤں کو توڑ کر لکڑی میں نکل گئی ہے۔ اسکے قریب ایک طرف حضرت مریم نہایت غمگین کھڑی ہیں حضرت مریم کا مجسمہ یعنی اسٹیچو نہایت شاندار ہے سونیکی مورت ہے اور لباس کے ساتھ بنائی گئی ہے۔ لباس پیشواز کے مشابہ ہے۔ اس مقام پر بڑی بڑی رہبان اور قسیسوں کا مجمع تھا (راہبہ عورتیں) بڑے خضوع و خشوع سے صلیب کی طرف ٹکٹکی باندھے ہاتھ جوڑے کھڑی تھیں۔ مذہبی خیالات بھی کیا ہی عجیب چیز ہیں۔

علما اور فضلا کی ملاقات اور بعض دیگر حالات

بیت المقدس کے مشہور اور نامور عالم سید طاہر ہیں جو مفتی شہر ہیں اور مفتی ہی کے نام سے مشہور ہیں چونکہ قسطنطنیہ میں میں نے انکی تعریف سنی تھی۔ اس لیئے بیت المقدس پہونچکر سب سے پہلے انہیں کی ملاقات کا قصد کیا جوں ہی کمرے میں داخل ہوا مفتی صاحب اور تمام حاضرین تعظیم کو اُٹھے (یہ طریقہ یہاں عام ہے اور ہر شخص کے لیئے برتا جاتا ہے) مزاج پرسی اور مختصر حالات پوچھنے کے بعد ایک صاحب نے فرمایا ''لعل حضرتکم من العلماء'' یعنی غالباً آپ علما میں سے ہیں میں نے کہا کہ ''ولکن من طلاب العلم'' یعنی عالم تو نہیں البتہ طالب علم ہوں۔ وہ پہلے سے ایک علمی مسئلہ کے متعلق گفتگو کر رہے تھے اور میرے پہونچنے کی وجہ سے انکی صحبت برہم ہوگئی تھی جب ان لوگوں کو معلوم ہوا کہ میں بھی کچھ پڑھا لکھا ہوں تو ایک صاحب نے نہایت تہذیب اور معقولیت سے کہا کہ ''ہم لوگ ابھی ایک مسئلہ کے متعلق گفتگو کر رہے تھے۔ اگر آپ پسند فرمائیں تو وہ مسئلہ آپ کے سامنے بھی پیش کیا جائے'' انکے خاص الفاظ یہ تھے یا حضرۃ الشیخ قد کنا قبل ذالک فی بحث فلو احببتم عرضنا علیکم غرض انہوں نے وہ مسئلہ بیان کیا اور وہ یہ تھا کہ ''قرآن مجید کی اس آیت میں کہ الم تر کیف فعل ربک بعاد ارم ذات العماد خدا نے آنحضرت کو مخاطب کرکے کہا کہ تو نے یہ واقعہ نہیں دیکھا۔ حالانکہ یہ واقعہ آنحضرت کی ولادت سے سیکڑوں برس پہلے واقع ہوا تھا'' میں نے کہا کہ روایت کا اطلاق علم یقینی پر بھی ہوتا ہے۔ خود قرآن مجید میں ہے الم تر کیف فعل ربک باصحاب الفیل عرب کے جاہلیہ کے اشعار میں بھی یہ اطلاق جابجا موجود ہے ایک صاحب نے میری تقریر پر یہ اعتراض

کرنا چاہا۔ لیکن مفتی صاحب نے کہا یہ جواب بالکل صحیح ہے اور اسمیں جائے گفتگو نہیں ہے جب تک
بیت المقدس رہا قریبًا ہر روز اُس پر لطف صحبت میں شریک ہوتا رہا۔

مفتی صاحب تقدس اور شریفانہ اخلاق کی مجسم تصویر ہیں اور اسی کا اثر ہے کہ تمام شہر انکی نہایت عزت کرتا ہے۔ ان کی تنخواہ کل تین سو قرش ہے یعنی تیس پینتیس روپے لیکن شہر میں جو انکا اثر ہے وہ حاکم شہر کا بھی نہیں۔ بڑی خوبی یہ ہے کہ اگرچہ پرانے زمانے کے آدمی ہیں اور نہایت مقدس ہیں تاہم آزاد خیال ہیں اور مذاق حال سے آشنا ہیں۔

لطیفہ ان ممالک میں علما کو عمامہ یا ٹوپی پر ایک سفید رومال جسکو لفہ کہتے ہیں۔ لپٹنا ضروری امر ہے میں جس دن قمامہ کی سیر کو گیا میرے سر پر صرف ٹوپی تھی عمامہ نہ تھا راہ میں جا رہا تھا کہ ایک صاحب نے جو روشناس ہو گئے تھے دیکھ لیا۔ اور مفتی صاحب کے جلسے میں اسکا تذکرہ کیا چونکہ وہاں کی رسم کے موافق یہ بالکل نئی بات تھی۔ لوگوں میں اسکے چرچے ہونے لگے یہانتک کہ دوسرے دن جب میں مفتی صاحب کے دربار میں گیا تو ایک صاحب نے بڑے تعجب اور حیرت سے پوچھا کہ سمعنا ان حضرة الشیخ خرج من غیر لفہ یعنی ہم نے سنا کہ جناب والا عمامہ و لفہ کے بغیر بازار میں نکلے میں نے کہا ہاں میں عیسائیوں کے گرجے میں گیا تھا اور ایسے مقامات کے لئے عالمانہ لباس موزوں نہیں ہے سب بول اُٹھے کہ واللہ قد اصبتم یعنی آپ نے بالکل بجا کیا۔

ایک دن میں بخارا والوں کے زاویہ میں گیا۔ اتفاق یہ کہ اُسی دن بخارا کے چند معزز رئیس اور معزز لوگ حج سے پھر کر بیت المقدس کی زیارت کو آئے تھے۔ شیخ زاویہ نے مجکو ان لوگوں سے ملایا۔ صورت اور وضع سے دولتمند اور محترم اور موقر معلوم ہوتے تھے بعض صاحب علم اور فقیہ تھے چونکہ یہ لوگ روس کی حکومت میں رہتے ہیں میں ان سے روسی گورنمنٹ کے متعلق گفتگو کرتا رہا بہت شکایت کرتے تھے اور زیادہ تر اس بات کے شاکی تھے کہ مسلمان بجبر فوج میں داخل کیے جاتے ہیں اور کسی اسلامی حکومت سے جنگ پیش آتی ہے تو مسلمانوں کو اپنے ہی ہم مذہبوں سے مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔

بیت المقدس سے روانگی

بیت المقدس سے روانہ ہو کر یافہ میں آیا اور وہاں سے جہاز میں سوار ہو کر تیسرے دن

اسکندریہ پہنچا۔ جہاز کا لنگر کرنا تھا کہ قلیوں اور ملاحوں کی مصیبت کا سامنا ہوا۔ یہ آفت یوں تو ہر جگہ ہے لیکن اسکندریہ کو اس خصوصیت میں تمام مقامات پر ترجیح ہے۔ ہزار خرابی کنارے پر پہونچا وہاں قلیوں کا ہجوم تھا اور ایک ایک مسافر پہ چار چار گرے پڑتے تھے ایک قلی نے زبردستی میرا اسباب اٹھا لیا۔ مجبوراً میں اس کے ساتھ ہو لیا۔ اسکندریہ۔ نہایت قدیم زمانے کی یادگار ہے اور اس لحاظ سے اسکی سیر ضروری تھی لیکن مجکو قاہرہ جانے کی جلدی تھی۔ اس لیے میں نے اسی وقت گاڑی کرایہ کی اور اسٹیشن پہونچا لطف یہ کہ قلی صاحب بھی گاڑی پر چڑھ بیٹھے اور میرے پہلو میں بیٹھے میری کیا مجال تھی کہ ان کی اس جسارت پر معترض ہوتا۔

دریا کے کنارے سے اسٹیشن تک شہر کا جو حصہ نظر سے گذرا نہایت آباد اور پر رونق تھا۔ سڑکیں وسیع اور دونوں طرف نہایت بلند مکانات اور دکانیں تھیں اسٹیشن پہ پہونچکر معلوم ہوا کہ ابھی دو تین گھنٹہ کی دیر ہے۔ میں نے کہا لاؤ جبتک ادھر ادھر پھر آؤں۔ پاس ہی ایک جامع مسجد تھی وہاں گیا۔ نہایت شاندار اور خوبصورت ہے۔ وضو کرنیکا حوض وسیع اور خوشنما ہے۔ گرد استنجا خانے اور پاخانے ہیں۔ لیکن صفائی کا اسقدر اہتمام ہے کہ بو اور رائحہ کا نام تک نہیں۔

اسکندریہ

دس بجے ٹرین روانہ ہوئی۔ یہاں کی گاڑیوں میں بجائے بنچوں کے آہنی کرسیاں ہوتی ہیں اور دو دو اس طرح ساتھ جڑی ہوتی ہیں کہ دونوں کی پشت ملی ہوتی ہے۔ ہر درجے میں آٹھ آدمیوں کی نشست ہوتی ہے۔ چار ایک طرف چار ایک طرف۔ سونے کی کوئی تدبیر نہیں رفع حاجت کا بھی کوئی بندوبست نہیں۔ دریافت سے معلوم ہوا کہ یورپ میں بھی اسی قسم کی گاڑیاں ہیں۔ البتہ ایک بات نئی ہے اور آرام سے خالی نہیں۔ وہ کہ گاڑی ہی میں خوانچے والے جو بسکٹ۔ ڈبل روٹی پنیر اور میوے بیچتے ہیں۔ ہر وقت موجود رہتے ہیں اور چونکہ تمام گاڑیوں میں اس سرے سے اس سرے تک آمد و رفت ہو سکتی ہے خوانچہ والا ہر وقت پھرتا رہتا ہے اور تمام گاڑیوں میں چکر لگاتا ہے۔

ریلوے گاڑیوں کی قطع

سید صاحب نے اپنے سفرنامے میں یہاں کی ریل کے کارخانے۔ سڑک۔ اسٹیشن لالٹینوں غرض ہر ایک چیز کی نسبت بے سلیقگی اور میلے پن کی سخت ہجو کی ہے۔ اُسوقت شاید یہی حالت ہوگی لیکن اب یہ شکایت نہیں ہو سکتی میں نے اسکندریہ سے قاہرہ اور قاہرہ سے اسمعیلیہ تک ریل میں سفر کیا میرے نزدیک کوئی قابل اعتراض نہ تھی۔

اس سفر میں جسقدر مصر کا میری نظر سے گذرا عجب سرسبز و شاداب تھا۔ جہانتک نگاہ جاتی تھی نہایت سرسبز کھیتیاں نظر آتی تھیں۔ اسکندریہ سے قاہرہ تک جس قسم کی عمدہ پیداوار نظر آئی میں نے ہندوستان میں پچاس ایکڑ زمین بھی ایسی نہیں دیکھی۔ ریل شام کے قریب قاہرہ پہونچی اور میں نے جامع ازہر کے قریب ایک لوکانڈہ (ہوٹل) میں قیام کیا۔

بیروت میں عبد الباسط آفندی نے مجکو ایک خط دیا تھا کہ قاہرہ پہونچکر شیخ عبد الحکیم کے پاس بھجوا دینا۔ شیخ عبد الحکیم۔ عبد الباسط آفندی کے چچیرے بھائی ہیں اور جامع ازہر میں پڑھتے ہیں میں نے وہ خط اُنکے پاس بھجوا دیا۔ وہ دوسرے دن ہوٹل میں تشریف لائے اور کہا کہ اگر آپ یہاں کے علمی حالات دریافت کرتے ہیں اور علما اور شیوخ سے ملنا ہے تو ہوٹل میں ٹھہرنا مناسب نہیں یہاں علما اسکو بہت معیوب خیال کرتے ہیں۔ چنانچہ انکی ہدایت کیموافق میں جامع ازہر میں گیا اور اُنھوں نے رواق الشامئین میں ایک پر فضا حجرہ میرے لیئے خالی کرا دیا۔ ایک مہینے سے زیادہ میں یہاں مقیم رہا۔ شیخ عبد الحکیم قریبًا ہر وقت میرے پاس رہتے تھے اور میری تمام ضرورتوں کو انجام دیتے تھے۔ وہ میرے رہنما انیس معرفت اور اگر گستاخی نہو تو نوکر اور خادم بھی تھے۔ اور نوکر بھی بے تنخواہ بے غرض

قاہرہ کا اجمالی حال

یہ شہر مصر کا دار السلطنت ہے بلکہ حال کے محاورہ میں مصر کا لفظ جب استعمال کیا جاتا ہے تو یہی شہر مراد ہوتا ہے جوہر سپہ سالار فاطمین نے سنہ ۳۵۸ھ میں اسکو آباد کرایا تھا اور اس عہد سے آجتک اسکو روز افزوں ترقی ہے موجودہ مردم شماری ۳۶۴۸۳۸ ہے سڑکیں وسیع اور مکانات عمومًا بلند اور خوش فضا ہیں میں جب اسکے وسیع اور پر رونق بازاروں میں سیر کرتا پھرتا تو بمبئی کا دھوکا ہوتا تھا۔ قہوہ خانہ نہایت کثرت سے ہیں اور بڑی تفریح اور آرام کی چیز ہیں۔ لباس اور وضع یہاں کی نہایت بھونڈی اور ناموزوں ہے۔ عوام نیلگوں لمبا کرتہ پہنتے ہیں جسکا چاک کھلا رہتا ہے۔ پائجامہ۔ تہمد وغیرہ بالکل نہیں پہنتے خواص قفطان اور عبا پہنتے ہیں۔ لیکن چونکہ عبا میں کلر نہیں ہوتا گردن کھلی رہتی ہے اور بدنما معلوم ہوتی ہے نئے تعلیم یافتہ کوٹ پتلون کا استعمال کرتے ہیں اور یہ طریقہ روز بروز زیادہ مقبول ہوتا جاتا ہے عورتوں کی وضع اور لباس اسقدر بیہودہ اور بدنما ہے کہ اس سے زیادہ قیاس میں نہیں آسکتا۔ عام عورتیں تو وہی نیلگوں لمبا کرتہ پہنتی ہیں لیکن دولتمند اور نئے فیشن کی

بیگمات جنکا لباس بالکل یورپین ہوتا ہے وہ بھی ایک بدنما نیلگوں برقع اوڑھکر بچا پایا ہوا نکلتی ہیں برقع
میں ناک کی جڑ سے سینے تک ایک سیاہ دھجی سونڈ کی طرح لٹکتی رہتی ہے۔ اس دھجی کے اٹکانیکے لئے
سونے یا پیتل کی ایک نلکی ہوتی ہے جو پیشانی پر لٹکتی ہے اور بجائے زیور کے استعمال کیجاتی ہے۔

عام آدمیوں کا اخلاق

عام آدمیوں کے اخلاق میں جہالت زیادہ پائی جاتی ہے۔ معمولی سے معمولی چیز کی قیمت چکانے
میں حضرت امام حسین علیہ السلام یا حضرت عبدالقادر جیلانی کا واسطہ دلایا جاتا ہے مرد اور عورت
بکثرت بھیک مانگتے ہیں اور بلا کی طرح لپٹ جاتے ہیں۔

موسم کے لحاظ سے یہ ملک ہمارے ہندوستان کے مشابہ ہے بلکہ اس سے بدتر کچھ عجیب طرح کی
گرمی پڑتی ہے طبیعت ہر وقت مضمحل اور سست رہتی ہے اور کسی کام کے کرنیکو جی نہیں چاہتا۔
مجھکو خیال تھا کہ میں یہاں بہت کام کرسکونگا اور اسی وجہ سے بیت المقدس میں بہت
کم قیام کیا تھا کہ یہاں زیادہ دنوں تک رہ سکوں لیکن گرمی نے وہ تمام منصوبے غلط کردیئے صبح
کے وقت گھنٹہ دو گھنٹہ کام کرتا تھا باقی تمام دن حجرے میں بیکار پڑا رہتا تھا۔

مصر میں تعلیم کی حالت

ممالک اسلامیہ میں جو مقامات آج کل تعلیم کے مرکز خیال کئے جاتے ہیں قسطنطنیہ اور قاہرہ
ہیں اسی لحاظ سے میں نے ان دونوں مقاموں کی تعلیمی حالت دریافت کرنے میں بہت کچھ کوشش
کی قسطنطنیہ کیطرح یہاں سررشتہ تعلیم کے عہدہ داروں سے ملا سالانہ رپورٹیں پڑھیں متعدد مدارس
کے پروگرام دیکھے۔ بڑے کالجوں میں خود جاکر اساتذہ کا طریق درس دیکھا۔ ان تحقیقات سے جو باتیں
معلوم ہوئیں انکو ناظرین کے سامنے پیش کرتا ہوں اس موقع پر یہ کہنا بھی ضرور ہے کہ اگر قسطنطنیہ میں
تعلیم کو جو وسعت اور ترقی حاصل ہے مصر اور قاہرہ کو اس سے کچھ نسبت نہیں تاہم مصر کو اس
بات میں ترجیح حاصل ہے کہ یہاں سررشتہ تعلیم کے کاغذات جو عام طور پر شائع ہوتے ہیں زیادہ مرتب اور مفصل
ہیں اور اس لئے میں قسطنطنیہ کی بہ نسبت یہاں کی تعلیمی حالت زیادہ تفصیل و تحقیق کیساتھ لکھ سکونگا۔
قسطنطنیہ کی نسبت یہاں بھی تعلیم کے دو طریقے ہیں قدیم و جدید یہ دونوں طریقے بالکل مختلف
ہیں اور اس اختلاف نے دونوں کو نہایت سخت نقصان پہونچایا ہے۔ قدیم تعلیم جو ہزار برس پیشتر کی تعلیم کا بگڑا
ہوا خاکہ ہے۔ ملک کی آب و ہوا میں سرایت کرگئی اور چونکہ وہ مذہبی پیرایہ میں ہے سلطنت کا اثر

بھی اس کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ مصر میں اگرچہ ایک مدت سے جدید تعلیم کی بنیاد پڑ چکی ہے اور خود گورنمنٹ نے اسکو خاص اپنے سایہ عاطفت میں لیا ہے۔ بہت سے لڑکوں کو وظیفہ دیا جاتا ہے اور فی صدی ۱۴ سے کچھ فیس نہیں لیجاتی۔ تمام بڑے بڑے عہدے صرف نئے تعلیم یافتہ لوگوں کو ملتے ہیں۔ یہ سب کچھ ہے تاہم وسعت تعلیم کا یہ حال کہ شہر و اطراف کے تمام چھوٹے بڑے اسکولوں اور کالجوں کو ملا کر طالب علموں کی تعداد دس ہزار بھی نہیں ہے حالانکہ قدیم طریقے پر تعلیم پانے والے صرف جامع ازہر میں دس ہزار سے زائد ہیں۔ اس قدر ضرور ہے کہ جدید تعلیم کا ہر قدم آگے ہے اور قدیم طریقے کا دور روز بروز گھٹتا جاتا ہے۔ سرکاری مدرسوں میں ہر قسم کے طلبا کی تعداد جو ہر سال بڑھتی جاتی ہے اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ۱۸۸۸ء میں یورپینوں کی تعداد فیصدی ۴۴ تھی اور ۱۸۸۹ء میں ۵۱ ہو گئی۔ اسیطرح غیر یورپین ۱۸۸۸ء میں ۷۱ فیصدی تھے اور ۱۸۸۹ء میں ۹۷ ہو گئے۔ ہم اس موقع پر ایک اجمالی نقشہ دیتے ہیں جو ۱۸۸۹ء کی رپورٹ سے مرتب کیا گیا ہے اور جس سے تمام اسکولوں اور کالجوں کی تفصیل انکے سالانہ مصارف۔ طالب علموں کی تعداد اور دیگر حالات معلوم ہوں گے۔

اسم مدرسہ	مصارف سالانہ بابت سنہ ۱۸۸۸ء	تعداد طالب علم ... سنہ ۱۸۸۸ء	تعداد طالب علم جو فیس دیتے ہیں	مقدار فیس	تعداد استاد	تعداد ...	کیفیت
مدرستہ الطب	۸۴۱۲ پونڈ	۱۸۲	۶۹	سالانہ ۶ پونڈ	۴۶	۳۲	پونڈ کم از کم دس
مدرستہ الولادۃ	۸۱۶	۱۱	۰	۰	۱۱	۰	روپیہ کا ہوتا ہے
مہندس خانہ	۱۴۱۴۰	۳۳	۶	۱۵ پونڈ	۱۲	۱۸	
مدرستہ الحقوق	۱۴۱۴۲	۶۲	۲۶	۱۵	۱۵	۱۱	
یعنی قانون کا مدرسہ							
دار العلوم	۱۵۲۶	۳۱	۰۰	۰	۲	۳۶	ہیں جب اس کالج
مدرستہ الترجمہ	۱۴۳۵	۳۰	۳	۶	۲۳	۲	کو دیکھا تو ۴۵
مدرستہ الصنائع	۶۸۱۹	۲۶۰	۱۲	۶	۲۶۰	۰	طالبعلم تھے

التوفیقیہ	۹۳۱۸	۲۸۸	داخلیہ ۲۵ خارجیہ ۲۱	۲۰ ۱۳	۳	۱۵	داخلیہ سے بورڈر
التجہیزیہ	۷۷۵۴	۳۳۰	داخلیہ ۵۲ خارجیہ ۹۰	۱۹ ۸	۱۸۵	۰	خارجیہ سے غیر بورڈر
بنیان	۳۲۸۳	۲۹۸	داخلیہ ۹۹ خارجیہ ۸۱	۱۴ ۹	۱۱۸	۰	مراد ہیں
اسکندریہ	۱۳۹۸	۲۱۴	۱۰۹	۱	۶۹	۰	
المنصورہ	۱۲۹۴	۱۴۳	۸۰	۱	۷۱	۰	۰

پرائیویٹ اسکول

ان سرکاری مدرسوں کے سوا ۲۰۱ پرائیویٹ اسکول ہیں جنکا طریقہ تعلیم اور کورس بالکل سرکاری مدرسوں کے مطابق ہے اور امتحانات وغیرہ بھی سررشتہ تعلیم کی نگرانی میں ہوتے ہیں سنہ ۱۸۹۹ء میں ان اسکولوں کا خرچ سالانہ ۳۳۰۰ پونڈ تھا جو کم وبیش ایک لاکھ پچیس ہزار روپیہ کی برابر ہے۔ طالبعلموں کی تعداد سنہ ۱۸۹۸ء میں ۳۳۰۶۳ تھی۔

طلبا کی تعداد

مدارس اور طالبعلموں کی تعداد ہر سال ترقی کرتی تھی چنانچہ سنہ ۱۸۹۱ء میں پرائیویٹ اسکولوں کی تعداد بڑھ کے ۳۰۱ ہو گئی جس میں دس ہزار تیرہ سو طالبعلم تعلیم پاتے ہیں۔ اسی طرح اس سنہ میں سرکاری مدارس کے طالبعلموں کی تعداد ۷۰۳۰ اور فیس کی آمدنی ڈھائی لاکھ سے زیادہ ہو گئی[1]۔

مصر کی اصطلاح میں تعلیم کے تین درجے قرار دیئے گئے ہیں۔

ابتدائی جس میں چار صفیں ہیں۔ اور اسکی کل خواندگی ہمارے یہاں کے مڈل کلاس کی برابر ہے۔ تجہیزی ابتدائی کے بعد شروع ہوتی ہے۔ اس میں پانچ کلاسیں ہیں اور اسکی خواندگی ہمارے یہاں کے انٹرنس کی برابر ہے۔

[1] خدیو حال کو تعلیم کی ترقی کا نہایت خیال ہے چنانچہ سنہ حال یعنی سنہ ۱۹۰۳ء کے اس اجلاس میں جس میں سلطنت کا بجٹ پیش ہوا تھا۔ خدیو موصوف نے خاص تعلیمات کے صیغے کے متعلق جو گفتگو کی اسکے بعض فقرے یہ تھے سررشتہ تعلیم کی وسعت اور ترقی کی نہایت ضرورت ہے چنانچہ میں نے اس سال رقم سابق پر بارہ ہزار پونڈ (قریباً دو لاکھ روپیہ) کا اضافہ منظور کیا ہے تعلیم کی طرف لوگوں کا میلان روز بروز بڑھتا جاتا ہوا اسی سال بہ نسبت اور سالوں کے پندرہ سو لڑکے کالج اور اسکولوں میں زیادہ داخل ہوئے ہیں جو مدرسے بند ہوگئے تھے میں نے دوبارہ انکے جاری ہونیکا حکم دیا علی پاشا کی وہ یادداشت جس میں انہوں نے پانسو ابتدائی مکتبوں کا دیہات و قصبات میں کھولا جانا تجویز کیا تھا میں نے اسکی طرف توجہ مائل کی ہے اور میں اس تجویز کو بالکل پورا کرنا چاہتا ہوں ۔۔۔ وہ یہ حال آپ لوگ تعلیم کی طرف سے مطمئن رہیئے میں اس صیغے کو بہت قوت دوں گا۔

خصوصی یعنی لاکلاس اور دار العلوم وغیرہ۔
مدارس تجہیزیہ میں فرنچ یا انگریزی کی بھی تعلیم ہوتی ہے۔ اور ۱۸۸۸ء سے یہ قاعدہ قرار دیا گیا ہے کہ ان مدرسوں
میں تاریخ جغرافیہ۔ علوم طبیعیہ۔ لازمی طور پر فرنچ یا انگریزی زبان میں پڑھائی جائیں۔ ان زبانوں کی ترقی
کیلیے سررشتہ تعلیم نے یہ حکم جاری کیا کہ انکی تعلیم صرف یورپین پروفیسروں کے ذریعہ سے دلائی جائے
اس سے پہلے چونکہ فرنچ کا اثر زیادہ تھا اس لیے فرنچ پڑھنے والے طلبا کی تعداد زیادہ تھی چنانچہ ۱۸۸۹ء میں
انکی تعداد ۲۵۰۰ تھی اور انگریزی خوان صرف ۸۰۰ تھے لیکن اب انگریزی خوان کی تعداد دو ہزار سے زیادہ
ہے اور فرنچ پڑھنے والوں کی تعداد قریبًا وہی ہے جو ۱۸۸۹ء میں تھی۔
اب ہم بڑے بڑے کالجوں اور بعض اسکولوں کا ذکر کسی قدر تفصیل کے ساتھ کرتے ہیں۔

دار العلوم

مصر اور نہ صرف مصر بلکہ تمام ممالک اسلامیہ میں جو کالج مجکو سب سے زیادہ پسند آیا اور جسکو میں نے
مسلمانوں کے درد کیلیے کافی سمجھا وہ یہی کالج ہے اور میرا ہمیشہ یہ خیال ہے اور میں نہایت مضبوطی سے اسپر قائم
ہوں کہ مسلمان مغربی علوم میں گو ترقی کے کسی رتبہ تک پہونچ جائیں لیکن جب تک اُن میں مشرقی تعلیم کا
اثر نہ ہو انکی ترقی مسلمانوں کی ترقی نہیں کہی جاسکتی۔ بے شبہ مشرقی تعلیم کی موجودہ اسکیم ہے وہ نہایت
ابتر اور غیر ضروری ہے لیکن اسی تعلیم میں ایسی چیزیں بھی ہیں جو مسلمانوں کی قومیت کی روح ہیں اور جس
تعلیم میں اس روحانیت کا مطلق اثر نہ ہو وہ مسلمانوں کے مذہب۔ قومیت۔ تاریخ۔ کسی چیز کو بھی
زندہ نہیں رکھ سکتی۔
جس مصیبت کا ہندوستان میں رونا ہے۔ وہی قسطنطنیہ۔ بیروت۔ اور مصر میں بھی موجود ہے یعنے
نئی تعلیم میں قومیت اور مذہبی پابندی کا اثر کم ہے۔ اور پرانی تعلیم اس قابل نہیں کہ دنیا کی موجودہ ضرورتوں کا
ساتھ دے سکے۔ صرف ایک یہ دار العلوم ہے جو دونوں ڈانڈوں کو ملانا چاہتا ہے۔ اگرچہ افسوس ہے کہ
ابھی پورا کامیاب نہیں ہوا اس کالج کا اول جسکو خیال آیا وہ علی پاشا مبارک مصر کا ایک روشن ضمیر
ہے جسنے خود مشرقی اور مغربی تعلیم دونوں حاصل کی ہیں اور یورپ کی متعدد زبانیں جانتا ہے۔ وہ کسی زمانہ میں مصر
کے سررشتہ تعلیم کا افسر رہ چکا ہے۔ اسکی تاریخ تصنیفات تمام ممالک اسلامیہ میں پھیلی ہوئی ہیں اور درحقیقت
نہایت مفید ہیں۔ اُسنے جامع ازہر کی طرز تعلیم کی بھی اصلاح کرنی چاہی تھی۔ لیکن ازہر کے شیوخ

راضی ہوئے غالباً اس کے بعد اُس نے کالج کی بنیاد ڈالی۔

اول اول اس کالج کا ظاہری مقصد یہ قرار دیا گیا کہ اس کے تعلیم یافتہ۔ مدارس سرکاری کی مدرسی کے لیئے انتخاب کئے جائیں لیکن ۱۸۹۸ء میں گورنمنٹ کی اجازت کے مطابق سررشتہ تعلیم نے یہ قاعدہ منظور کیا کہ اسکے سند یافتہ جج۔ اور قاضی و مفتی مقرر ہوسکیں۔ اس کے ساتھ کورس میں دینیہ و علوم اضافہ کئے گئے اور ایک کمیٹی نے جسکا پریسیڈنٹ جامع ازہر کا شیخ الشیوخ تھا اسکے کورس کے لیے کتابیں منتخب کیں۔

اس کالج میں داخل ہونے کی ضروری شرط یہ ہے کہ طالب علم مشرقی علوم میں سے نحو۔ صرف۔ فقہ اصول فقہ تفسیر۔ حدیث۔ مناسب استعداد رکھتا ہو۔

تعلیم کی کل مدت چار برس ہے اور جو علوم پڑھائے جاتے ہیں اور جس طرح ہر ہفتہ میں انکے درس مقرر کئے گئے ہیں انکی تفصیل نقشہ ذیل سے معلوم ہوگی۔

علوم جو پڑھائے جاتے ہیں	پہلا سال	دوسرا سال	تیسرا سال	چوتھا سال
فقہ	ہفتہ میں ۵ سبق	ہفتہ میں ۵ سبق	ہفتہ میں ۵ سبق	ہفتہ میں ۵ سبق
تفسیر	۰	۰	۲	۲
تاریخ طبیعی	۲	۲	۰	۰
علوم بلاغت	۲	۲	۰	۰
اصول فقہ	۰	۰	۲	۲
حکمت عملیہ	۱	۰	۰	۰
جبر و مقابلہ و حساب	۴	۴	۴	۴
جغرافیہ	۲	۲	۲	۲
تاریخ عمومی	۱	۱	۱	۱
فن انشائے عربی	۳	۳	۴	۴
مختلف خطوط	۴	۴	۴	۴
تصویر کشی	۱	۱	۰	۰
ادبیات لغت عربیہ	۰	۰	۳	۳

تقویم جغرافی	۰	۰	۱	۱
طبیعیات و کیمیا	۰	۰	۳	۳
حدیث، کلام، منطق	۰	۲	۱	۰
نحو، صرف، رسم خط، عروض، قوافی	۳	۲	۰	۰

چونکہ اس کالج میں وہی طلبا داخل ہو سکتے ہیں جو علوم عربیہ اور ادب فقہ و حدیث سے واقف ہوں اور اس قسم کے طلبا وہی ہو سکتے ہیں جنہوں نے قدیم طریقے پر تعلیم پائی ہو اس کالج میں طالبعلموں کی تعداد بہت کم ہے۔ اگرچہ سررشتۂ تعلیم نے اسی لحاظ سے اس کالج میں کچھ فیس نہیں مقرر کی بلکہ بجائے اس کے ہر طالب علم کو پندرہ روپیہ ماہوار وظیفہ ملتا ہے ایک وقت کھانا کھانا بھی کالج ہی سے ملتا ہے طالب علموں کے لیے جو لباس مقرر کیا گیا ہے وہ بھی وہی قدیم مولویانہ لباس ہے۔ جو لوگ یہاں سے تعلیم پا کر نکلتے ہیں اچھے اچھے عہدوں پر ممتاز بھی ہوتے ہیں۔ یہ سب کچھ ہے لیکن جن لوگوں کو پرانی تعلیم نے ایک دفعہ بھی چھو لیا تمام عمر کے لیے انکو علوم جدیدہ سے وحشت ہو جاتی ہے حالانکہ یہ علوم عربی زبان ہی میں تعلیم دیئے جاتے ہیں۔ میں نے جب اس کالج کو دیکھا تو اس میں ۸۰ طالب علم تھے جن میں سے اکثر جامع ازہر کے تعلیم یافتہ تھے۔

طریقۂ درس

درس کا طریقہ بھی یہاں خاص ہے۔ استاد شاگردوں کسی کے ہاتھ میں کتاب نہیں ہوتی۔ استاد زبانی لکچر دیتا ہے اور اس وسعت اور فصاحت سے تقریر کرتا ہے کہ خود دل پر نقش ہو جاتی ہے اسی لحاظ سے مصر کے نہایت نامور علما اسکی پروفیسری کے لیے انتخاب کیے گئے ہیں مثلاً شیخ حمزہ فتح الله پروفیسر ادب، شیخ حسن الطویل معلم الحدیث، ڈاکٹر عثمان بک پروفیسر تاریخ طبعی یہ سب مصر کے مشہور علما ہیں اور انکی تصنیفیں نہایت قدر کے قابل خیال کی جاتی ہیں مصر میں آج جو لوگ عربی کے نامور انشا پرداز ہیں اکثر اسی کالج کے تعلیم یافتہ ہیں ادب کا جو کورس مقرر کیا گیا ہے وہ کوئی خاص کتاب یا چند کتابوں کا انتخاب نہیں ہے۔ بلکہ عربی لٹریچر کے وہ تمام نادر حصے جن کو فن ادب کی جان کہنا چاہیئے۔ اسی طرح تفسیر میں صرف اُن آیتوں کا درس ہوتا ہے جو بلحاظ بلاغت یا اخلاق یا مسئلہ کلام کے زیادہ اہم بالشان ہیں چنانچہ ۱۸۹۰ء میں جو نصاب تعلیم مقرر کیا گیا اُس میں ان تمام مقامات کی تفصیل کر دی گئی ہے اور وہ سرکاری مطبع میں چھپکر شائع ہو گیا ہے۔

ادب اور فقہ کے درس میں خود بھی شریک ہوا تھا۔ دونوں پروفیسروں نے جس فصاحت اور
ذوبی سے تقریر کی اب تک میرے دل میں نقش ہو کاش ہمارے یہاں کے علما بھی اس طریقے کی
تقلید کرتے ہیں۔ طالب علموں کی استعداد کا حال اس سے ظاہر ہوگا کہ جس وقت ہم کالج کی سیر کر رہے
تھے احمد بک نظیم نے جو کالج کے سکرٹری ہیں ایک طالب العلم کو جس کا نام احمد قوصی تھا بلایا اور اس سے
کہا کہ قلم دوات لیکر بیٹھ جاؤ اور اسی وقت انکی شان میں (میری طرف اشارہ کرکے) کچھ اشعار
لکھو وہ سامنے ایک بنچ پر بیٹھ گیا اور یہ اشعار لکھ کر سنائے۔

یحیی الحة شبلی المعالی	لقد وفقت الی ری وعلو قدر
وقد اولیتنا شرفا وفضلا	بتشریف زیارة ارض مصر
فلا زلتا نراك بكل انس	تزید تفضلا ونزید شكرا

اگرچہ شبلی المعالی کی ترکیب بے جوڑ ہے اور دوسرے شعر میں اقوار ہے تاہم خوبی زبان و برجستگی
ادا کے لحاظ سے میں نے بہت داد دی۔

مدرسۃ الحقوق

داخلے کے شرائط

اس کالج میں قانون کی تعلیم ہوتی ہو اور یہاں کے سند یافتہ سول سروس عہدوں پر مامور ہوتے
ہیں۔ اس کالج میں داخل ہونے کی ضروری شرطیں یہ ہیں کہ طالب علم کی عمر ۱۶ برس سے زیادہ ہو
تجہیزی تعلیم (انٹرنس کلاس) کی سند رکھتا ہو۔ چال چلن اچھا ہو۔ چیچک کا ٹیکا لگ چکا ہو۔ تندرستی
اچھی ہو۔ داخلہ کے وقت ایک خاص امتحان تحریری و تقریری لیا جاتا ہے۔ تحریر میں فرنچ اور عربی کی
زباندانی کے متعلق سوالات ہوتے ہیں اور تقریر میں انکے علاوہ تاریخ و جغرافیہ بھی داخل ہو۔ اس
امتحان میں کامیاب ہو جانے کے بعد اسکو اپنے باپ یا کسی مربی کا ایک خط پیش کرنا ہوتا ہے جسکے یہ الفاظ ہو
تے ہیں کہ کالج سے خارج اوقات میں میں اس لڑکے کے چال چلن کا ذمہ دار ہوں گا۔ ان تمام باتوں کے
بعد ۵ اپونڈ یعنی کم و بیش ۷۰ روپیہ بطور فیس کے داخل کرنے ہوتے ہیں اور اسی وقت طالب علم کالج میں
داخل کر لیا جاتا ہو۔ تعلیم کی مدت چار برس ہو اور مضامین جو تعلیم میں داخل ہیں حسب ذیل ہیں۔
سال اول۔ عربی۔ فرنچ۔ ترجمہ۔ مشکل اور فاتر لیعنی املا و تحریر۔ شریعت اسلامیہ قانون قضا
عدالت۔ عام قانون اور پالٹکس کے اصول عام۔

سال دوم۔ علاوہ مضامین بالا کے رومن لا۔ قانون فوجداری

سال سوم۔ ایضاً " پولیٹیکل اکونمی۔ تعزیرات۔ مرافعات۔ مدینہ و تجاریہ۔

سال چہارم شریعت اسلامیہ۔ پولیٹیکل اکونمی مرافعات۔ قانون تجارت۔ قانون عدالت خاص سلطنت کا قانون

ہر سال مختلف مضامین میں امتحان لئے جاتے ہیں اور یہ تمام امتحانات اور انچہ امتحان فرنچ زبان میں ہوتا ہے۔ صرف شریعت اسلامی کا امتحان عربی زبان میں ہوتا ہے طالب علموں کو جب کسی قدر قانونی استعداد حاصل ہو جاتی ہے تو مجسٹریٹ اور دوسری عدالتوں میں کارروائی سے واقف ہونے کے لئے بھیجے جاتے ہیں۔ اور حکم ہوتا ہے کہ مقدمات کا خلاصہ لکھیں۔ خود کالج میں بھی عدالت کی مسلیں منگائی جاتی ہیں اور طالب علموں سے انکے متعلق تحریری دعویٰ بیانات تحریری۔ اور شہادت سوالات جرح۔ اور فیصلہ مقدمہ کی مشق کرائی جاتی ہے۔ میں نے اس کالج کی اصلاح میں کالج کا سکرٹری ایک فرنچ ہے وہ تو عربی سے بالکل ناواقف ہے لیکن اسکا نائب ایک نوجوان مسلمان ہے جو نہایت لائق شخص ہے اور متعدد زبانیں جانتا ہے۔ وہ کالج کا پروفیسر بھی ہے اور فرنچ زبان میں نہایت عمدگی سے لکچر دیسکتا ہے مجھکو اپنے کلاس میں لے گیا اور کہا آج فرنچ میں لکچر دینے کا دن تھا۔ لیکن میں تمہاری خاطر سے عربی میں لکچر دونگا چنانچہ تعزیرات کے اصول پر کھڑے ہو کر لکچر دیا اور نہایت فصاحت اور روانی سے تقریر کی تمام کلاسوں میں جسقدر لڑکے تھے پاکیزہ صورت اور پاکیزہ لباس تھے اور انکے چہرے سے متانت اور وقار ٹپکتا تھا

مدرسۃ الترجمہ

مصر میں چونکہ فرنچ اور انگریزوں کا بہت اثر ہے اور تمام بڑے بڑے ملکی عہدے انھیں دونوں قوموں کے ہاتھ میں ہیں مصریوں کو انکے ساتھ تعلق رکھنے اور انکی ماتحتی میں کام کرنے کیلئے فرنچ اور انگریزی زبان سیکھنی پڑتی ہے۔ اس کالج کے قائم کرنے کی اصلی غرض اسی قدر تھی اور اسی وجہ سے وہ ابتدا میں زبان دانی کی تعلیم پر محدود تھا اور ایک معمولی اسکول کہا جا سکتا تھا۔ لیکن ۱۸۹۹ء میں اسکی اسکیم بہت وسیع کر دی گئی اور چار پروفیسر اور بڑھائے گئے جن میں ایک فرنچ ہے۔ عربی۔ ترکی۔ فرنچ۔ انگریزی زبانوں کے علاوہ مضامین ذیل کی تعلیم بھی ضروری قرار دی گئی جغرافیہ۔ تاریخ۔ حساب۔ ہندسہ۔ جبر مقابلہ۔ علوم طبیعیہ۔ کیمیا۔ فقہ۔ توحید۔ یہ تمام مضامین بجز فقہ و توحید کے فرنچ میں پڑھائے جاتے ہیں۔ اور بعض مضامین انگریزی زبان میں بھی اس کالج نے جس طرح مصر کو ملکی۔

ضرورتوں کے لحاظ سے فائدہ پہونچایا ہے علمی ترقی کے لیے بھی وہ نہایت مفید ثابت ہوا ہے مصر کی
علمی زبان اب تک عربی ہے اور غالباً ہمیشہ رہیگی۔ کالجوں میں جو کتابیں پڑھائی جاتی ہیں عموماً فرنچ سے
ترجمہ کی گئی ہیں۔ ایک خاص محکمہ اس غرض سے قائم کیا گیا ہے کہ فرانس میں ڈاکٹری وغیرہ کی جو نئی عمدہ
تصنیف شائع ہو فوراً ترجمہ کر لیا جائے۔ اور کالجوں کے کورس میں داخل کی جائے چنانچہ اس وقت تک
سیکڑوں کتابیں ترجمہ ہو کر شائع ہوتی جاتی ہیں ان تمام ضرورتوں کو اسی کالج نے پورا کیا ہے۔

مدرسۃ الطب

علم الحیوانات و نباتات

یہ ایک بڑا کالج ہے اور اس کا سالانہ خرچ ایک لاکھ سے زیادہ ہے کالج کی عمارت نہایت وسیع ہے اور مختلف
مضامین کی تعلیم کے لیے کثرت سے جداگانہ بڑے بڑے کمرے مخصوص ہیں تشریح کے لیے جو کمرہ ہے وہ نہایت
وسیع ہے اور اس میں ہر وقت بہت سی لاشیں موجود رہتی ہیں جن پر تشریح کے تجربے عمل میں آتے ہیں ۱۸۸۹ء
میں سرجری و جراحی کی تعلیم کیلیے اسکے متعلق جداگانہ کارخانہ کھولا گیا۔ علم الحیوانات کی تعلیم ایک وسیع مکان
میں ہوتی ہے جسمیں مختلف قسم کے جانور نہایت کثرت سے موجود ہیں کالج کے احاطہ میں ایک باغ ہے جو
علم نباتات کی غرض سے تیار کیا گیا ہے اور اسمیں سیکڑوں مختلف اقسام کے نباتات ہیں جنکی پرداخت نہایت
اہتمام و نگرانی میں کیجاتی ہے علم الکیمیا بھی اسکی تعلیم کا ضروری جزو ہے ۱۸۸۸ء تک اسکی تعلیم صرف
نظری طریقے پر ہوتی تھی ۱۸۸۸ء میں عملی تجربوں کیلیے کالج کی عمارت میں متعدد بڑے بڑے کمرے اور
اضافہ کیے گئے اور ۱۸۹۰ء میں گیس وغیرہ اور جو چیزیں عملی تجربے کے لیے ضروری تھیں اس میں مہیا کی
گئیں۔ ہر سال اس کالج سے ایک گروہ کثیر تعلیم پاکر نکلتا ہے جنمیں سے بعض تکمیل کیلیے یورپ بھیجے جاتے ہیں۔

یورپ کی طبی کتابوں کا ترجمہ

تمام کتابیں جو اس کالج کی نصاب تعلیم میں داخل ہیں عربی زبان میں ہیں اور فرنچ وغیرہ سے ترجمہ کی گئی ہیں
چونکہ یورپ میں ہمیشہ اور علوم و فنون کیطرح علم طب بھی روز افزوں ترقی کرتا جاتا ہے اور ہر سال اس کے
مسائل میں بہت سی نئی معلومات کا اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ اس لیے ایک کمیٹی خاص اس غرض سے مقرر ہے
کہ اس قسم کی جو کتاب فرنچ وغیرہ میں شائع ہو اسی وقت عربی زبان میں ترجمہ کر لیجائے۔ اور اس کالج کے کورس
میں داخل کیجائے۔ اس طریقے سے علم طب کے متعلق ترجمہ شدہ کتابوں کا ایک بڑا ذخیرہ تیار ہو گیا ہے جسکی
تعداد کتبخانہ خدیوی کی فہرست سے معلوم ہو سکتی ہے مصر کے علما نے بہت سی کتابیں اس فن میں خود بھی
تصنیف کی ہیں۔ اور یونانی و موجودہ طبابت میں محاکمہ بھی کیا ہے۔ کاش ہمارے ملک کے اطبا جو انگریزی

نہ جاننے کی وجہ سے یورپ کی تحقیقات سے محروم ہیں - ان جدید تصنیفات کو ہم پہونچاتے اور انسے مستفید
ہوتے - لیکن ہماری قوم میں یہ ہمت کہاں! حالانکہ سچ پوچھیے تو یہ کچھ ہمت کی بات بھی نہیں -
اس کالج میں کل ۱۰ پروفیسر ہیں جن میں سے تین یوروپین اور باقی مصری ہیں -

بقیہ کالج اور اسکول

ان کالجوں کے سوا اور متعدد کالج انجینری - صناعی - وغیرہ کے ہیں اور ترقی کی حالتیں ہیں

انجینرنگ کالج

انجینرنگ کالج میں جو علوم و فنون پڑھائے جاتے ہیں اور اسکے داخلہ امتحان کے متعلق جو قواعد ہیں
ایک جداگانہ رسالے میں چھاپے گئے ہیں جس کے مضمون کی تعداد ۱۰ ہے۔ اس کے دیکھنے سے معلوم
ہوتا ہے کہ تعلیم کی اسکیم نہایت اعلیٰ درجہ کی ہے مگر جب اس کالج میں گیا تو پرنسپل نے نہایت شکایت کی کہ
موجودہ ڈائرکٹر پبلک انسٹرکشن نے اس کالج کو نہایت نقصان پہونچایا ہے۔ اس سے قبل یہاں کا کورس بھی بعینہٖ
جو فرانس کے انجینرنگ کالج کا ہے اور اسی غرض سے تمام مضامین فرنچ زبان میں پڑھائے جاتے تھے - لیکن حال
کے ڈائرکٹر نے حکم دیا ہے کہ تمام مضامین انگریزی میں پڑھائے جائیں اور ہندوستان کے رڑکی کالج کی تقلید
کی جائے - پرنسپل صاحب کہتے تھے کہ رڑکی کی مستعملہ کتابیں یہاں منگوائی گئیں میں نے انکو دیکھا وہ یہاں
کے موجودہ کورس سے نہایت کم رتبہ کی کتابیں ہیں - مگر افسوس ہے کہ ہمکو اسکی تعمیل پر مجبور کیا جاتا ہے

صنعت کا مدرسہ

مدرسۃ الصنائع جسمیں صنعت اور حرفت کی تعلیم ہوتی ہے اور جسکا سالانہ خرچ ایک لاکھ سے زیادہ ہے
نہایت ترقی کی حالت میں ہے - نجاری - حدادی وغیرہ صنعتیں سکھائی جاتی ہیں علمی طریقہ سے
سکھائی جاتی ہیں - اور اس بنا پر کوئی طالب علم جبتک تعلیم ابتدائی درجہ مڈل کی برابر نہ حاصل کرچکا ہو
اسمیں داخل نہیں ہوسکتا - عربی و فرنچ و انگریزی زبانوں کے علاوہ - علوم ریاضیہ - مشین - کیمیا - طبیعات
کے ابتدائی حصے بھی پڑھائے جاتے ہیں - ہر روز تین گھنٹہ ان نظری علوم کی تعلیم ہوتی ہے - اور سات
گھنٹے مختلف صنعتوں کی عملی مشق کرائی جاتی ہے - سررشتہ تعلیم نے رپورٹ کی ہے کہ اس مدرسے
نے نہایت ترقی کی ہے - اور جو چیزیں وہاں تیار کی جاتی ہیں تعجب انگیز ہیں -

عام مدارس

عام اسکول بھی کثرت سے ہیں - مدارس تجہیزیہ دو ہیں - توفیقیہ - تجہیزیہ توفیقیہ کا سالانہ خرچ ایک لاکھ
سے زائد ہے اور قریباً چار سو طلبا اس میں تعلیم پاتے ہیں - اس میں ابتدائی بھی شامل ہے اس مدرسے
کا مکان نہایت خوبصورت اور خوش فضا ہے خدیو مصر نے شاہی عمارتوں میں سے ایک وسیع

مکان جسکا نام قصر النزہتہ ہے۔ مدرسہ کو عنایت کیا اور چونکہ اسکی وضع تعلیمی اغراض کے مناسب نہ تھی
پچاس ہزار روپیہ اس غرض کیلیے اور عنایت کیے کہ حسب ضرورت اسمیں ترمیم و اصلاح کیجائے چنانچہ
سکرٹری مدرسہ کی ہدایت کے مطابق اسکی عمارت میں ترمیم اور اضافہ کیا گیا چونکہ مدرسہ میں تعلیم
کے تین درجے تھے۔ قسم خاص۔ ابتدائی۔ تجہیزی۔ ان تینوں کے لیے جداگانہ عمارتیں تعمیر ہوئیں اور
۵۰۰ طالبعلموں کے لیے بورڈنگ کے کمرے بنائے گئے۔ مدرسے کے متعلق دو بڑے بڑے
کمرے تصویر کشی اور کیمسٹری کی مشق کے لیے ہیں اور نہایت خوشنما ہیں۔

مدرسہ تجہیزیہ

تجہیزیہ اسکا سالانہ خرچ کم و بیش دو لاکھ ہے۔ اور چار سو لڑکے اس میں تعلیم پاتے ہیں بورڈر لیا
سی ۲۵ پونڈ یعنی ساڑھے چار سو روپیہ سالانہ فیس لیجاتی ہے۔ بورڈنگ اگرچہ وسیع نہیں اور نہ
طالب علموں کے لیے الگ الگ کمرے ہیں لیکن تمام لڑکے نہایت سلیقہ اور صفائی کیساتھ رہتے ہیں۔
میں جسوقت اس مدرسے میں گیا کھانے کا وقت تھا سکرٹری مدرسہ نے جسکا نام احمد بیک نظیم ہے مجھسے
کہا کہ پہلے کھانے کے کمرے کی سیر کیجیے کمرہ نہایت وسیع اور خوشنما تھا۔ اور دو تین میزیں اور کثرت
سے کرسیاں بچھی ہوئی تھیں کھانے کا طریقہ اگرچہ قسطنطنیہ اور شام کے موافق یعنی چار چار شخصوں
کے آگے ایک ایک پلیٹ تھی چھری کانٹے بالکل نہ تھے۔ تاہم مجکو تعجب بلکہ حیرت ہوئی کہ لڑکے
اس خوبی اور صفائی سے کھاتے تھے کہ انکے ہاتھ مطلق نہیں بھرتے تھے۔ نہ میز کی چادر پر کہیں
دھبہ تھا آپس میں بات چیت کرتے تھے لیکن شور و غل کا کیا ذکر ہے گونج تک نہ تھی۔ دریافت سے
معلوم ہوا کہ مدرسے کے افسروں میں سے دو ایک ہمیشہ طالب علموں کے ساتھ کھانا کھاتے ہیں
اور ہر ہفتے میں کھانا کھانے کی تہذیب و شائستگی پر لکچر دیا جاتا ہے

یورپ میں تعلیم پانے والے

طلبہ جو یورپ میں تعلیم پاتے ہیں۔

مصر میں مدت سے یہ طریقہ جاری ہے کہ ہر سال سلطنت کی طرف سے چند طالب علم تکمیل تعلیم کے
لیے یورپ بھیجے جاتے تھے یہ تعداد اس مناسبت سے ہوتی تھی کہ ہمیشہ تیس طالب علم یورپ
میں موجود رہتے تھے۔ سفر اور وہاں کے قیام کا تمام صرف گورنمنٹ مصر کو برداشت کرنا پڑتا تھا اگرچہ
گورنمنٹ نے نہایت فیاضی سے یہ مصارف برداشت کیے لیکن بدقسمتی سے گورنمنٹ اور ملک کو ابتک
کچھ فائدہ نہ ہوا چنانچہ جو لوگ تعلیم پا کر آئے ان میں ہمارے ہندوستان کیطرح بہت کم ایسے نکلے جو

کسی فن میں کامل ہوں یا اُنکی ذات سے ملک کو کسی قسم کا فائدہ پہونچ سکے آخر سررشتہ تعلیم کے افسر نے اس پر توجہ کی اور غور و تحقیق کے بعد اس نقصان کے اسباب دریافت کئے جنمیں سے ایک بڑا سبب یہ تھا کہ لڑکوں کے انتخاب میں غلطی ہوتی تھی۔ اکثر بڑی عمر کے لڑکے بھیجے جاتے تھے اور چونکہ ابتدائی تعلیم و تربیت عمدہ نہیں ہوتی تھی۔ یورپ کی تعلیم و تربیت کا اثر اُنپر بہت کم پڑتا تھا اُسی وقت سے یہ لازمی قرار دیا گیا کہ آیندہ سے جو لڑکے بھیجے جائیں اُنکی عمر بارہ برس سے زیادہ نہ ہو اس میں ایک یہ مشکل تھی کہ مذہب اور عربی زبان کی تعلیم کا انتظام نہیں ہو سکتا تھا چنانچہ اس لیئے یہ قاعدہ قرار دیا گیا کہ چند علما طالب علموں کے ساتھ جائیں جو عربی زبان اور مذہب کی تعلیم دیتے رہیں یہ طریقہ نہایت مفید ثابت ہوا اور چونکہ ملک نے ان طالب العلموں کی عمدہ مثالیں دیکھیں لوگ اپنی اولاد کو اپنے صرف سے بھیجنے لگے یہانتک کہ سنہ ۱۸۸۸ع میں جسقدر لڑکے یورپ میں تعلیم پاتے تھے اُنمیں ۴۵ گورنمنٹ کی طرف سے اور ۳۲ خود اپنے صرف سے تعلیم پاتے تھے سنہ ۱۸۸۸ع میں جسقدر طالب علم یورپ میں موجود تھے اور جن علوم میں اُنکی تعلیم ہوتی تھی اُنکی تفصیل یہ ہے

حکومت کے صرف سے	اپنے خاص صرف سے	جن مضمونوں میں تعلیم پاتے تھے
۵	۱۶	بیرسٹری
۴	۱۳	ڈاکٹری
۱	۰	امور مالیہ
۲۵	۰	معلمی یا پروفیسری
۰	۲	زراعت
۱۰	۰	بیرسٹری کے لیے تیاری
۰	۱	میکنیکل کالج کے لیے تیاری

ان میں سے جو طالب علموں نے جو سلطنت کی طرف سے وظیفہ پاتے تھے نہایت اعلیٰ درجہ کی ڈگریاں حاصل کیں۔ ایک ان میں رشدی طبوزادہ تھا جسکو بیرسٹری میں ڈاکٹری کی سند ملی ایک لڑکا نامی اسمٰعیل آفندی تھا جو فرانس کے کالج میں پروفیسری کی تعلیم پاتا تھا طبیعات کی امتحان میں تمام کالج میں اُسکا دسواں نمبر رہا حالانکہ کل امیدوار جو امتحان میں شریک تھے ادہ

فرانس کے رہنے والے تھے۔ ایک اور لڑکا جسکا نام عبداللہ تھا اس نے پولیٹیکل اکانمی میں سب سے
اول درجے کا انعام حاصل کیا۔ ان طالب علموں کے سوا چند اور طالب علم انگلستان اٹلی جرمن میں تعلیم
پاتے ہیں۔ ان میں سے بعض کلوں کے بنانے کا کام سیکھتے ہیں اور ان سبکا صرف گورنمنٹ مصر ادا کرتی ہے
یورپ میں تعلیم پانے کے متعلق ۱۸۸۸ء کی رپورٹ میں ڈائرکٹر تعلیم نے ایک نہایت مفید اور
مدلل تقریر لکھی ہے اس میں اہل ملک سے خطاب کیا ہے کہ اگر وہ لوگ چند خاص باتوں کا لحاظ نہ رکھینگے
تو یورپ کی تعلیم سے کچھ فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا جیسا کہ مدت دراز کے تجربے سے ثابت ہو چکا ہے
وہ لکھتا ہے کہ یا تو نہایت کم عمر کے لڑکے بھیجنے چاہییں جو ابتدا سے لیکر انتہا تک یورپ ہی میں تعلیم
پائیں۔ یا اگر بڑی عمر کے ہوں تو ضروری ہے کہ یورپ جانے سے پہلے ایف اے کی سند حاصل کر چکے ہوں۔ ہمارے
ہندوستان میں بھی عام شکایت ہے کہ یورپ کی تعلیم میں جو مصارف کثیر برداشت کیے جاتے ہیں انکا کافی صلہ
نہیں ملتا۔ یہ شکایت بالکل صحیح ہے اور غالباً اسکی وہی وجہ ہے جو مصر کے ڈائرکٹر تعلیم نے بیان کی ہے۔

قدیم تعلیم و جامع ازہر

جامع ازہر کی ابتدا بنا سنہ

یہاں کی قدیم تعلیم۔ دوسرے لفظوں میں جامع ازہر کی تعلیم ہے اس لیے قدیم تعلیم کی کیفیت
بیان کرنے سے پہلے جامع ازہر کے حالات بیان کرنے کافی ہیں۔ یہ وہی جامع ہے جسکی نسبت کہا جاتا ہے کہ کل
دنیا میں اس سے قدیم کوئی یونیورسٹی نہیں ہے یہ ایک جامع مسجد ہے اور قاہرہ میں سب سے پہلے مسجد جو تعمیر ہوئی
وہ یہی ہے۔ فاطمیین مصر میں سے خلیفہ المعز الدین اللہ کے ایک غلام نے جو صقلی کا رہنے والا تھا اور جسکی
قابلیت خداداد سے دولت فاطمیہ کا دست و بازو بن گیا تھا ۳۵۹ھ ہجری میں اس مسجد کی بنیاد ڈالی
اور ۳۶۱ ہجری میں انجام کو پہونچی ۳۷۸ھ میں خلیفہ عزیز باللہ نے مسجد سے متصل طالب علموں کے
لیے کچھ مکانات بنوائے اور ۳۵ طالبعلموں کے لیے وظیفہ مقرر کیا۔ حاکم بامر اللہ نے ۴۰۰ھ ہجری میں
مسجد کی عمارت میں تجدید کی اور اسکے مصارف کے لیے ۱۶۷ دینار مثاقیل سالانہ کی جائداد وقف کی ۷۶۱ھ
میں امیر طواشی نے یتیموں کے لیے ایک خاص مکتب قائم کیا اور اسکے ساتھ عام طلباء مسجد کے لیے بہت
سی جائدادیں وقف کیں۔ رفتہ رفتہ بہت بڑا دار العلوم بن گیا یہاں تک کہ ۸۱۸ھ میں اسکے طالب علموں
کی تعداد ۷۰۰ سے متجاوز تھی جنمیں ہر ملک اور ہر قوم کے اشخاص تھے اور آج تو یہ حالت ہے کہ کثرت طلبا

طالب علموں کی تعداد

کے لحاظ سے تمام دنیا کی کوئی یونیورسٹی اسکی ہمسری نہیں کر سکتی کم و بیش چار پانچ ہزار طالب علم خود

مسجد میں سکونت رکھتے ہیں۔ بہت سے آس پاس کی مسجدوں میں رہتے ہیں لیکن کھانا یہیں سے ملتا ہے غرض ہر قسم
کے طلبا کی تعداد جن کو جامع ازہر سے تعلق ہے بارہ ہزار سے متجاوز ہے۔ ہر ملک کے طالب علموں کیلئے الگ
الگ بالا خانے ہیں جنکو یہاں رواق کہتے ہیں بہت سے طالب العلم بلکہ کثرت سے ایسے ہیں جنکے
لئے مکان یا حجرہ کچھ بھی نہیں مسجد کے صحن میں سیکڑوں بلکہ ہزاروں چھوٹی چھوٹی الماریاں اوپر تلے
چنی ہیں یہی انکے توشہ خانہ ہیں جنمیں وہ اپنے کپڑے اور ضروری اسباب رکھتے ہیں۔ سونے بیٹھنے کے
لئے مسجد کا تمام صحن پڑا ہوا ہے۔ اول اول جب میں اس مسجد کی زیارت کیلئے گیا تو دور سے گونج کی آواز آئی اندر
داخل ہوا تو ہر طرف طالب علم ہی طالب علم نظر آتے تھے۔ جا بجا مدرسین درس دے رہے تھے اور ایک ایک کے
گرد تیس تیس چالیس چالیس کا مجمع تھا۔ یہ حلقے تیس چالیس سے کم نہ تھے اور چونکہ پاس پاس تھے اس لئے
اسقدر شور و غل تھا کہ کان پڑی آواز نہیں سنائی دیتی تھی مجکو خیال ہوا کہ آج کوئی خاص دن ہے اور اس
وجہ سے کثرت سے طلبا جمع ہو گئے ہیں لیکن دو چار روز رہکر یہ معلوم ہوا کہ یہ معمولی حالت ہے مجکو خیال ہوا کہ
اس ہنگامہ میں جمعیت خاطر ایک طرف مدرسین کی آواز بھی طالب العلم کے کان تک پہونچتی ہے یا نہیں

جن جن ملکوں مثلاً شام۔ مغرب۔ جزیرہ۔ عراق۔ بخارا۔ خراسان۔ افغانستان۔ ہندوستان وغیرہ
کے طالب العلموں کیلیے رواق بنے ہیں وہاں کے لوگ ہمیشہ سوداگروں کے ذریعے سے سالانہ کچھ رقم بھیجتے ہیں
جوان طلبا کو جیب خرچ کے طور پر دیجاتی ہے معمولی کھانا خود ازہر سے ملتا ہے لیکن چونکہ صرف روٹیاں
ملتی ہیں اسلئے سالن کا اہتمام انکو خود کرنا پڑتا ہے۔ بہت سے طلبا جنکو چار چار یا پانچ پانچ روٹیاں ملتی ہیں۔
نان بائی کو دو تین روٹیاں دیکر اسکے بدلے سالن لے لیتے ہیں اور اسطرح انکے جیب خرچ پر چنداں بار
نہیں پڑتا۔ روٹیوں کی تقسیم کا طریقہ یہ ہے کہ وقت معین پر طلبا کا ایک گروہ بازار میں جو مسجد کے سامنے ہے
دو رویہ صف باندھ کر کھڑا ہو جاتا ہے اور روٹیاں تقسیم ہونی شروع ہوتی ہیں۔ ایک گروہ کے بعد دوسرا گروہ
آتا ہے اور یہ سلسلہ کئی گھنٹے تک قائم رہتا ہے۔ طالب علموں کی حالتوں میں کوئی تو بہ یارو بال نہیں ہوتا
جس طرح بھیک منگے جو کچھ ملتا ہے ہاتھ پھیلا کر لے لیتے ہیں ان طالب علموں کا بھی یہی حال ہے۔

مدرسین کی تعداد چالیس سے زیادہ ہے۔ مدرس اول جو شیخ الازہر کہلاتا ہے اور جسکی تنخواہ چھ سات سو
ماہوار سے کم نہیں ہوتی نہایت معزز سمجھا جاتا ہے یہانتک کہ خود حکومت اسکا پاس کرتی ہے۔ اس مدرسے کا
مجموعی خرچ دو تین لاکھ روپیہ سالانہ سے کم نہیں سنہ ۱۸۹۴ء میں علاوہ اس رقم کے سررشتہ تعلیم سے دو لاکھ

طالب علموں کے رہنے کا طریقہ

خوراک

تعداد مدرسین

سالانہ کی رقم اور منظور ہوئی۔

مجکو اپنے تمام سفر میں جس قدر جامع ازہر کے حالات سے مسلمانوں کی بدبختی کا یقین ہوا کسی چیز سے نہیں ہوا۔ ایک ایسا دار العلوم جسمیں دنیا کے ہر حصہ کے مسلمان جمع ہوں جسکا سالانہ خرچ دو تین لاکھ سے کم نہو جس کے طالب علموں کی تعداد بارہ ہزار سے متجاوز ہو اسکی تعلیم و تربیت سے کیا کچھ امید ہو سکتی تھی۔ لیکن افسوس ہے کہ وہ بجائے فائدہ پہونچانیکے لاکھوں مسلمانوں کو برباد کر چکا ہے اور کرتا جاتا ہے۔ تربیت و معاشرت کا جو طریقہ ہے اور جسکا میں بھی ذکر کر چکا ہوں اُس سے حوصلہ مندی۔ بلند نظری۔ جوش ہمت غرض تمام شریفانہ اوصاف کا استیصال ہو جاتا ہے۔ میں نے یہاں ایسے طلبا دیکھے ہیں جنکے عزیز اور نہایت قریب عزیز (چچا۔ ماموں وغیرہ) خود اسی شہر میں بڑے بڑے معزز عہدوں پر ہیں اور ان کی تمام ضروریات کے متکفل بھی ہیں تاہم چونکہ یہ طلبا ازہر میں رہتے ہیں۔ اس لیے انکو عام بازار میں ہاتھ پھیلا کر روٹیاں لینے میں شرم نہیں آتی۔ طالب علموں کی دنائت اور پست حوصلگی کا یہ حال ہے کہ بازار سے پیسے کی ترکاری خریدتے ہیں تو کنجڑے کو قسم دلاتے جاتے ہیں کہ ہذا بن سیدنا الحسین یعنی تجکو امام حسین کے سر کی قسم واجبی قیمت بتانا! کیا اس قسم کے تربیت یافتہ لوگوں سے یہ امید ہو سکتی ہے کہ وہ اسلام کی عظمت و شان بڑھائینگے؟ ہمارے ملک میں جو اس قسم کے مدرسے ہیں آزہر اُنسے بھی گیا گزرا ہے۔

اس سے زیادہ تر افسوس تعلیم کی ابتری کا ہے یہاں مستقل اور اصلی طور پر صرف فقہ و نحو کی تعلیم ہوتی ہے اور دونوں کیلئے آٹھ آٹھ برس مقرر ہیں منطق۔ فلسفہ۔ ریاضی اور دیگر علوم عقلیہ تو گویا درس میں داخل ہی نہیں اصول فقہ۔ تفسیر۔ حدیث۔ ادب۔ معانی۔ بیان۔ کی تعلیم ہے لیکن اسقدر کم ہے کہ اتنے بڑے دار العلوم کے کسی طرح شایاں نہیں۔ نحو اور فقہ جس پر ایک عمر صرف کی جاتی ہے انکی تعلیم بھی محققانہ اور مجتہدانہ نہیں بلکہ کافیہ وغیرہ کی شرحیں۔ شرحوں کے حواشی اور حواشی کے حواشی پڑھائے اور یاد کرائے جاتے ہیں۔ شیخ خطبان حال میں ایک بزرگ گذرے ہیں انکی ایک شرح ہے۔ اس شرح کو اس قدر مہتم بالشان سمجھا گیا ہے کہ اسکی شرحیں اور شرحوں کی حاشیے درس میں داخل ہیں۔ اور اس تمام سلسلہ کا ضبط و حفظ کرنا بڑا کمال خیال کیا جاتا ہے چونکہ میں نے خود ازہر میں قیام کیا تھا۔ اکثر طلبا سے صحبت رہتی تھی میں انکو نہایت معمولی ناقابل التفات جزئی بحثوں میں مصروف دیکھتا تھا اور افسوس کرتا تھا اسی لغو طریقہ تعلیم کا اثر ہے کہ ایک مدت سے ازہر نے کوئی قابل قدر عالم اور مصنف نہیں پیدا کیا ہے

طلبا کے اخلاق

طلبا سے دریافت کیا کہ شیخ ازہر جو استاد الکل خیال کئے جاتے ہیں انکی کوئی تصنیف بھی ہے انھوں نے بڑے فخر سے کہاں صبان پر بڑے معرکے کے حاشیہ لکھے ہیں۔

زیادہ افسوس یہ ہے کہ تعلیم کسی اصول پر نہیں ہے نہ صف بندی ہے نہ کوئی خاص نصاب ہے نہ امتحان ہوتا ہے نہ ترقی پانے کیلئے کوئی قاعدہ مقرر ہے افسوس پر افسوس یہ ہے کہ ان ابتریوں کی اصلاح کی کوئی تدبیر نہیں۔ علی پاشا مبارک نے جو ایک زمانے میں سررشتہ تعلیم کا افسر تھا کچھ اصلاح کرنی چاہی تھی اس پر ازہر کے تمام علما اسکے دشمن بنگئے اور چونکہ شیخ ازہر کا اثر طلبا پر منحصر نہیں بلکہ تمام ملک اسکو مذہبی پیشوا تسلیم کرتا ہے اس لیے پاشائے موصوف کو اغماض کرنا پڑا۔ از ہر حقیقت میں ایک ملکی طاقت ہے اور خود سلطنت اسکی مخالفت پر باسانی جرارت نہیں کرسکتی۔

کتب خانہ خدیویہ

یہ نہایت عالیشان کتب خانہ ہے۔ اور ترتیب و خوش اسلوبی ترتیب و زینت حسن انتظام خوبی عمارت میں قسطنطنیہ کے تمام کتب خانوں سے بہتر ہے۔ عمارت نہایت شاندار و وسیع ہے اور مختلف حصوں میں منقسم ہے ایک حصہ سیر و مطالعہ کے لئے مخصوص ہے اس میں تین بڑی بڑی کمرے ہیں ایک کمرے میں بہت بڑی لمبی میز ہے جسپر رجسٹر اور فہرست کی جلدیں چنی ہیں۔ ایک کمرہ مطالعہ اور ایک نقل دکتابت کے لیے خاص ہے جو شخص کوئی کتاب لینی چاہے افسر کتب خانہ اسکو ایک چھپا ہوا کارڈ دیتا ہے کارڈ میں مفصلہ ذیل عنوان ہوتے ہیں۔ کتاب لینے والے کا نام مع تصریح سکونت و پیشہ ضامن کا نام (اجنبی شخص کو بغیر ضمانت کے کتاب نہیں ملسکتی) کتاب کا نام اور فن اور یہ تصریح کہ کتاب مطالعہ کے لئے لیتا ہے یا نقل کیلئے۔ تعداد ایام۔ یہ کارڈ خانہ پری کرکے ملازم کتب خانہ کو حوالہ کردیا جاتا ہے اور تھوڑی دیر کے بعد کتاب مطالعہ یا نقل کرنیکے کمرے میں آجاتی ہے۔ یہ طریقہ اگرچہ حسن انتظام کی دلیل ہے لیکن دقت سے خالی نہیں۔

کتاب کے لینے کا متعارف طریقہ

کتابیں جہاں رکھی ہیں۔ وہ بالکل جداگانہ قطعہ ہے جسمیں متعدد کمرے ہیں ایک کمرہ جو نہایت وسیع ہے ہے اسمیں نہایت پر تکلف ترکی قالین بچھا ہے۔ چاروں طرف دیوار سے لگی ہوئی آئینہ دار الماریاں ہیں بیچ میں آئینہ دار میزیں ہیں جنکے اندر قلمی اور نایاب کتابیں کھلی ہوئی رکھی ہیں۔ ان میں ایک قرآن ہے جو ہرن کے چمڑے پر لکھا ہوا ہے اور جسکی نسبت کہا جاتا ہے کہ امام جعفر صادق ؑ کے ہاتھ کا

لکھا ہوا ہو اس کے سوا قرآن مجید کے اور نادر نسخے ہیں جو سلاطین مصر نے آٹھویں اور نویں صدی میں وقف کئے تھے۔

یہ کتب خانہ سنہ ۱۲۸۶ھ میں قائم ہوا اسکی مختصر تاریخ یہ ہو کہ قاہرہ و اسکندریہ وغیرہ میں اس سے بہت سے چھوٹے چھوٹے وقفی کتب خانے تھے اور چونکہ انکی حفاظت کا کافی انتظام نہ تھا کتابیں ابتر اور ضائع ہوتی جاتی تھیں۔ اس لحاظ سے علی پاشا ڈائرکٹر سررشتہ تعلیم کی رپورٹ پر یہ کتبخانہ قائم کیا گیا اور تمام قدیم کتب خانوں کی کتابیں اسمیں داخل کردی گئیں۔ خدیو کے حکم سے علما کی ایک مجلس قائم ہوئی جسکا یہ کام تھا کہ عمدہ اور نادر کتابوں کا پتہ لگائے تاکہ انکی نقلیں لکھوا کر کتب خانہ میں داخل کی جائیں جب کتابوں کا ایک معتدبہ ذخیرہ جمع ہوگیا تو خدیو نے فہرست کی تیاری کا حکم دیا چنانچہ سنہ [illegible]ھ میں یہ فہرست شروع ہوکر سنہ ۱۳۰۹ھ میں انجام کو پہونچی یہ فہرست آٹھ جلدوں میں ہے اور صرف عربی کتابوں کی ہو۔ ترکی۔ اور فرنچ و انگریزی کتابوں کی جدا فہرستیں ہیں۔
نقشہ ذیل سے عربی کتابوں کے متعلق ایک اجمالی اطلاع حاصل ہوگی۔

نام فن	تعداد کتب	نام فن	تعداد کتب
مصاحف مجیدہ	۱۶۱	حدیث	۱۵۰۳
علم قرارت	۸۵	توحید	۵۹۳
تفسیر	۶۴۷	تصوف	۷۰۵
مواعظ	۳۷۷	الفوائد والادعیۃ	۶۴۴
اصول فقہ	۲۲۵	اداب البحث	۲۰۸
فقہ حنفی	۱۴۵۱	فقہ مالکی	۲۳۷
فقہ شافعی	۵۲۰	فقہ حنبلی	۱۳۶
علم الفرائض	۱۳۸	علم صرف	۲۳۸
نحو	۱۰۲۹	بلاغۃ	۲۸۵
علم الوضع	۱۸	علم اللغۃ	۱۶۰
عروض والقوافی	۶۸	علم ادب	۱۲۳۹

تاریخ	۱۱۸۴	ریاضی	۱۸۸
علم الہیئۃ	۱۹	علم المیقات	۵۵۳
علم الحروف والاسرار	۱۸۵	الکیمیاء والطبیعۃ	۹۸
طب	۳۴۴	منطق	۴۵۶
حکمت و فلسفہ	۱۴	فنون متنوعہ	۱۰۹۶

میزان کل ۔ ۱۴۳۵۰

میں اس موقع پر بعض نادر اور نایاب کتابوں کے نام درج کرتا ہوں جو اس کتب خانہ میں موجود ہیں ۔

تفسیر ۔ احکام القرآن لابی بکر الجصاص المتوفی سنہ ۳۷۰ھ ۔ احکام القرآن العربی ۔ احکام القرآن لکیا الہراسی المتوفی سنہ ۵۰۴ھ ۔ اعراب القرآن للنحاس النحوی المتوفی سنہ ۳۳۸ھ ۔ اعجاز القرآن الباقلانی البحر المحیط لابن حیان الاندلسی ۔ البرہان للشیخ ابی الحسن الاوصدی المتوفی سنہ ۵۶۸ھ فی عشر مجلدات ۔ البسیط للواحدی ۔ تنزیہ القرآن للقاضی عبدالجبار المعتزلی ۔ جامع البیان فی تاویل القرآن لمحمد بن جریر الطبری ۲ مجلدات ۔ تفسیر ابن جوزی ۴ مجلدات ۔ تفسیر حافظ عبدالرزاق بن ہمام المتوفی سنہ ۲۱۱ھ ۔ غریب القرآن السجستانی المتوفی سنہ ۳۳۰ھ ۔ غریب القرآن لاحمد بن الہروی المتوفی سنہ ۴۰۱ھ ۔ غریب القرآن لابن قتیبہ قانون التاویل للقاضی ابی بکر ابن العربی الاندلسی المتوفی سنہ ۵۴۳ھ ۔ الکفیل بمعنے التنزیل للعماد الکندی قاضی اسکندریہ المتوفی سنہ ۷۲۰ھ ۔

حدیث ۔ الاحکام الکبریٰ لعبدالحق الاشبیلی ۔ اختلاف الحدیث للامام الشافعی ۔ آداب للامام الحافظ البیہقی ۔ جامع المسانید والقاب لابن الجوزی ۔ الجوہر النقی ۔ الحاوی فی بیان آثار الطحاوی ۔ سنن کبریٰ بیہقی ۔ شرح معانی الآثار للعینی ۔ مسند امام حنبل ۔ مسند امام راہویہ ۔ مسند حافظ ابی عوانہ ۔ مسند حافظ ابو عبداللہ المروزی ۔ مسند حافظ ابونعیم ۔

تاریخ ۔ الاحاطہ فی اخبار غرناطہ ۔ اخبار ابی نواس صرف دو اوراق تھا ۔ ۱۲۰ ۔ اخبار سیبویہ المصری اوراق تھا ۹۳ الامامۃ والسیاسۃ لابن قتیبہ ۔ اوراق صولی ناقص ۔ تاریخ دمشق لابن عساکر ناقص ۔ تاریخ بغداد خطیب ناقص ۔ تاریخ الحکماء لجمال الدین القفطی ۔ طبقات الامم لصاعد الاندلسی ۔ سلم الوصول الی طبقات الفحول لمصنف کشف الظنون ۔ المعجم المصیب فی الرد علی الخطیب ۔ طبقات الحفاظ للذہبی ۔ طبقات کبریٰ

سبکی طبقات الشافعیہ۔ طبقات الشعرا لابن قتیبہ۔ طبقات الفقہا امام ابو اسحٰق شیرازی طبقات ابن سعد تاریخ عینی۔ طبقات حملۃ المذہب لابن الملقن فضائل ابی بکر الصدیق لابن العشاری من اصحاب القرآن الخامس فضائل ابی حنیفۃ النعمان لابن العوام فضائل مصر لابن یوسف الکندی المتوفی سنہ ۳۵۰ھ منقولہ من نسخۃ الاصل لکتبہ لکافور الاخشیدی اللباب فی الانساب لابن الاثیر مناقب الشافعی مختصر منتنا بلا ابن الجوزی واختصار الضالہ۔ مسالک الابصار لابن فضل اللہ مناقب الامام الشافعی للرازی۔ مناقب امام احمد حنبل لابن الجوزی سیرۃ الفاروق لابن الجوزی المنتظم لابن الجوزی۔ نہایۃ الارب للنویری ناقص۔

ادب الاشباہ والنظائر۔ البیان والتبیین للجاحظ جمہرۃ اشعار العرب ابن درید حماسۃ البصریین۔ دیوان حافظ ابن حجر۔ دیوان ابن الرومی۔ دیوان ابن المعتز۔ دیوان ابی نواس۔ دیوان الاعشی۔ ذو الرمۃ۔ دیوان قطامی۔ دیوان قیس بن الخطیم۔ دیوان لبید۔ دیوان المتلمس۔ روضۃ البلاغۃ الزاہر للزجاجی شرح ابن جنی علی المتنبی شرح دیوان ابی تمام للصولی المتوفی سنہ ۳۳۵ھ شرح دیوان جران العود للامام السکری المتوفی سنہ ۲۷۵ھ شرح دیوان حطیئہ شرح مرزوقی علی الحماسہ۔ شرح الحماسہ لابی العلاء المعری شرح دیوان حماسہ لابن جنی شرح دیوان خرنق وہی شاعرۃ جاہلیۃ شرح دیوان زہیر بن ابی سلمٰی للامام ثعلب شرح دیوان زہیر للاعلم الشنتمری شرح دیوان عبید اللہ بن قیس الرقیات للسکری شرح دیوان المثقب العبدی وہو جاہلی۔ شرح المعلقات لابن النحاس شرح المفضلیات لابن الانباری دیوان سراقہ بن مرداس۔ دیوان شماخ۔ دیوان عمر بن ابی ربیعہ شرح دیوان رؤبہ۔ شرح دیوان العجاج دیوان واوا الدمشقی۔

قدیم یادگاریں اور قابل سیر مقامات

آثار قدیمہ کے لحاظ سے کوئی شہر اس شہر کی ہمسری نہیں کرسکتا سچ یہ ہے کہ یہاں کی ایک ایک چیز گویا قدامت کی تاریخ ہے۔ سواد شہر کے ویرانوں میں اسوقت تک سیکڑوں خرف ریزے ملتے ہیں جن پر کئی کئی ہزار برس قبل کے حروف و نقوش کندہ ہیں۔ مجھکو اتنا وقت بلکہ سچ یہ ہے کہ اتنی ہمت کہاں تھی کہ تمام قدیم یادگاروں کی سیر کرتا۔ البتہ چند مشہور مقامات دیکھے اور انہی کے حال پر اکتفا کرتا ہوں۔

اہرام۔ یہ وہ قدیم مینار ہیں جنکی نسبت عام روایت ہے کہ طوفان نوح سے پہلے موجود تھے اور اسقدر

تو قطعی طور سے ثابت ہی کہ یونان کی علمی ترقی سے انکی عمر زیادہ ہی۔ کیونکہ جالینوس نے اپنی تصنیف
میں اسکا ذکر کیا ہی۔ یہ مینار نہایت کثرت سے تھے یعنی دو تین میل میں پھیلے ہوئے تھے۔ صلاح الدین کے
زمانہ میں اکثر ڈھائے گئے۔ ان میں سے جو باقی رہ گئے ہیں اور جنپر خاص طور سے اہرام کا اطلاق ہوتا ہی وہ
تین ہیں۔ جو سب سے بڑا ہی اسکی لمبائی ۴۸۰ فیٹ یعنی قطب صاحب کی لاٹ سے دگنی ہی نیچے کے چبوترہ کا
ہر ضلع ۷۶۴ فیٹ مینار کا مکعب ۸ کروڑ نوے لاکھ فیٹ ہی اور وزن ۶۸ لاکھ ۴۰ ہزار ٹن اسکی تعمیر
میں ایک لاکھ آدمی بیس برس تک کام کرتے رہے جڑائیں ۳۰۔۳۰ فیٹ لمبے اور پانچ پانچ فیٹ چوڑے
پتھر کی چٹانیں ہیں۔ اور چھوٹی سے چھوٹی ہیں ۸ فیٹ کی ہیں۔ اسکی شکل یہ ہی
ایک نہایت وسیع مربع چبوترہ ہی اس پر ہر طرف سے کسی قدر سطح چھوڑکر دوسرا چبوترہ ہی اسی طرح
چوٹی تک اوپر تلے چبوترے ہیں اور ان چبوتروں کے بتدریج چھوٹے ہوتے جانے سے زینوں کی شکل
پیدا ہو گئی ہی تعجب یہ ہی کہ پتھروں کو اس طرح وصل کیا ہی کہ جوڑ یا درز کا معلوم ہونا تو ایک طرف چونہ یا مصالح کا
بھی اثر نہیں معلوم ہوتا۔ انکے استحکام کا یہ حال ہی کہ کئی ہزار برس ہو چکے اور جوڑوں میں بال برابر
فصل نہیں پیدا ہوئی۔ ان میناروں کو دیکھکر خواہ مخواہ تسلیم کرنا پڑتا ہی کہ جرثقیل کا فن قدیم زمانہ میں موجود تھا۔
کیونکہ اسقدر بڑے بڑے پتھر اتنی بلندی پر جرثقیل کے بغیر چڑھائے نہیں جا سکتے اور اگر اس ایجاد
کو زمانہ حال کے ساتھ مخصوص سمجھیں تو جرثقیل سے بھی بڑھکر کسی عجیب صنعت کا اعتراف کرنا پڑیگا۔
ان میناروں میں سے ایک جو سب سے چھوٹا ہی وہ کسی قدر خراب ہو گیا ہی جسکی کیفیت یہ ہی کہ ۵۹۳ھ میں
ملک العزیز (پسر سلطان صلاح الدین) نے بعض احمقوں کی ترغیب سے اسکو ڈھانا چاہا۔ چنانچہ دربار کے
چند معزز افسر اور بہت سے نقب زن اور سنگتراش اور مزدور اس کام پر مامور ہوئے ۸ مہینے تک
برابر کام جاری رہا اور نہایت سخت کوششیں عمل میں آئیں۔ ہزاروں لاکھوں روپیہ برباد کر دئیے گئے
لیکن بجز اسکے کہ اوپر کی استرکاری خراب ہو گئی یا کہیں سے ایک آدھ پتھر اکھڑ گیا اور کچھ نتیجہ نہیں
ہوا مجبور ہوکر ملک العزیز نے یہ ارادہ چھوڑ دیا۔[1]

ابوالہول اہرام کے قریب ایک بہت بڑا بت ہی جسکو یہاں کے لوگ ابوالہول کہتے ہیں اسکا سارا دھڑ
زمین کے اندر ہی گردن اور سر اور دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں چہرہ پر کسی قسم کا سرخ روغن ملا ہی جسکی

[1] اس واقعہ کو عبداللطیف بغدادی نے مصر کی تاریخ میں افسوس کے ساتھ درج کیا ہے ۱۲

اب اس وقت تک قائم ہے۔ ان اعضا کی مناسبت سے اندازہ کیا جاتا ہے کہ پورا قد سا ٹھ گز سے کم نہ ہوگا۔ باوجود اس غیر معمولی درازی کے تمام اعضا ناک کان وغیرہ اس ترتیب و مناسبت سے بنائے ہیں کہ اعضا کے باہمی تناسب میں بال برابر کا فرق نہیں۔ عبد اللطیف بغدادی سے کسی شخص نے پوچھا کہ آپ نے سب سے عجیب تر کیا چیز دیکھی، تو اس نے کہا کہ "ابوالہول کے اعضا کا تناسب کیونکہ عالم قدرت میں جس چیز کا نمونہ موجود نہیں اس میں ایسا تناسب قائم رکھنا آدمی کا کام نہیں"۔

چاہ یوسف

قلعہ۔ یہ قلعہ سلطان صلاح الدین کے عہد کا ہے قلعہ کی اصل عمارت میں نہیں بلکہ اس کا البتہ محمد علی پاشا کی مسجد بھی بڑی شان و شوکت کی ہے چھت اور دیواروں پر طلائی نقش و نگار ہیں تمام مسجد میں نہایت عمدہ ترکی قالینوں کا فرش ہے مسجد کے قریب وہ عجیب و غریب کنواں ہے جس کو عوام نے چاہ یوسف اور زندان یوسف مشہور کر رکھا ہے اور لوگ اس کی زیارت کو جاتے ہیں۔ چونکہ سلطان صلاح الدین کا اصل نام یوسف تھا اس لیے مجاوروں کو عوام کے بہکانے کا اچھا ذریعہ ہاتھ آگیا ہے لطف یہ ہے کہ یہیں ایک قبر بنا رکھی ہے اور اس کو حضرت یوسف علیہ السلام کی قبر بتاتے ہیں۔ مجاور صاحب نے مجھ کو بھی دھوکہ دینا چاہا اور جب میں نے کہا کہ حضرت یوسف یہاں کہاں؟ تو برجستہ فرمایا کہ مجھ کو سہو ہوا یہ اس قیدی کی قبر ہے جو حضرت یوسف کے ساتھ قید خانہ میں داخل ہوا تھا اور انہوں نے خواب کی تعبیر پوچھی تھی۔

یہ کنواں در حقیقت عجیب و غریب ہے اس کے عمق کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ۳۰۰ سیڑھیاں اتر کر اس کی تہ تک گنجائش ملتی ہے سیڑھیاں بڑے پیچ و پیچ سے بنائی گئی ہیں اور راستہ اس قدر تاریک ہے کہ بغیر شمع کے کچھ نظر نہیں آ سکتا۔ چنانچہ جو لوگ اس کی سیر کو جاتے ہیں۔ مجاور شمع لیکر آگے آگے ساتھ ہوتا ہے۔ جگہ جگہ پہنچ کر میں نے کنکری پھینکی۔ تو دیر کے بعد اس کی آواز آئی جس سے معلوم ہوا کہ پانی بہت فاصلہ پر ہے۔

عجائب خانہ

انٹیک خانہ یعنی عجائب خانہ۔ یہ عجائب خانہ محمد علی پاشا خدیو مصر نے سنہ ۱۸۳۵ء میں قائم کیا۔ شہر سے دس بارہ میل کے فاصلہ پر سرکاری باغ ہے جو کئی میل لمبا چوڑا ہے۔ عجائب خانہ اسی میں واقع ہے اس میں بے شمار کمرے ہیں اور نہایت خوبصورتی سے مرتب ہیں۔ یہاں حضرت عیسیٰ سے بہت پہلے کی یادگاریں موجود ہیں۔ تشتریاں۔ پیالے۔ مرتبان۔ اور اس قسم کے سیکڑوں برتن ہیں جن کو کئی کئی ہزار برس کے ہیں سب سے عجیب و غریب وہ لاشیں ہیں جن پر ہزاروں برس گذر چکے اور اب تک اصلی ہیئت کے ساتھ قائم ہیں۔ ان کو عربی میں مومیائی اور انگریزی میں ممی کہتے ہیں۔ قدیم مصریوں کا دستور تھا کہ لاش کو پانچ سو

قدیم لاشیں

کو نشی کی شمع پر تراش کر اس میں مردوں کی لاشیں رکھتے تھے اور خالی جگہ کو چونہ وغیرہ سے بھر کر اوپر کی سطح پر مردہ کی تصویر بنا دیتے تھے۔ لاشوں میں ایک خاص قسم کا مصالحہ لگایا جاتا تھا جسکی وجہ سے بدن سڑنے گلنے سے محفوظ رہتا تھا۔ اس قسم کے بہت سے تابوت یہاں موجود ہیں اور ان ہی کو ممیائی یا ممی کہتے ہیں انمیں سے دو یا تین تابوت کھل گئے ہیں یعنی اوپر کا چونہ اور مصالحہ ہٹ گیا ہے اور اسوجہ سے تمام جسم صاف نظر آتا ہے میں نے بہت غور سے ان لاشوں کو دیکھا۔ باوجود ہزاروں برس گذر چکنے کے جسم پر بوسیدگی کا ذرا بھی اثر نہیں ہے سر کے بال اور ناخن بدستور قائم ہیں انکو دیکھکر دل عجیب متاثر ہوتا ہے اور درحقیقت اسسے بڑھکر عبرت کا مرقع اور کیا ہوگا۔

زندان یوسف

سجن یوسف یعنی حضرت یوسف علیہ السلام کا قید خانہ یہ وہی قید خانہ ہے جسکا ذکر قرآن مجید میں ہے اسلیے حضرت یوسف کے جمال مبارک کیوجہ سے رشک ارم تھا۔ شعر

درچمن بود زلیخا و بحسرت مے گفت ۔۔۔ یا وزنداں کہ در و انجمن آراست بہشت

علامہ مقریزی نے لکھا ہے کہ صحیح روایات اور قرائن سے ثابت ہے کہ حضرت یوسف جس قید خانہ میں قید ہوئے تھے وہ یہی مقام ہے مجکو سخت افسوس ہے کہ میں اس عبرت انگیز اور متبرک مقام کی سیر نکر سکا میں نے اسکا تذکرہ صرف اس وجہ سے کر دیا ہے کہ ہمارے ہموطنوں میں سے اگر کسی کو وہاں پہونچنا ہو تو میری طرح اس کی زیارت سے محروم نہ رہے۔

اسلامی قدیم یادگاریں بھی یہاں کثرت سے ہیں مسجدوں کی تو کچھ انتہا نہیں سیکڑوں بلکہ ہزاروں ہیں ان میں سب سے قدیم جامع عمرو بن العاص ہے جو حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت کی یادگار ہے مشہد حسین ایک مسجد ہے جسکی نسبت مشہور ہے کہ حضرت امام حسین کا سر مبارک اس میں مدفون ہے معلوم نہیں کہ روایت کہاں تک صحیح ہے۔ لیکن یہاں کے عام لوگ اسی بنا پر مسجد کا احترام کرتے ہیں۔ حکومت کی طرف سے بھی اس کے لیے بڑا اہتمام ہے۔ شاندار وسیع اور خوبصورت مسجد ہے اور مکلف اور ساز و سامان نے اور بھی اسکی رونق بڑھا دی ہے۔ تمام مسجد میں بڑی قالین بچھا ہوا ہے اور غالباً بہت جلد جلد بدلا جاتا ہے۔ کیونکہ میں نے جب دیکھا تو کہنگی اور فرسودگی کا مطلق اثر نہ تھا۔

سب سے زیادہ عجیب و غریب مسجد سلطان حسن کی مسجد ہے جو قلعہ کے قریب ہے اس مسجد کی تعمیر میں متصل تین برس تک ہیں لاکھ درہم (پانچ ہزار روپے) روز انہ صرف ہوئے سنہ ۷۵۷ھ میں اسکی تعمیر

شروع ہوئی اور ۷۶۴ھ میں انجام کو پہنچی۔ اسکو مدرسہ سلطان حسن بھی کہتے ہیں کیونکہ اسکے چار طرف بڑے
بڑے ایوان ہیں جنمیں ائمہ اربعہ کے فقہا فقہ و حدیث کا درس دیتے ہیں۔ مورخ مقریزی نے لکھا ہے کہ تمام ممالک
اسلام میں کوئی مذہبی عمارت اس کے مثل تعمیر نہیں ہوئی"۔ اگرچہ میں اس دعویٰ کو تسلیم نہیں کر سکتا لیکن
اس میں شبہ نہیں کہ دنیا کی کوئی مسجد اس قدر بلند اور مرتفع نہیں ہے۔ افسوس اور سخت افسوس ہے ایسی عجیب
و غریب یادگار بالکل ویران ہو رہی ہے رات کو اس میں چراغ تک نہیں جلتا۔ اور دروازہ ہر وقت بند
رہتا ہے میں دروازہ کھلوا کر اندر گیا تو ہر طرف وحشت برستی تھی۔ اسلامی سلطنت میں ایسی عظیم الشان
مسجد کی یہ بے قدری نہایت قابل تعجب ہے۔

مزارات اور مشاہد بھی کثرت سے ہیں اور اُنکے مصارف کے لئے بہت سے اوقاف ہیں۔ حضرت
زینبؓ (امام حسین علیہ السلام کی بہن) حضرت کلثومؓ۔ امام شافعیؒ۔ امام لیثؒ کے مقبرے بڑی عظمت و شکوہ
کے ہیں۔ میں نے امام شافعیؒ کے مزار کی زیارت کی اور مزارات کی زیارت کا بھی ارادہ تھا لیکن وہاں
پہونچکر جو حالت دیکھی اُس سے طبیعت کو وحشت ہوئی اور متاسف ہو کر واپس آیا۔ مصر والوں نے ہفتہ کے
خاص خاص دن قرار دے رکھے ہیں جن میں اُنکے اعتقاد کے موافق حضرت زینبؓ و امام شافعیؒ وغیرہ کی روح
عالم بالا سے اپنے مزارات کی طرف متوجہ ہوتی ہیں ان خاص دنوں کو حضرۃ کہتے ہیں اور جسکے حضرت کا
جو دن ہوتا ہے اُس دن اُنکے مزار پر بڑی بھیڑ ہوتی ہے کثرت سے لوگ زیارت کو آتے ہیں اور قبر کو
بوسہ دیکر اپنی حاجتیں اور مرادیں مانگتے ہیں۔ اُس وقت لوگوں کی جو حالت ہوتی ہے اسمیں شرک
و بت پرستی میں اگر کچھ فرق ہے تو ایسا دقیق ہے کہ مجھ جیسے ظاہر بین کو نظر نہیں آ سکتا تھا۔ مجھکو ہندوستان
ہی کی قبر پرستی کا رونا تھا۔ لیکن مصر پہونچکر تمام اسلامی دنیا کی نسبت یہ شعر یاد آیا ؎

زپائے تا بسرش ہر کجا کہ مے نگرم — کرشمہ دامن دل میکشد کہ جا اینجا ست

قدیم زمانے کے مدرسے جنکا اجمالی ذکر میں نے گزشتہ تعلیم میں کیا ہے اب بھی موجود ہیں لیکن ویران ہوتے
جاتے ہیں۔ راہ چلتے چلتے اتفاق سے ایک مدرسہ میں میرا گزر ہوا اگرچہ وہ ایک محض معمولی مدرسہ تھا لیکن
عمارت خوشنما اور بہت اونچی تھی۔ چاروں طرف طالبعلموں کے رہنے کے کمرے بیچ میں وسیع صحن صحن میں
دو ایک کیاریاں اور کھجور کے چند درخت ہیں۔ غرض اُسکی حالت سے اندازہ ہوتا تھا کہ چھوٹے سے مدرسے
کا ویران ہونے پر یہ حال ہے تو بڑے بڑے مدرسے زیادہ پریشان موزوں اور خوبصورت رہتے ہونگے

المطابع

مطابع اور اخبارات

چونکہ مصر کی مطبوعہ کتابیں تمام ہندوستان میں پھیلی ہوئی ہیں اور عربی کتابوں کے چھاپنے اور پھیلانے میں مصر نے عام ناموری حاصل کی ہے اس لیے ان مطبعوں اور یہاں کے کتب فروشوں کا مختصر تذکرہ بھی ضروری ہے مطابع یہاں کثرت سے ہیں اور بعض بعض قابل تعریف ہیں۔ بالخصوص بلاق کا سرکاری مطبع مطبع الشان مطبع ہے اور صحت و صفائی و خوبی کاغذ و عمدگی مطبع کے لحاظ سے اپنا آپ نظیر ہے۔ یہ مطبع سنہ ۱۸۲۲ء میں محمد علی پاشا کے حکم سے قائم ہوا اور اُسوقت اسمیں چارسو آدمی کام کرتے تھے۔ اب بھی نہایت رونق پر ہے لیکن افسوس اور سخت افسوس ہے کہ پبلک کے مذاق کے خراب ہو جانیکی وجہ سے عمدہ اور نادر المضمون کتابیں کم چھپتی ہیں۔ کتب خانہ خدیویہ میں جو نایاب قلمی کتابیں موجود ہیں انہیں سے اگر سو دو سو کتابیں بھی چھاپ دیجائیں تو دنیا معلومات مفیدہ سے مالامال ہو جائے میں نے بعض روشن ضمیر مطبع والوں سے اس باب میں گفتگو کی۔ اُنہوں نے جواب دیا کہ اس قسم کی کتابیں عام پسند نہیں۔ عام پسند کتابیں البتہ بار بار چھپتی ہیں اور بک جاتی ہیں۔ مثال کے طور پر انھوں نے کہا کہ کتاب الخراج قاضی ابو یوسف جو آٹھ برس سے پہلے چھپی تھی اسکی جلدیں آجتک نہیں نکلیں۔ افسوس اور شرم کی بات ہے کہ کتب خانہ خدیو کی نادر کتابیں یورپ جا کر چھپتی ہیں اور وہاں سے شائع ہوتی ہیں۔ سید عبدالواحد طوبی ایک مشہور تاجر ہیں۔ یورپ والوں نے اُنسے معاملہ کر رکھا ہے وہ اُنکے حسب فرمائش کتابوں کی نقل لکھوا کر یورپ کو بھیجتے ہیں۔ چنانچہ سید عبدالواحد نے مجکو تین چار کتابوں کے قلمی اجزا دکھلائے جو انھوں نے یورپ بھیجنے کے لیے نقل کرائے تھے۔

البتہ مصر کا یہ احسان ہے کہ کتابیں نہایت ارزاں ہیں جنکی وجہ سے انکا نفع بہت عام ہے میں نے بہت سی کتابیں خریدیں جو نولکشوری مطبوعات سے بھی کم قیمت تھیں جن لوگوں کو مصر کی کتابیں مطلوب ہیں انکو چاہیئے کہ براہ راست مصر سے منگوائیں بمبئی سے نہ منگوائیں جہاں کے تاجر چوگنے نفع پر بھی قناعت نہیں کرتے۔ مصر کی کتابوں کے لیے سید عبدالواحد طوبی سے خط و کتابت کریں۔ انکا پتہ یہ ہے مصر۔ [illegible] قریباً الجامع الازھر روپے منی آرڈر کے ذریعہ سے بے تکلف بھیجے جا سکتے ہیں۔

اخبارات جو عربی زبان میں نکلتے ہیں تیس سے اوپر ہیں ان میں المؤید۔ المقطم۔ المقدم۔ الاہرام زیادہ نامآور ہیں۔ انکے علاوہ ۲۵۔۳۰ اخبارات اور رسالے فرنچ اور انگریزی زبان میں

نکلتے ہیں۔
انگریزی گورنمنٹ کی بدولت یہاں کے اخباروں کو آزادی حاصل ہے اس لیے یہ اخبارات ہر قسم کے معاملات پر نہایت آزادی سے لکھتے ہیں اور خوب لکھتے ہیں۔ چونکہ عربی زبان میں پالٹیکس پر بہت کم کتابیں لکھی گئی ہیں اور ہمارے ہندوستان کے علماء اس قسم کے مضامین پر چار سطریں بھی نہیں لکھ سکتے اس لیے بعض بزرگوں کا خیال تھا کہ پالٹیکس کے خیالات اس زبان میں پوری طرح ادا نہیں ہو سکتے لیکن مصر کے اخبارات نے اس خیال کو قطعاً باطل کر دیا ہے۔
ماہوار رسالے بھی متعدد ہیں اور بعض بعض بڑی بڑی قابلیت سے شائع ہوتے ہیں ان میں سے مقتطف اور الہلال زیادہ کامیاب ہیں۔ الہلال ہماری ندوۃ الادب[1] میں آتا ہے۔ آٹھ روپیہ سالانہ قیمت ہے میں سفارش کرتا ہوں کہ اور ارباب ذوق بھی اسکی خریداری فرمائیں اور فائدہ اٹھائیں۔

تھیٹر

تھیٹر یہاں دو تین ہیں۔ ایک سرکاری ہے جو خدیو اسمٰعیل پاشا کے عہد میں تعمیر ہوا تھا یہ بڑے تکلف اور شان و شوکت کا ہے لیکن اس زمانہ میں بند تھا۔ اسلیے میں اسکی سیر نہ کر سکا۔ ایک اور تھیٹر ہے جو کسی عیسائی کا ہے۔ میں نے ایک دفعہ اسکی سیر کی پردہ اور ساز و سامان اچھے ہیں۔ تماشا یہ تھا کہ شہر یا دیا (مجھ کو ان دونوں کا نام یاد نہیں) کی ملکہ اور قیصر روم میں حدود مملکت کے متعلق جھگڑا ہے قیصر نے ملکہ سے بعض نئے ممالک طلب کیے، ملکہ نے انکار کیا۔ اس پر دو تین بار ردو بدل ہوئی یہاں تک کہ جنگ چھڑ گئی اور بڑا معرکہ ہوا عورت جو ملکہ بنی تھی اُسکا لباس بالکل پورپین تھا کمر میں تنگی تلوار تھی اور نہایت زیب دیتی تھی۔ ایکٹ بھی اُسنے خوب ادا کیا تھا۔ قاصد سے قیصر کا پیغام سنکر اُسکا تڑپ کر اٹھنا، تلوار کو جنبش دینا اور پُر غیظ لہجہ میں یہ الفاظ کہنے کیف نرضی بھذا الذل والھوان ساتھ ہی عرب جاہلیت کے چند فخر آمیز اشعار کا پڑھنا واقعی عجیب اثر پیدا کرتا تھا۔ اشعار اسطرح گائے نہیں گئے تھے بلکہ غیظ اور رادو غا کے لہجہ میں ادا کیے گئے تھے۔ لڑائی کے وقت دونوں فوجیں ہاتھوں میں تلواریں لیکر دست بدست لڑیں تلواروں کے وار صاف نظر آتے تھے اور جو لوگ زخمی ہو ہو کر گرتے تھے اُن کی لڑکھڑا[hat]

[1] یہ ایک انجمن ہے جو تمام ہندوستان کے دارالعلوم میں قائم ہے سال ہی قائم ہوئی ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ اسکے ممبر طلباء ہیں جلاس میں صرف طلب مضامین پڑھتے ہیں اور جس قدر تقریر یں ادا ہوتی ہیں عربی ہوتی ہیں بلکہ اسکی تمام کارروائی عربی زبان میں ہوتی ہے شاید تمام ہندوستان میں یہ پہلی مجلس ہے جو قدیم مدارس عربی کو ... کی تعلیم ...

اور بے اختیار زمین پر گرنے سے معلوم ہوتا تھا کہ واقعی زخمی ہو کر گرتے ہیں سب سے زیادہ مجکو جو چیز
پسند آئی وہ یہ تھی کہ اخیر میں سب نے خدیو کی سلامتی کا گیت گایا پورا گیت یاد نہیں مگر یہ الفاظ ضرور
تھے العیش ثم النصر معمن الخدیو المحترم اسمعیل اور متعدد ہم قافیہ ضرور تھے ہر ہر فقرہ
آواز کا چڑھاؤ اُتار عربی لہجہ کیساتھ نغمہ طرازی۔ اصول موسیقی کا لحاظ اور سب سے بڑھکر یہ خیال
کہ اس جوش سے خدیو کی سلامتی کا راگ گانے والے سب عیسائی ہیں میرے دل پر عجیب اثر کرتا تھا۔
تھیٹر ہندوستان کا ہو خواہ عرب اور مصر کا۔ میرے نزدیک اسکی شرکت وقار و شائستگی کے خلاف
ہے لیکن اسلامی سلطنت کی ہر چیز عزیز معلوم ہوتی ہے۔ شعر

اُس نقش پائے سجدہ نے کیا کیا ذلیل میں کوچۂ رقیب میں بھی سر کے بل گیا

انجمنیں

کلب و انجمنیں

انجمنیں یہاں کثرت سے ہیں اور اُنکے مختلف مقاصد ہیں ۹۰ خیراتی ہیں جنکا مقصد غریبوں کی
امداد و اعانت ہے لیکن تعجب ہے کہ انمیں ایک بھی مسلمانوں کی نہیں علمی انجمنیں بھی متعدد ہیں جن میں
جمعیۃ العلماء المصریۃ جو ۱۸۵۹ء میں قائم ہوئی اور المجمع العلمی الجغرافی جسکو خدیو اسمعیل
پاشا نے ۱۸۷۵ء میں قائم کیا[1] زیادہ نامور اور فائدہ رساں ہیں ڈیبیٹنگ کلب یعنی مناظرہ کی مجلسیں
نہایت کثرت سے ہیں اور اُنکی وجہ سے مصریوں نے لکچر و اسپیچ کے فن میں بہت ترقی کی ہے ایک مجلس میں میں
خود شریک ہوا صدر کی جانب ایک بلند چبوترہ تھا جسپر صدر انجمن اور سکرٹری کی کرسیاں بچھی
تھیں عام حاضرین بنچوں پر تشریف فرماتے تھے۔ میرے سامنے چار پانچ شخصوں کی گفتگو ہوئی انکی
تقریریں ایسی برجستہ پر زور اور فصیح تھیں کہ مجھپر ایک حیرت سی طاری تھی تعجب یہ ہے کہ مصریوں کی
عام بول چال نحو کے لحاظ سے محض غلط بلکہ بے معنی ہوتی ہے لیکن اس قسم کے موقعوں پر نہایت
شستہ عربی بولتے ہیں اور تکلف و آورد کا نام نہیں ہوتا۔ اس قسم کی مجلسوں اور اخبارات
کی آزادی کی وجہ سے مصریوں میں جو عام زندہ دلی۔ آزادی خیالات جرأت اور حوصلہ
پیدا ہو گئی ہے ٹرکی ممالک بلکہ کل موجودہ اسلامی حکومتوں میں اسکا پتہ تک نہیں

[1] اس انجمن نے جغرافیہ کے متعلق نہایت نادر تحقیقات اور معلومات فراہم کیں جو مستقل رسالوں کی صورت میں چھپکر شائع ہوئی
ہیں اس انجمن کا ایک خاص مکان اور کتب خانہ اور دیگر لوازمات ہیں۔

مولد نبوی

مصر والوں کو حقیقت میں اس بات پر ناز کرنا چاہیے کہ مولد کے اصل معنی اگر سمجھے تو انہیں نے سمجھے
یہاں مولد کا طریقہ یہ ہے کہ شہر سے باہر ایک وسیع خطۂ زمین ہے جسکو ایک معزز خاتون نے اسی کیواسطے وقف
کر دیا ہے اس میدان میں چاروں طرف نہایت ترتیب اور سلیقے سے خیمے اور شامیانے نصب کرتے ہیں اور بیچ کی زمین
بطور صحن کے چھوڑ دیجاتی ہے صحن بالکل دائرہ کی ہیئت میں ہوتا ہے اور اسکے ہر چہار طرف سرخ جھنڈیاں
کھڑی کیجاتی ہیں خیمے اور شامیانے چونکہ عموماً پاشاؤں اور امرا کے ہوتے ہیں نہایت تکلف و نفاست
سے آراستہ کئے جاتے ہیں ہر پاشا اور امیر اپنا خیمہ جداگانہ طرز سے آراستہ کرتا ہے۔ جھاڑ فانوس کی روشنی
ہوتی ہے اور بکثرت ہوتی ہے ہر خیمہ میں شربت یا چاے یا اور کوئی اس قسم کی چیز ہر وقت مہیا رہتی ہے
جسوقت کوئی شخص اگرچہ تمام تماشائی ہو خیمہ میں داخل ہوتا ہے فوراً چاے یا شربت سے اسکی تواضع کیجاتی ہے
خدیو کا خیمہ جس میں انکی طرف سے انکا نائب شریک ہوتا ہے سرخ ہوتا ہے اور نہایت پرشان اور پر
رونق ہوتا ہے۔ ہر خیمہ میں خاص خاص گروہ کے فقرا اور صوفیہ جمع ہوتے ہیں اور اپنے اپنے طریقہ کیموافق
ذکر کرتے ہیں۔ ذکر کا طریقہ ہندوستان کے فقرا سے بالکل جدا ہے سب لوگ حلقہ باندھ کر کھڑے ہوتے
ہیں اور ذکر کے خاص الفاظ ایک ساتھ بلند آواز سے کہے جاتے ہیں۔ ان الفاظ کے ساتھ رکوع کے
قریب جھک کر کمر اور گردن کو عجیب طور پر حرکت دیتے ہیں اگر کوئی شخص دور سے دیکھے تو اسکو ورزش کا
دھوکا ہو درویشان رقاص کا طریقہ اس سے بھی عجیب ہے اور سچ یہ ہے کہ فقر و تصوف کی تضحیک و توہین ہے ان لوگوں کا
لباس ایک خاص وضع کا ہوتا ہے پوری ہیئت تو خیال میں نہیں لیکن اس قدر یاد ہے کہ نیچا جامہ اور کمر میں
سبز پٹکا ہوتا ہے یہ لوگ صف باندھ کر بیٹھتے ہیں اور ان میں جو شخص ذکر کرنا چاہتا ہے وہ وسط محفل میں آ
جا کر ناچنا شروع کرتا ہے لوگوں کا بیان ہے کہ ناچ کے تمام اصول ادا کئے جاتے ہیں۔ لیکن میں نے جو دیکھا
اسی قدر تھا کہ وہ شخص ایک مقام پر کھڑا ہو کر پھرکی کی طرح چکر لگاتا تھا۔ قریباً ایک گھنٹہ تک اسی طرح ناچتا
رہا لیکن ہاتھ پاؤں کسی اور عضو کو حرکت نہیں ہوتی تھی ایک اور گروہ تھا جس کا طریقہ کسی قدر اس سے مختلف
تھا ان لوگوں کے [illegible] اور [illegible] وہ گھیرا باندھے تھے [illegible] جس طرح گھاگرا والی نا چنے کیوقت
ہو لوگ دونوں ہاتھ [illegible] پھیلا کر ناچتے تھے

مجھکو سخت افسوس ہے کہ [illegible] طریقہ کو [illegible] لوگ عبادت سمجھتے ہیں اور بہت سے لوگوں کا اعتقاد

ہو کر یہ لوگ غوث، قطب، ابدال، اوتاد کے رتبہ تک ترقی کرتے ہیں ع وللناس فیما یعشقون مذاہب
درویشان رقاص کا ذکر ضمناً آگیا تھا اب میں اصل واقعہ یعنی مولد کی کیفیت کی طرف رجوع کرتا ہوں
پہلی تاریخ سے یہ اجتماع شروع ہوتا ہے اور روز بروز بڑھتا جاتا ہے یہاں تک کہ بارہویں کی شب کو اس قدر ہجوم ہوتا ہے کہ کشاکش سے جگہ نہیں ملتی صبح کو سب لوگ خصوصاً نائب حکومت، قاضی، مفتی، شیخ الازہر مشہد حسین میں جمع ہوتے ہیں۔ اور ایک عالم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کے حالات پڑھتا ہے ولادت کے ذکر کے وقت معمول کے موافق قیام ہوتا ہے اور تھوڑی دیر کے بعد مجلس ختم ہو جاتی ہے جسکے ساتھ مولد کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے۔

مولد کا یہ طریقہ اس لحاظ سے مجکو بہت پسند آیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت پر جس جوش اور مسرت کا اظہار ہونا چاہیے وہ اسی طریقہ سے ہونا چاہیے چھوٹی چھوٹی مجلسوں میں یہ اجتماع، شان و شوکت، سر و سامان کہاں ہے لیکن دو تین باتیں قابل اعتراض ہیں اول یہ کہ گیارہویں اور بارہویں کو آتشبازی ہوتی ہے اور یہ امر ایسی مقدس رسم کے شایاں نہیں دوسری یہ کہ لوگوں کا اجتماع دیکھکر اسی مجمع کے ترتیب سڑکوں پر تھیٹر وغیرہ قائم ہو جاتے ہیں حکومت کو چاہیے کہ انکا انسداد کرے

اہل کمال اور مفید تصنیفات

اہل کمال

قسطنطنیہ کیطرح یہاں بھی علما اور مصنفین کے دو گروہ ہیں اور دونوں کا مذاق بالکل الگ الگ ہے ازہر کے شیوخ اور تلامذہ میں سے بعض بعض ایک فن یعنی نحو و فقہ میں کامل خیال کیے جاتے ہیں لیکن انکے کمال کا تمام تر مدار صرف جزئیات کے حفظ پر ہے جس میں تحقیق و اجتہاد کا شائبہ نہیں خود شیخ ازہر جنکو امام الفن کہا جاتا ہے کسی فن میں انکی کوئی محققانہ تصنیف نہیں نئی تعلیم نے بھی اگرچہ ابتک کوئی بڑا صاحب کمال نہیں پیدا کیا لیکن اس میں تحقیق و اجتہاد کی جھلک پائی جاتی ہے اور تصنیفات میں یورپ کا انداز ہے میں ان دونوں گروہوں میں سے بعض مشاہیر کا حال لکھتا ہوں۔

علی پاشا مبارک

علی پاشا مبارک

مصر کے سررشتہ تعلیم میں جو کچھ اصلاح و ترقی ہوئی ہے انہیں کی بدولت ہوئی ہے سولہ برس کی عمر تھی کہ ۱۲۵۵ھ ہجری میں مدرسہ ہندسہ خانہ میں داخل ہوئے ۱۲۶۰ھ ہجری میں محمد علی پاشا کے بیٹوں کے ساتھ فرانس کا سفر کیا اور کئی برس وہاں رہکر متعدد ڈگریاں حاصل کیں ۱۲۶۵ھ میں انکو

دفتر مدارس اور نظارت اوقاف کی خدمت سپرد ہوئی اسی زمانہ میں انہوں نے بہت سے علمی کام کیے
خانگی مکاتب کی اصلاح کی۔ اضلاع میں صدر مدارس قائم کیے۔ دار العلوم کی نیاد ڈالی۔ کتب خانہ خدیو
قائم کیا۔ سنہ ۱۲۸۵ھ میں ڈائرکٹر تعلیم مقرر ہوئے اور تعلیم کو نہایت ترقی دی۔ خود بھی صاحب تصنیف و تالیف
ہیں۔ مقریزی کے خطط و آثار کا نہایت عمدہ تکملہ لکھا ہے۔ شہنشاہ فرانس اور شاہ اسٹریا نے انکو اعزاز
کے تمغے بھیجے۔ میں انکی ملاقات کا بہت شائق تھا لیکن بدقسمتی سے اس زمانہ میں خدیو کے ساتھ اسکندریہ
چلے گئے تھے۔ تین چار مہینے ہوئے انہوں نے انتقال کیا۔ انکے جنازے میں تمام اعیان سلطنت
شریک تھے۔ حال میں ان کی سوانح عمری لکھی گئی اور شائع ہوئی ہے۔

ابراہیم علی پاشا

علی پاشا ابراہیم

یہ نہایت روشن ضمیر تعلیم یافتہ شخص ہے۔ سنہ [illegible]ھ میں تعلیم کی غرض سے فرانس گیا اور پانچ برس رہ کر
اعلیٰ درجہ کی ڈگری حاصل کی۔ سنہ ۱۲۹۲ھ میں ڈائرکٹر تعلیم مقرر ہوا۔ معلمین کے مدارس اول اسی نے قائم کیے۔ سلطنت
فرانس نے اسکو پروفیسر کے درجہ کا تمغہ بھیجا ہے جو مشہور اہل کمال کے سوا کسی کو نہیں دیا جاتا۔

امین بک فکری

امین بک فکری

ہائی کورٹ کے جج ہیں۔ فرانس میں تعلیم پائی ہے۔ سویڈن میں جو اورینٹل کانفرنس منعقد ہوئی تھی
اس میں سلطنت مصر کیطرف سے وکیل مقرر ہو کر گئے تھے۔ چنانچہ حالات سفر میں ایک کتاب لکھی
ہے جسکے دیکھنے سے انکی قوت تحریر کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس کتاب کی قیمت آٹھ روپیہ ہے اور واقعی قابل سیر کتاب ہے

احمد زکی

احمد زکی

محکمہ ترجمہ کے سکرٹری ہیں۔ فرنچ نہایت عمدہ جانتے ہیں۔ غلامی کے مسئلہ پر ایک رسالہ فرنچ میں
لکھا تھا جو نہایت مقبول ہوا اور فرانس کے مشہور اخبارات اور ارباب تصنیف نے اس پر آرٹیکل اور ریویو
وغیرہ لکھے۔ عربی میں ترجمہ ہو کر چھپا ہے جسکا نام الرق فی الاسلام ہے۔ انکی اور بھی مفید تصنیفات ہیں۔ لندن
میں جو چھٹی اورینٹل کانفرنس منعقد ہوئی تھی اس میں یہ وکیل مقرر ہو کر گئے تھے۔

شیخ محمد عبدہ

شیخ محمد عبدہ

پرانے تعلیم یافتہ ہیں۔ فن ادب میں تمام مصر و شام انکو استاد الفن تسلیم کرتا ہے۔ مقامات
بدیع کی شرح نہایت قابلیت سے لکھی ہے۔ روشن ضمیری کیساتھ نئے مذاق سے آشنا ہیں جس کا سبب

سید جمال الدین افغانی کا فیض صحبت ہے۔ سید موصوف کے ایک رسالہ عربی میں ترجمہ کیا ہے اور اس کے دیباچہ میں مختصر طور پر انکی سوانح عمری لکھی ہے۔ میں اس کے بعض فقرے اس مقام پر لکھتا ہوں جن سے شیخ موصوف کی مہارت فن اور زور تحریر کا اندازہ ہوگا۔ ہمارے ملک میں جو لوگ فن ادب کو لئے بیٹھے ہیں۔ انکو اس طرز کی تقلید کرنی چاہیئے اور واقعات نگاری کا یہ اسلوب اختیار کرنا چاہیے جہاں سید موصوف (جمال الدین افغانی) کے حلیہ اور اخلاق و اوصاف کا ذکر آگیا ہے وہاں لکھا ہے۔

اما خلقه فيمثل للناظر عربيا محضا۔ ربعة في طوله وسط في بنيته۔ قمحي في لونه عصبي دموي في مزاجه عظيم الرأس في اعتدال عريض الجبهة في تناسب واسع العينين ضخم الوجنات رحب الصدر۔ هش بش عند اللقاء اما اخلاقه فسلامة القلب سائدة في صفاته وله حلم عظيم يسع ما شاء الله ان يسع الى ان يدنو منه احد ليمس شرفه او دينه فينقلب الحلم الى غضب فبينما هو حليم اواب اذا هو شد وثاب وهو كريم يبذل ما بيده قوي الاعتماد على الله لا يبالي ما تأتي به صروف الدهر۔ سهل لمن لاينه صعب على من خاشنه وله سلطة على دقائق المعاني وتحديدها وابرازها في صورها اللائقة بها كان كل معنى قد خلق له كل موضوع يلقى اليه يدخل للبحث فيه كانه صنع يديه فياتي على اطرافه ويحيط بجميع اكنافه۔

میں اُن سے ملا تھا۔ دیر تک لطف کی صحبت رہی۔ ازہر کی ابتری تعلیم پر افسوس کرتے تھے لیکن اس کے ساتھ نئی تعلیم کے بھی سخت شاکی تھے اور کہتے تھے کہ ہمارا اصلی ہیولا افسوس ہے کہ گورنمنٹ مصر نے انکو عہدہ قضا پر مامور کیا ہے وہ سررشتہ تعلیم کے لیے زیادہ موزوں تھے چنانچہ خود بھی اس کا افسوس کرتے تھے

شیخ حمزہ فتح اللہ

شیخ حمزہ فتح اللہ

پرانے تعلیم یافتہ اور پرانے خیالات کے آدمی ہیں۔ فن ادب کے بڑے استاد ہیں دار العلوم میں ادب کا جو نصاب پڑھایا جاتا ہے انہیں کا انتخاب ہے۔ سررشتہ تعلیم کے انسپکٹر ہیں۔ سویڈن کی اورینٹل کانفرنس میں مصری سفارت کیا تھی میں مقرر ہو کر گئے تھے۔ اس کانفرنس میں عورتوں کے حقوق کے متعلق ایک رسالہ پیش کیا تھا جس کا نام [illegible] حقوق النساء فی الاسلام ہے یہ رسالہ مصر [illegible] مطبع میں

چھاپا گیا ہے۔ اگرچہ اصل موضوع پہ بہت کم لکھا ہے اور جس قدر لکھا ہے وہ بھی مولود یا نہ لکھا ہے تاہم عبارت نہایت استادانہ بلند اور پُر زور ہے۔

مجھسے ان سے نظارۃ المعارف کے دفتر میں ملاقات ہوئی دیر تک علمی تذکرے رہے رسالہ مذکور کی پانچ جلدیں تحفہ کے طور پہ عنایت کیں۔ کچہری سے اُٹھکر اپنے مکان پہ لیگئے۔ اور اصرار کر کے کھانا کھلایا۔ کھانا نہایت سادہ یعنی خشک روٹی اور کھجوریں تھیں چونکہ وہ عربی زبان کے استاد ہیں۔ اور عرب کیساتھ انکو خاص محبت اور لگاؤ ہے۔ اسلئے انکا سادہ عربی کھانا ایک اثر پیدا کرتا تھا۔

لطیفہ۔ میں اور شیخ موصوف کھانا کھا رہے تھے کہ قریب سے ہچوں ہچوں کی آواز آئی۔ میں حیران تھا کہ یہ انکر الاصوات کہاں سے آتی ہے۔ دیکھا تو ایک حجرے میں گدھا بندھا ہے معلوم ہوا کہ یہاں گھر میں گدھا باندھنا معیوب نہیں۔ اگرچہ میں بازار میں اکثر لوگوں کو حتی کہ انگریزوں کو گدھوں پر سوار ہوتے دیکھ چکا تھا بلکہ خود بھی دو ایک بار یہ شرف حاصل کر چکا تھا تاہم مجھکو یہ توقع نہ تھی کہ بھلے آدمیوں کے یہاں گھوڑوں کی طرح گدھوں کا بھی اصطبل خانہ ہوتا ہے۔

عربوں کے فیاضانہ اخلاق

سفر کا خاتمہ اور عربوں کے فیاضانہ اخلاق

مصر کی روانگی کیساتھ گویا میرے سفر کا بھی خاتمہ ہو گیا۔ کیونکہ اسکے بعد نہ کوئی نئی آبادی دیکھی نہ کوئی جدید واقعہ پیش آیا۔ میں نے سفر کا تمام زمانہ (خلاف توقع) نہایت لطف۔ آرام۔ دلچسپی اور اطمینان کے ساتھ بسر کیا۔ لیکن اس موقع پہ یہ بتانا میرا فرض ہے کہ یہ لطف و آرام مجھکو کیونکر نصیب ہوا ہے اور کن لوگوں کی وجہ سے ہوا ہے۔ ان سوالوں کا صرف ایک جواب ہے یعنی عربوں[1] اور ترکوں کے فیاضانہ اخلاق۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر عربوں کی کریم الاخلاقی سے مجھکو سابقہ نہ پڑتا تو سفر کی دلچسپیوں کا کیا ذکر ہے زندگی دوبھر ہو جاتی۔ یہ ظاہر ہے کہ کسی شہر میں جا کر رہنا۔ کھانا پینا۔ ملنا جلنا۔ خرید و فروخت سیر تماشا۔ حالات کی تحقیق و جستجو۔ دریافت طلب امور کی تلاش۔ غرض تمام باتیں۔ زبان دانی پر موقوف ہیں۔ اور میں ترکی زبان سے بالکل ناواقف۔ عربی زبان جسقدر جانتا تھا وہ بھی بیکار یا قریب بیکار تھی۔ اس قدر دولتمند بھی نہ تھا کہ بے دریغ روپیہ صرف [illegible] سوا اسکے [illegible]

[1] شام و مصر کے اکثر مسلمان عرب کی نسل سے ہیں اس وجہ سے میں تمام شامیوں اور مصریوں کو بلحاظ اختصار عرب سے تعبیر کرتا ہوں۔ ۱۲

سکو سکتا ایسی حالت میں چھ مہینے کا زمانہ اس لطف و آرام سے بسر کرنا کہ گویا میں وطن میں ہوں یہ نہ صرف
صرف ترکوں اور خاصکر عربوں کی عنایت تھی۔ ترجمانی یہ کرتے تھے۔ بازار سے چیزیں یہ خرید کر دیتے تھے
لوگوں سے تعارف یہ کراتے تھے۔ قابل سیر مقامات میں رہبر یہ بنتے تھے وہاں کی تحقیقات ایسے
یہ ہوتے تھے۔ غرض کوئی ایسا کام اور ایسی ضرورت نہ تھی جسکے کفیل یہ نہ تھے اور لطف یہ کہ یہ تمام بغیر
بے سبب۔ صرف مہمان پرستی اور غریب نوازی کے لحاظ سے۔ تمام وہ جزوی واقعات نہیں لکھ سکتا جو ان
لوگوں کے فیاضانہ اخلاق کا تجربہ ہوا۔ انکا بیان کرنا ناممکن ہے۔ نمونہ کے طور پر دو ایک واقعے لکھتا ہوں
شیخ عبد الفتاح شیخ علی ظبیان۔ خوجی آفندی۔ عبد الباسط آفندی۔ شیخ عبد الحلیم آفندی۔ عبد السلام آفندی
کی فیاضیوں کے واقعات جنکو میں پہلے لکھ آیا ہوں اس موقع پر ایک بار پھر دہرانا چاہیے۔

جس زمانہ میں قسطنطنیہ میں مقیم تھا عبد السلام آفندی کے برادر عم زاد شاکر آفندی کسی مقدمہ
کی ضرورت سے قسطنطنیہ میں آئے عبد السلام آفندی نے انکو اپنے پاس ٹھیرانا چاہا لیکن انکے کمرہ
میں جگہ نہ تھی مجھ سے کہا تم اپنے پاس ٹھیرالو میں نے انکی خاطر سے گوارا کیا میری روانگی کا زمانہ قریب
آیا تو انہوں نے کہا میں بھی آمادہ ہوں ساتھ ہوتا تو خوب تھا لیکن اسوقت میرے پاس روپے نہیں
گھر سے کچھ روپے منگائے ہیں۔ انکے آنیکا انتظار ہے چونکہ وہ خاص بیت المقدس کے رہنے والے
تھے مجھکو خیال ہوا کہ انکی وجہ سے آسائش و آرام کے علاوہ بیت المقدس میں مجھکو ہر ایک چیز کی تحقیق
واطلاع میں بہت مدد ملیگی۔ میں نے انسے کہا کہ روپے مجھسے لے لیجئے۔ وہاں چل کر ادا کر دیجئےگا
انھوں نے انکار کیا اور باوجود اصرار کے کسی طرح رضامند نہ ہوتے تھے۔ لیکن میں نے اسقدر مجبور
کیا کہ وہ انکار نہ کر سکے۔ اور میں نے اسیوقت [illegible] روپے انکو حوالہ کئے۔ عبد السلام آفندی اسوقت
مکان پر نہ تھے شام کو باہر سے آئے تو بات بات میں یہ تذکرہ آیا۔ انھوں نے یہ واقعہ سنکر سر پیٹ
لیا اور نہایت پریشان ہوئے اور بار بار کہتے تھے کہ شو فعلت شو فعلت یعنی تم نے یہ کیا غضب کیا
شاکر گو میرا بھائی ہے لیکن نہایت آوارہ ہے اور اسی نے تم سے فریب دیکر روپے لیے ہیں لطف یہ کہ
روپے تو میرے معرض خطر میں تھے لیکن عبد السلام آفندی کو مجھسے بڑھکر اضطراب تھا شاکر آفندی
گھر پر آئے تو عبد السلام آفندی نے انکو سخت ملامت کی اور ان سے دستاویز لکھوا کر اسپر اپنی اور ایک
اور شخص کی گواہی لکھی۔ مجھکو الگ لیجا کر کہا کہ یہ بھی بدنامی کا معاملہ ہے اس لئے مجھکو اپنے بھائی کی پسند

دری کرنی پڑتی ہے یہ لڑکا (شاکر) آوارہ مزاج اور بد معاملہ ہے۔ اسکی کوئی ذاتی جائداد بھی نہیں اسکا
چچا عبد الرزاق اسکا کفیل ہے یہ دستاویز انھیں کے حوالہ کرنا وہ تمکو روپے دے دیں گے۔

غرض دوسرے دن شاکر اور میں ساتھ جہاز پر سوار ہوئے سمرنا پہنچے تو شاکر کے انکے وکیل کا تار آیا کہ
فوراً واپس آؤ۔ شاکر نے مجھسے کہا کہ میں تمکو چھوڑ کر کیونکر جا سکتا ہوں۔ میں نے انکا روکنا مناسب
نہ سمجھا۔ اور بخوشی بلکہ باصرار انکو واپس بھیجا۔ بیت المقدس پہنچکر سیدھا عبد الرزاق کے پاس گیا۔
اور مجکو اس موقع پر مجبوری اور افسوس کیساتھ کہنا پڑتا ہے کہ انھوں نے میرے ساتھ سخت بد اخلاقی
کی۔ اسکی شکایت نہیں کہ روپے نہیں دیئے۔ تعجب یہ ہے کہ کج اخلاقی سے پیش آئے دوسرے دن
میں نے مفتی صاحب (جنکا ذکر اوپر گزر چکا ہے) کے پاس جاکر انسے سارا قصہ کہا اور دستاویز دکھلائی
مفتی صاحب نے عبد الرزاق کے پاس آدمی بھیجا۔ انھوں نے کہلا بھیجا کہ "اسوقت میری پاس روپیہ نہیں
دو چار دن کے بعد البتہ ادا کر سکتا ہوں" مفتی صاحب کو چونکہ اطمینان تھا وہ یہ کہکر چپ ہو رہے کہ ضرور
ملجائیں گے۔ لیکن اور لوگ جو وہاں موجود تھے اور عبد الرزاق کے خاندان کے ممبر تھے سخت برہم ہوئے
تھے اور غصہ میں آکر کہتے تھے واللہ یبیع جبیۃ و یودی یعنی وہ اپنی ڈاڑھی بیچے اور روپیہ ادا کرے
دوسرے دن میں مفتی صاحب کے پاس گیا تو انھوں نے پوری رقم یعنی ساڑ روپے اپنے پاس سے دیئے
میں نے کہا "آپ اپنی جیب سے دیتے ہیں تو میں لینا نہیں چاہتا" فرمایا کہ "نہیں عبد الرزاق نے مجھپر
حوالہ کر دیا ہے۔ لیکن اگر وہ نہ بھی دیتے اور میرے پاس روپے نہ بھی ہوتے تو میں اپنا یہ جبہ بیچکر دیتا"
باوجود اسکے مفتی صاحب اور دیگر حاضرین کو سخت ندامت تھی۔ وہ لوگ مجھسے نہایت الحاح
سے معذرت کرتے تھے اور بار بار کہتے تھے کہ ہماری آنکھ تم سے برابر نہیں ہوتی ہیں جب رخصت
ہوکر چلا تو مفتی صاحب نے کچھ دور تک مشایعت کی اور کہا کہ المرجو منکم ان تستروا عیبنا فانہ من شیم
الکرام یعنی مجکو امید ہے کہ آپ ہمارے عیب پر پردہ ڈالیں گے۔ کیونکہ شرفا کا کام پردہ پوشی
ہے۔ مفتی صاحب اور انکے ہمنشینوں کو عبد الرزاق کے برتاؤ پر جو ندامت تھی اور جس طرح وہ
بار بار مجھسے معافی چاہتے تھے اس کا اثر اب تک میں اپنے دل میں پاتا ہوں۔

دوسرا واقعہ یہ ہے کہ اسکندریہ پہنچکر (جیسا کہ میں اوپر لکھ آیا ہوں) ناواقفیت کی وجہ سے مجکو سخت
پریشانی ہوئی چونکہ ریل میں دیر تھی ایک قہوہ خانہ میں جو اسٹیشن سے متصل تھا جا بیٹھا وہاں

ایک شامی عرب تشریف رکھتے تھے۔ مجکو غیر ملک کا آدمی سمجھکر یا معلوم نہیں کیوں؟ بڑے تپاک سے پیش آئے وہ قاہرہ کو جا رہے تھے میں نے اُن سے کہا کہ میں ہمسفر ہوں اور چونکہ ناواقفیت کی وجہ سے مجکو ہر موقع پر نقصان اور تکلیف اُٹھانی پڑتی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ قاہرہ تک میرا آپ کا ساتھ رہے انھوں نے کہا کہ بالرأس والعین۔ انکی وجہ سے مجکو تمام سفر میں کسی قسم کی تکلیف نہیں ہوئی قاہرہ پہنچے تو میں نے اُن سے کہا کہ آپ مجکو کسی ہوٹل کا نام بتائیں جو جامع ازہر کے قریب ہو اور فیس بھی زیادہ نہ ہو۔ میں نے تو صرف پتہ بتانے کو کہا تھا۔ وہ دو روز تک میرے ساتھ ہوٹل میں مقیم رہے۔ تیسرے دن کہا کہ "میں ایک ضرورت سے قاہرہ آیا ہوں اور دو تین دن میں مجکو واپس جانا ہے اگر آپ اجازت دیں تو رخصت ہوں" یہ کہکر ہوٹل کے خانساماں کو دو دن کا کرایہ اور کھانے کی فیس حوالہ کی۔ میں نے ہرچند اصرار کیا کہ میری فیس آپ کیوں دیتے ہیں نہ مانا اور کہا کہ آپ اسوقت تک ہمارے مہمان تھے یہ کہکر رخصت ہوئے اور مجکو سخت افسوس رہا کہ دوبارہ اُن سے ملاقات نہ ہوئی

حال کی عربی زبان

چونکہ سفرنامہ کے لوازم میں ایک یہ بھی ہے کہ جس ملک کے حالات لکھے جائیں وہاں کی زبان مروجہ سے بھی بحث کیجائے۔ اسی لئے حال کی عربی زبان کی نسبت جو تمام اضلاع شام اور مصر کی زبان ہے کچھ لکھنا ضرور ہے۔ اس سے ہمارے ہموطنوں کو بھی فائدہ پہنچے گا جو مصر و شام کے اخبارات کے نہایت شائق ہیں۔ لیکن مروجہ عربی نہ جاننے کی وجہ سے اُن سے متمتع نہیں ہو سکتے۔

موجودہ عربی قدیم عربی سے اسقدر مختلف ہے کہ ہمارے ملک کا کوئی بڑا عالم اگر مصر و شام کا سفر کرے تو اسکو وہاں کی زبان کے سمجھنے میں قریباً وہی دقت ہوگی جو ایک عامی کو ہو سکتی ہے زبان موجودہ کی وہ خصوصیتیں جنکی وجہ سے وہ قدیم زبان سے مختلف ہو گئی ہے مختصر طور پر ذیل میں درج ہیں

(۱) بہت سے الفاظ اسقدر مختصر کر لئے گئے ہیں کہ جب تک کوئی شخص نہ بتائے اصلی الفاظ کی طرف ذہن منتقل نہیں ہو سکتا۔ اس قسم کے چند الفاظ یہ ہیں۔

لفظ تبدیل شدہ	اصل	معنے
وش	أي شيء	کلمۂ استفہام
مش	ما هو شيء	حروف نفی کے معنے میں مستعمل ہوتا ہے

لفظ تبدیل شدہ	اصل	معنے
مَا عَلَیْشْ	مَا عَلَیْہِ شَیْءٌ	کچھ حرج نہیں - کچھ مضائقہ نہیں
بِلاَ شْ	بِلاَ شَیْءٍ	مفت اور پہلے لفظ کے معنوں میں ہی مستعمل ہوتا ہے یعنی کچھ حرج نہیں -
ہَیْکْ	ہٰکَذَا	اس طرح
ہَادُوْلْ	ہٰؤُلَاءِ ہُمْ	یہ لوگ
قَدْ ایْشْ	قَدْرَ اَیِّ شَیْءٍ	کس قدر

(۲) الفاظ کے اول یا اخیر میں بعض حرف زیادہ کر لیتے ہیں جس سے لفظ کی صورت بالکل بدل جاتی ہے مثلاً شام میں تمام افعال مضارع کے اول بؔ زائد کر دیتے ہیں - ان الفاظ کو ما اقول ما اعرف یوں کہتے ہیں مَا بَاقُولْ - مَا بَاعْرِفْ مصر میں الفاظ کے اخیر میں شی بڑھاتے ہیں مثلاً یَاخُذْ کے بجائے یَاخُذْشِیْ -

(۳) حروف کا تلفظ نہایت خراب ہو گیا ہے - بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ عربی تلفظ کی تمام خصوصیتیں مٹ گئیں - قاف کے بجائے ہمزہ جیم کے بجائے گاف - ذال کے بجائے دال - عین کے بجائے ہمزہ بولتے ہیں - اور نہ صرف جاہل اور عامیوں کا یہ تلفظ ہے - بلکہ علما اور اشراف بھی ان حرفوں کو اسی طرح ادا کرتے ہیں - ایک دفعہ مصر میں میں نے ایک طالب علم سے پوچھا کہ آپ کہاں سے آ رہے ہیں بولے (گَائیْ مِنْ نَگْمَہْ اجَاءٌ مِنْ جَمْعَہْ) یعنی میں جمعہ مسجد سے آ رہا ہوں -

(۴) بہت سے قدیم الفاظ ہیں جنکا طرز استعمال بدل گیا ہے - مثلاً جب کسی شخص کی تعریف یا اسکا شکریہ ادا کیا جائے تو وہ جواب میں کہے گا استغفر اللہ یعنی میں کس قابل ہوں یا کوئی تعجب انگیز بات کسی کے سامنے بیان کی جائے تو وہ کہے گا اَمَانْ یا شَاغَا یہ کہنا ہو کہ تمکو اس سے کیا غرض ہے تو کہیں گے شُوْ بِدَّکْ - شو - ای شیٔ کا مخفف ہے - اور بدّ وہی لفظ ہے جسکو ہم لابد کے ساتھ استعمال کرتے ہیں -

(۵) یورپ کے الفاظ نہایت کثرت سے استعمال میں آ گئے ہیں - اور چونکہ کسی قدر ان میں تغیر کر لیا گیا ہے - عربی داں اور انگریزی خواں دونوں کے سمجھنے میں دقت ہوتی ہے اس قسم کے

چند الفاظ مثلاً درج ہیں۔

الفاظ معربہ	الفاظ اصلی	الفاظ معربہ	الفاظ اصلی
تلغراف	ٹیلیگراف	فوتوغراف	فوٹوگراف
بروجرام	پروگرام	بوستہ	پوسٹ ڈاک
قومانداں	کمانڈر	بادیز	پیرس دارالسلطنت فرانس
قوماسیون	کمیشن	سیغارہ	سگرٹ
افواکاتو	ایڈوکیٹ	انکلترا	انگلستان
شلین	شلنگ	امبراطور	امپرر
غاز	گیس	لوندرہ	لندن
باسابورت	پاسپورٹ	تورنال یا جنرال	جرنل
اوروبا	یورپ	جمباز	جمناسٹک
میکانک	مشین (کل)		

اب ہم زبان حال کے الفاظ کی ایک مختصر سی فرہنگ درج کرتے ہیں۔ اسمیں اکثر ایسے الفاظ بھی ہیں جو آج سے پانچ چھ سو برس پہلے ایجاد ہو چکے تھے۔ لیکن چونکہ تصنیفات وغیرہ میں ان کو رواج عام حاصل نہیں ہوا تھا وہ بھی نئے الفاظ خیال کئے جاتے ہیں۔ خاص اس قسم کے الفاظ پر میں (ق) کی علامت لکھوں گا جس سے یہ مطلب ہے کہ وہ قدیم الفاظ ہیں۔

لفظ	معنے	لفظ	معنے
الف		اوضہ یا۔ اودہ	کمرہ (مکان کا)
امضاء	دستخط	اغا۔ اغوات	خواجہ سرا
المان	سلطنت جرمن	امتیاز	لائسنس
اجزا خانہ (ترکی لفظ ہے)	دوا خانہ	اغراض	اسباب
(ق) اسطول	جنگی جہاز یا جہازوں کا بیڑا	ادب خانہ	پاخانہ
		انتیکہ خانہ	قدیم اشیاء کا عجائب خانہ

لفظ	معنے
اشتراک الجریدۃ	اخبار کی خریداری اور اخبار کی قیمت کو بدل الاشتراک کہتے ہیں۔
ب	
بتاتہ	آلو
(ق) برطلۃ جمع براطیل	رشوت
بلدیۃ	میونسپلٹی
باخرۃ	دخانی جہاز
(ق) برنامج (فارسی ہے)	فہرست
بزاد	چائدان
بیت الخلاء	پاخانہ
(ق) بکاری	سویرا
بکیر	سویرا
باش کاتب (ترکی ہے)	ہیڈ منشی
ت	
تکۃ	ازار بند
ترعۃ	بڑا تالاب
تمرینات عسکریہ	قواعد (فوج کی)
تشخیص	تھیٹر میں ایکٹ کرنا
تذکرۃ	پروانہ ٹکٹ سند
تطعیم الجدری	چیچک کا ٹیکا
تمرینات بدنیہ	ورزش

لفظ	معنے
ث	
ثورۃ	بغاوت
(ق) ثریا	جھاڑ (روشنی کا)
ثوب	لمبا کرتہ
ج	
(ق) جبن	پنیر
(ق) جریدہ جمع جرائد[1]	اخبار
جوخ	بانات
جمعیۃ	انجمن
جمرک (یا) گمرک (ترکی ہے)	چنگی
جنینۃ	باغ
ح	
حوائج	میلے کپڑے جو دھوبی کو دیئے جاتے ہیں
(ق) حافلۃ	تار پیڈو کی کشتی
(ق) حلیب	دودھ
حزب الاحرار	لبرل پارٹی
خ	
خریطہ	نقشہ (جغرافیہ کا)
(ق) خان	سرائے یا ہوٹل

[1] پہلی فوج کے تنخواہ کے رجسٹر کو کہتے ہیں۔

لفظ	معنے
د	
دیپلانس (عربی نہیں ہے)	شکرم
دایرۃ	محکمہ صیغہ
دقیقہ	منٹ
ر	
(ق) ربّان	کپتان جہاز
روایۃ	ناول۔ قصہ
روماں (انگریزی لفظ ہے)	ناول۔ قصہ
ریش	نب۔ انگریزی قلم کی زبان
ربطۃ الرقبہ	نکٹائی
رصاص	بندوق کی گولی
رسم	تصویر۔ نقشہ
ز	
زنار	پیٹی
س	
(ق) ساعۃ	گھڑی جس سے وقت معلوم ہوتا ہے
سکۃ الحدید	ریلوے
سکورتہ	بیمہ کرنا
سجادہ	قالین۔ دری
سیاسۃ	پالٹکس
سریر	چارپائی

لفظ	معنے
ش	
شرکۃ	کمپنی
شوکۃ	کانٹا جس سے انگریز کھانا کھاتے ہیں
شمسیۃ	چھتر
شمندفور (فرنچ زبان کا لفظ ہے)	ریل
شنطہ	پوسٹ خطوط ڈالنے کا صندوق
(ق) شخطورۃ	چھوٹی کشتی
ص	
(ق) صیدلیۃ	عطاری کی دکان
(ق) صابون	[illegible]
صوت	ووٹ
ض	
ضو	چراغ۔ لمپ
(ق) ضریبۃ	ٹکس
ضبطیہ	پولیس
ضابط۔ جمع۔ ضباط	افسر فوج
ط	
طربوش	ٹرکی ٹوپی
طبسی	سینی
ظ	
ظرف	لفافہ

لفظ	معنے
ع	
(ق) غلبہ	ڈبیہ
(ق) عیش	روٹی
عیش افرنجی	پاؤروٹی
عمارہ	بیڑہ جہازات
(ق) عربیہ	گاڑی
عجلہ	ایضاً
عمل	اخبار کا کالم
عضو۔ جمع اعضا۔	ممبر (کمیٹی م)
غ	
عسیل	کپڑے کی دھلائی
ف	
فراطہ	ریزگاری۔ روپیہ کا خوردہ۔
(ق) فلوکہ	ڈونگی۔ چھوٹی کشتی
فطرکہ یا فطور	ناشتہ۔ صبح کا کھانا
فابریقہ (انگریزی لفظ ہے)	کل وغیرہ کا کارخانہ
(ق) فرجہ	سیر و تفریح
فراجہ	ترکش عورتوں کا برقع
(ق) فندق	ہوٹل
(ق) فنجان جمع فناجین	پیالی
ق	
قائمہ	فہرست کتب
قرار	رزولیوشن۔ حکم
قائم مقام	ایک عہدہ کا نام ہے جو ہمارے یہاں ڈپٹی کلکٹری کے قریب ہے
قرابینہ	زوجہ۔ بیگم۔
ک	
کفیہ	ٹوپی
کندرہ (ترکی ہے غالباً)	بوٹ
کمروسہ	شکرم
(ق) کاک یا کعک	بسکٹ
کبریت	دیا سلائی
ل	
لائحہ	فہرست
لفہ	عمامہ جو ٹوپی کے اوپر باندھتے ہیں[1]
لیرہ	پونڈ۔ اشرفی
لوکاندہ (عربی نہیں ہے)	ہوٹل

[1] شاعر کہتا ہے ۔

ثم هاتما تهوى كالسلسلة صافنة

تجبى النفوس وتشنف بالسناجلينا ۔

لفظ	معنے
(ق) لجنه	کمیٹی
لحظه	سکنڈ (منٹ کا ساٹھواں حصہ)
لیلی	بورڈر (اشبر طبکہ یہ لفظ طالب العلموں کے لئے استعمال کیا جائے)
لباس	پاجامہ
لبن	دہی
م	
مصاري	فلوس پیسے
مستشفی	اسپتال
مرفا	گھاٹ۔ بندرگاہ
مومسات	رنڈیاں۔ کسبیاں
مقص	قینچی
(ق) مزاین	حجام
مؤتمر	کانفرنس
مندوب	ڈیلیگیٹ سفیر وکیل
محجر	قرنطینہ
مأموریة	نوکری
مدفع	توپ
مقدمه	میموریل۔ عرضداشت
مقمر	قمار خانہ
معرض	نمائشگاه
متصرف	ایک عہدہ کا نام ہے
مفتش	انسپکٹر
محفظه	نوٹ بک یادداشت
	کی کتاب۔
متحف	عجائب خانہ
مشمع	موم جامہ
مسکوب	سلطنت روس
مزهریة	گلدان
(ق) مخدة	تکیہ
مبراة	قلم تراش۔ چاقو
ملعقه	چمچہ
(ق) مظله	چھتری
محرمه	رومال
(ق) مندیل	رومال
منشفه	تولیہ
مرکوب	جوتہ
مداس	سلیپر گھر میں پہنے کے جوتے۔
محطه	ریل کا اسٹیشن

لفظ	معنے
(ق) مجلّۃ[1]	میگزین۔ علمی رسالہ
مدرعہ	آہن پوش جہاز
محکمہ	عدالت
محکمۃ الحقوق	عدالت دیوانی
محکمۃ الجزاء	عدالت فوجداری
محکمۃ الاستئناف	عدالت اپیل
محکمۃ التمیز	ہائی کورٹ
محامی	وکیل
(ق) مینا	گھاٹ
(ق) مرکب	جہاز
ممثّل	ایکٹر
مسوکرہ (انگریزی سے ماخوذ ہے۔	رجسٹری شدہ خط یا پارسل وغیرہ
مینا نیہ	پیکٹ
مصلحۃ	محکمہ۔ صیغہ۔ مصلحۃ البرید۔ محکمۂ ڈاکخانہ
معاش	پنشن
مجاور	قدیم مدارس کے طالب العلم

[1] جاہلیت میں اس کتاب کو کہتے تھے جس میں حکمت وموعظت کے مضامین ہوں۔ نابغہ کا شعر ہے

مجلتہم ذات الالہ ودینہم
قدیم فما یرجون غیر العواقب

لفظ	معنے
محل الادب	پاخانہ
مکاسرہ	جرگی
مادہ	دفعہ (قانون وغیرہ کی کتاب)
معارف	سررشتہ تعلیم
مجسمہ	اسٹیچو۔ پورے قد کی مورت
مزایدہ	نیلام
ن	
نہاریے	غیر بورڈ طالبعلم۔ ان کو خارجیہ بھی کہتے ہیں
نیشان جمع نشانات	تمغہ
(ق) ناموسیۃ	پلنگ
نمسا	سلطنت آسٹریا
ناریہ	آتشبازی۔
نظارہ	دوربین
(ق) نظارۃ	سررشتہ۔ صیغہ
ناظر	سکرٹری
نارگیلۃ۔ فارسی	حقہ
و	
وسام	تمغہ
وابور یا فابور عربی نہیں ہے	جہاز

لفظ	معنے	لفظ	معنے
ورقہ	ٹکٹ	دیرکو - عربی نہیں ہے	ٹکس
ورقۃ الزیارۃ	ملاقات کا کارڈ	ورق ۔	کاغذ
(ق) وصول	رسید		